تاریخ تمدن

یعنی

سرہنری طامس بکل کی مشہور تصنیف "ہسٹری آف سولزیشن" کا ترجمہ

جس کو

مرحوم مغفور منشی محمد احمد علی صاحب بی اے - ایل - ایل بی کاکوروی وکیل بارہ بنکی

حسب فرمائش انجمن ترقی اردو نہایت قابلیت سے

بہ اضافہ دیباچہ و حواشی و دیگر امور ضروریہ

مرتب کیا

بحسن اہتمام منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی

سنہ ۱۹۰۹ء میں

مطبع انتظامی واقع کانپور میں طبع ہوئی

تاریخ تمدن

جدید تعلیم یافتہ فرقہ کی نسبت عام شکایت ہے (اور وہ ناراض ہوں تو غالباً صحیح بھی ہے) کہ اُنمیں علمی مذاق نہیں پایا جاتا۔ ملک میں جس قدر کثرت سے تعلیم یافتہ ہیں اُس مناسبت سے تصنیفات و تالیفات کہاں ہیں؟ لیکن ہر کلیہ میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں اور یہ چند ارباب قلم ملک میں نظر آتے ہیں۔ انہی مستثنیات کی مثالیں ہیں۔ انہی قابل قدر لوگوں میں ہمارے مرحوم مترجم بھی ہیں جنکی کتاب کا ہم ریویو کر رہے ہیں۔

مرحوم کا نام منشی احمد علی ہے۔ وہ کاکوری کے اُس مشہور خاندان کے ممبر ہیں جسکی تاریخ ابتدا سے آج تک ہمیشہ روشن اور نمایاں رہی ہے۔ اُنھوں نے بی۔ اے تک کی تعلیم حاصل کی۔ ابتدا ہی سے وہ علمی مذاق رکھتے تھے۔ سب سے پہلے اُنھوں نے صحیفۂ زرّین کی ترتیب میں شرکت کی۔ علمی مضامین بھی لکھتے رہتے تھے لیکن ایک مستقل اور مشکل علمی خدمت جو اُنھوں نے اپنے ذمہ لی وہ بکلز ہسٹری کا ترجمہ تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب میں حیدرآباد میں تھا اور انجمن اُردو کا سکرٹری تھا۔ اُنھوں نے مجکو اپنے ارادہ سے اطلاع دی اور چونکہ

مجکو اُن کی قابلیت پر اطمینان تھا، مین نے بہت مسرت سے اُن کے ارادے کا خیر مقدم کیا اُنھون نے ترجمہ کا معتدبہ حصہ میرے پاس بھیجا، اور مین نے اور احباب کی شرکت کے ساتھ اُسکا ایک ایک حرف پڑھا، اور اُن کی اجازت سے کہین کہین عبارت مین دخل و تصرف بھی کیا۔

کتاب کا موضوع اسقدر مشکل ہو کہ اُسکے مطالب کا اُردو مین ادا کرنا نہایت دشوار ہے اسی موضوع پر گیزو کی جو کتاب ہو اور بکل کی کتاب سے آسان ہے، اُسکا عربی مین ترجمہ ہو گیا ہے ہمنے اُس کتاب کو دیکھا ہے اور ہمکو بے تکلف کہنا چاہیئے کہ ترجمہ کے فن مین ہمارے ہندی دوست نے مصری ترجمہ سے مطلقاً بازی جیتی ہے۔

کتاب دو جلدون مین ہے مرحوم نے پہلی جلد کے سات بابون مین سے چھ کا ترجمہ کر لیا تھا انمین سے دو باب کا ترجمہ اسوقت شائع کیا جاتا ہو، مرحوم نے کتاب پر ایک نہایت مبسوط مقدمہ لکھا ہو جس سے انکی قابلیت علمی کا اندازہ ہو سکتا ہو۔ وہ بھی اس ترجمے کے ساتھ ہو۔ باقی ابواب مین سے چھ باب کا ترجمہ تو خود مرحوم نے کر لیا تھا، ساتوین باب کا ترجمہ مرحوم کی یادگار مین اُن کے بعض اعزہ کر رہے ہین، اور یہ سب ایک جداگانہ حصہ کی صورت مین شائع ہوگا، بشرطیکہ پہلے حصہ کے شائع ہو جانے پر اسبات کا ثبوت مل سکے کہ قوم کا علمی مذاق ایسی خشک اور علمی تصنیفات کے خیر مقدم کرنے کے لیے طیار ہے۔

کتاب کے مصارف طبع کی مشکل ہمارے آنریبل سر راجہ علی محمد خان صاحب رئیس محمود آباد نے حل کی ہے جنکی فیاضیان اس قسم کے کامون مین ہمیشہ صرف ہوتی رہی ہین۔

شبلی - ۵ مئی سنہ ۱۹۱۴ء

لکھنؤ

ہنری ٹامس بکل مصنف کتاب

ہنری ٹامس بکل ۲۴ - نومبر ۱۸۲۱ء کو بمقام لی واقع کنٹ پیدا ہوا - وہ ایک دولتمند تاجر کا بیٹا تھا - اُسنے کسی قدر تعلیم اپنے گھر پر پائی اور کسیقدر ڈاکٹر ہالوے کے اسکول گارڈن ہاؤس مقام کنٹش ٹون مین - چونکہ اُسکی صحت ناقص تھی اسلئے زیادہ عرصے تک وہ اسکول مین نہ رہ سکا - لیکن طالب علمانہ حیثیت اُسکے ذاتی انہماک اور انتھک محنت نے جو کہ شوق تحصیل مین وہ کرتا رہا اُسکی اس طرح کی باقاعدہ تعلیمی کمی کو پورا کر دیا - وہ اُن منتخب انسانون مین تھا جنھون نے اپنے ذاتی شوق و محنت سے کمال علمی حاصل کر کے اُن مزاحمتون کا جو کہ اس تحصیل مین پیش آتی رہین دلیرانہ مقابلہ کیا - اُسکے معاصرین مین ایک شخص بھی یورپ مین ایسا نہ تھا جس نے اُسکی سی اعلیٰ درجے کے علمی ذوق کے ساتھ زندگی بسر کی ہو - وہ اپنی کمسنی ہی مین اپنے باپ کے کاروبار تجارت مین داخل کیا گیا لیکن اس کاروبار مین اُسنے کسی طرح کی دلچسپی کا اظہار نہین کیا اور جبکہ اُسکی زندگی کے اٹھارھوین سال اُسکے باپ کی موت نے ایک وافر ذخیرہ دولت کا اُسکے لیے چھوڑا اور اُسے آزادی حاصل ہوئی تو اُسنے اپنی اس آزادی و اطمینان کو ذوق علمی کی نذر کر دیا - اُسنے شادی تک نہین کی - مشاغل تفریح مین سے جو مشغلہ اُسکے انہماک علمی مین حارج ہوتا رہا وہ صرف شطرنج کا مشغلہ

تھا جسمین اُسنے یہ قدرت حاصل کی تھی کہ سارے انگلستان مین وہ اسکے بڑے ماہرون مین تسلیم کرلیا گیا لیکن جب اُسکو یہ احساس ہوا کہ اسکی بدولت اُسکا وقت عزیز بہت ضائع ہوتا ہو تو اُسنے اُسکو قطعاً ترک کردیا۔

اُسنے پہلے سے ایک ڈھانچہ اپنے علمی مشغلہ کا بنا لیا تھا وہ سوچے بیٹھا تھا کہ تمدن انگلستان کی تاریخ بالکل فلسفیانہ اُصول پر مدون کیجائے اور اس کام کے لئے اُسنے اپنی زندگی کو وقف کردیا اُسنے پورے طور پر ارادہ کرلیا تھا کہ اس مسئلہ کے تمام جزئیات جو تکملۂ تاریخ کے ضروری عنصر ہین نہایت وضاحت و بسط سے دکھائے جائین - اور سچ یہ ہو کہ اس اُصول کے مد نظر رہنے سے یہ کتاب نہایت ہی عظیم الشان اور بہت ہی اعلیٰ درجے کی تصنیف سمجھی جاتی ہے - وہ فقط دو جلدین ختم کرسکا پہلی جلد ۱۸۵۷ء مین شائع ہوئی یہ جلد صرف ایک طرح کا توضیحی خاکہ تاریخ تمدن کا ہے دوسری جلد ۱۸۶۱ء مین نکلی اس جلد مین تمدن انگلستان کے علاوہ اسپین و اسکاٹلنڈ کے تمدن سے بھی بحث کی ہو - اسکا ارادہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ تمدن عامہ کے سلسلے مین خصوصیت کے ساتھ اُن ممالک کے تمدن زیر بحث لائے جائین جنمین موجودہ زمانہ کا تمدن پایا جاتا ہو جیسے انگلینڈ جرمن فرانس اسپین - امریکہ - اسکاٹلینڈ - اُسکا منشا تصنیف خاص خاص واقعات تاریخی یا حالات شخصی سے قطع نظر کرکے اس بات کا کھوج لگانا تھا کہ کسی قوم کی تاریخ کا ضروری عنصر کیا ہو اور متمدن اقوام کی ترقی یافتہ حالت کا اصلی گُر کیا تھا - ادھر یہ دونون جلدین مطبع سے نکلکر منظر عام پر آئین اور ادھر اہل علم مین ہلچل پڑگئی - اسکے مطالب پر گو کہ بہت کچھ گفت و شنید ہوئی مگر پھر علی الاتفاق تسلیم کرلینا پڑا کہ اس فن کے متعلق اُسنے عجب طرح کا انوکھا لٹریچر مہیا کیا ہو اور آگے اسکے اعلیٰ درجے کے مذاق علمی اور نازک خیالی کا پتہ ملتا ہو - ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہا جا سکتا ہو کہ جس تعصب سے خود وہ ہمیشہ نفرت ظاہر کرتا رہا اُس سے کبھی وہ اپنے کو پورے طور پر محفوظ نہ رکھ سکا -

اُسنے ۱۸۶۲ء مین بمقام دمشق جہان وہ بغرض حصول تندرستی گیا ہوا تھا انتقال کیا -

ماخوذ از انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا و چیمبرس انسائیکلوپیڈیا -
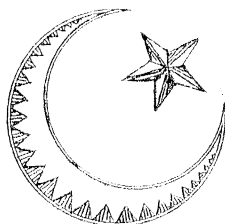
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونصلّے علیٰ رسولہ الکریم

مضامین تمہیدی

زمانۂ حال مین جسقدر کدوکاوش حالات گزشتہ کی تحقیق مین کیگئی ہے اُسنے ایک گروہ کو فن تاریخ سے بدعقیدہ کردیا ہو۔ اس گروہ کی تسکین موجودہ کتب تواریخ سے نہین ہوتی۔ چونکہ زیادہ سے زیادہ اُن سے صرف دوچار ہزار برس کے واقعات اور وہ بھی ناکمل اور غیر مسلسل طور سے معلوم ہوسکتے ہین۔ یہ گروہ عالم اور مافی العالم کے بابت تحریری داستانین پڑھنا نہین چاہتا کیونکہ لکھنے والون کی معلومات ہی کچھ زیادہ اطمینان کے قابل نہین بلکہ وہ خود اشیاء عالم کی زبان حال سے اُنکی رام کہانی سننا چاہتا ہو۔ وہ کرم خوردہ کتابون کی ورق گردانی کے بدلے بوسیدہ استخوانون مین اپنی عقل و دانش کی روح پھونک کر اُن کی سرگذشت معلوم کرنے کا آرزومند ہو۔ وہ سلطنتون کے حالات۔ بادشاہون کے فتوحات اور وزیرون۔ سپہ سالارون کے کارنامجات سے مطلق دلچسپی نہین رکھتا اور اُنکی تحقیق و تفتیش محض تضیع اوقات سمجھتا ہو۔ اُسکے پیش نظر تماشاگاہ عالم رہتا ہو جسمین سب انسان بازیگر دکھتے ہین

اور وہ اس تماشاگاہ اور اُس کے بازیگرون کے حال وقال کا دلدادہ اور تماشائی ہوتا ہی
وہ پوچھتا ہی کہ یہ دُنیا کیونکر پیدا ہوئی ۔ اُسنے کتنے انقلاب دیکھے ۔ انسان اس تماشاگاہ مین کب
آیا اور کس حال سے آیا اور اُسنے وقتاً فوقتاً کیسے کیسے روپ بھرے اور کیا کیا کرتب دکھائے
ظاہر ہی کہ ان سوالات کے جواب مین مروجہ تاریخون سے مدد نہین مل سکتی یہ وہ باتین ہین جو
تاریخ کی ہدایت سے بھی پہلے کی ہین تاریخین صرف عہد تاریخی کے واقعات بیان کر سکتی ہین
نہ کہ مقدم التاریخ کی کارنامے پس ۔ ان سوالات کے جواب اگر ملتے ہین تو صحیفۂ فطرت کے مطالعے
سے صحیفۂ فطرت ہی کا مطالعہ ہمکو اس مقولے کے معنی سمجھاتا ہے کہ "زبان حال فصیح تر ہے
زبان قال سے" صحیفۂ فطرت ہی کی عینک سے ہر ذرے مین آفتاب اور ہر قطرے مین سمندر
نظر آتا ہو صحیفۂ فطرت ہی کے مطالعہ نے یہ ہزار در ہزار علوم تجربیہ و حکمیہ کی بنیاد ڈالی ہے
اور صحیفۂ فطرت ہی کا مطالعہ کرنیوالا درخت کی ایک سبز پتی کو "دفتر کردگار" کا ایک ورق
سمجھتا ہو اور ٹھیکرا مٹی کے ایک ٹکڑے کو تاریخ کے ہزار صفحون سے زیادہ معلومات بڑھانیوالا
ثابت کر دکھا سکتا ہو ۔ افکار انسانی کی یہ ساری گل تراشیان اور بلند پروازیان دنیا کی یہ
تمام بزم آرائیان اسی صحیفۂ فطرت کے مطالعے کی بدولت ہین ۔ یہ خوشحال اور رفاہ
البال شہرون کی آبادیان یہ تہذیب و شائستگی کی رنگ برنگ گلکاریان ایک ادنی کرشمہ ہین
صحیفۂ فطرت کے مطالعے کا ۔ یہ بحر و بر مین پُرخطر سیر و سیاحت اور یہ کوہ و جبل کی بے ضرر مساحت
آسان ہے اسی صحیفۂ فطرت کے مطالعے سے قومون نے اسی مطالعے کی مشق بڑھائی اور
عروج پر پہونچین فتح و نصرت ہمرکاب ہوئی ۔ اقبال سے بہرومند ہوئین اور جب اُس سے
مُنھ موڑا اقبال نے ساتھ واری چھوڑی تنزل نے مُنھ دکھایا ۔ ادبار مین گرفتار ہوئین ۔
تو اب اگر کسی کو نوع انسانی کی ابتدائی سرگذشت دریافت کرنا ہو تو وہ بھی اسی طرف رجوع
کرے اور اگر اسکی ہمت یا فرصت ہو تو اُن اہل تحقیق کے تصانیف پر نظر ڈالے جنھون نے
اپنی عمرین صحیفۂ فطرت کے مطالعے مین صرف کر ڈالی ہین اور مقدم التاریخ عہد مین انسان

کی جو حالت و کیفیت تھی۔ پھر جس طرح اُس کے معاملات بڑھتے اور تعلقات روز بروز پیچیدہ ہوتے رہے۔ جن مدارج کو طے کر کے وہ شائستگی کی منزل مقصود تک پہونچا۔ اور جہان جہان وہ ٹھوکرین کھا کھا کے گرتا رہا اُن سب مراتب کی مفصل اور مشرح روداد قلمبند کی ہے۔ آؤ آج ہم بھی ذرا اس دفتر پارینہ کی کچھ ورق گردانی کرین اور اپنے ناظرین کو وہ داستان سناوین جو ابتک بہت کم کانون نے سُنی اور بہت ہی کم لوگون نے سمجھی ہوگی۔ سب سے پہلے ہم تمدن کے مادۂ اعلیہ سے بحث کرتے ہین۔

تمدن کی تعریف

واضح ہو کہ یہ اصطلاح عام اُن قومون کی حالت کے اظہار کیواسطے بولی جاتی ہے جو وحشیون اور جنگلیون کی بہ نسبت زیادہ ترقی یافتہ ہوتی ہین۔ مثلاً ہم یورپ کی سربرآوردہ قومون کو متمدن کہتے ہین چینیون اور تاتاریون کو کم متمدن سمجھتے ہین اور امریکہ کے اصلی باشندون اور اسٹریلیا والون کو سب سے کم متمدن جانتے ہین۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا شے ہے جو انمین امتیاز پیدا کر رہی ہے۔ اور تمدن سے کیا مراد ہے؟۔

لفظ تمدن کے دو مفہوم ہین۔ کبھی تو اُس سے عام طور پر انسانی ترقی مراد ہوتی ہے اور کبھی خصوصیت کے ساتھ بعض قسم کی ترقیان۔ تمدن کا عام مفہوم یہ ہے کہ جب ہم کسی ملک یا قوم کو زیادہ ترقی یافتہ یا انسانیت اور سوسائٹی کی مخصوص شانون مین زیادہ سربرآوردہ دیکھتے ہین یا منزل کمال و تکمیل مین بہت آگے بڑھا ہوا۔ زیادہ خوش و خرم۔ زیادہ پاک صاف۔ اور زیادہ زیرک و دانا پاتے ہین تو ہم اُسے متمدن کہتے ہین۔ اس حالت مین تمدن کی اصلی معیار انسان کی ایک عمومی ترقی ہوتی ہے۔ لیکن تمدن کا خاص مفہوم یہ ہے کہ اُس سے صرف ایک قطع خاص کی ترقی مراد لیجائے جیسے وحشیون اور جنگلیون کے مقابلے مین ایک دولتمند اور زبردست قوم متمدن سمجھی جاتی ہے جب اس مفہوم مین یہ لفظ بولا جاتا ہے تب تمدن کو صرف محاسن پر محدود نہین کر سکتے بلکہ اُسکے مختلف

اجزا پر نظر ڈالکے اُسکی خرابیان اور صعوبتین بھی بیان کرسکتے ہین - اسی مفہوم کے لحاظ سے مسئلہ زیر بحث ہو کہ بہیئت مجموعی تمدن کوئی اچھائی ہو یا بُرائی یا یہ کہ اُس کے محاسن اُسکے معائب پر غالب ہین یا نہین - اور غالباً کسیکو اسکو تسلیم کرنے مین تامل نہوگا کہ تمدن خود ایک خوبی ہی اور بہت سی خوبیونکا سبب اصلی ہے بلکہ کوئی خوبی ایسی نہین جس سے وہ ربط نہ کہاتی ہو -

اس موقع پر ہم لفظ تمدن کو صرف انھین محدود معنون مین استعمال کرین گے یعنی اُن معنون مین نہین جنمین کہ وہ ترقی کا مترادف ہی بلکہ اُن معنون مین جنمین کہ وہ عکس مقابل ہے وحشیانہ پن اور اُجڈپن کا - وحشیانہ زندگی کی خصوصیات چاہے کچھ ہی ہون اُنکے مقابل خصوصیات یا یون سمجھو کہ وہ صفات جنھین سوسائٹی اپنے جامۂ وحشت کو اُتار کے اختیار کرلیتی ہی انھین سے تمدن ترکیب پاتا ہے - مثلاً ایک وحشی جرگہ مین نفسے چند ہوتے ہین اور وہ بھی ایک بڑے قطعۂ ارض پر بانداز بدوش پھرا کرتے یا پراگندہ رہتے ہین - اور اسوجہ سے غیر متمدن سمجھے جاتے ہین - لیکن انھین کے مقابل ایک گنجان آبادی جو اپنے مقررہ مسکنون مین بود و باش رکھتی اور تعداد کثیر کے ساتھ شہرون یا قصبات مین یکجا رہتی سہتی ہو اُسے ہم متمدن کہتے ہین - وحشیانہ زندگی مین تجارت صنعت وحرفت اور زراعت کے مشغلے یا تو ہوتے ہی نہین یا ہوتے بھی ہین تو ایسے بے اُصول کہ اُنکا عدم و وجود برابر ہوتا ہی - ایسا جو ملک زراعت تجارت اور صنعت وحرفت کے ثمرات سے مالا مال ہو وہ متمدن کہلائیگا - وحشی جرگون مین ہر شخص اپنے واسطے آپ محنت ومشقت کرتا اور اپنے قصے کی خیر مناتا ہے اور باستثناء جنگ وجدل کے موقع کے (اور اُسوقت بھی ناقص طور سے) ہم اُنھین متعدد افراد کے باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ کوئی مشترک کام سر کرتے یا عام طور سے اُنھین ایک دوسرے سے مختلط اور گرم صحبت رہتے خوش ہوتے نہین دیکھتے ہین - لیکن اس کے مقابل جب ہمکو بنی آدم کی ایک بڑی تعداد کسی

غرض مشترک کے واسطے مصروف بکار یا باہمی معاشرت مین ایک دوسرے سے مل جلکے ہشاش بشاش نظر آتی ہی تو ہم اُسے متمدن کہتے ہین - وحشیانہ زندگی مین کسی قانون نظم و نسق اور دادرسی کا یا تو وجود ہی نہین ہوتا یا اگر ہوتا بھی ہی تو بہت ہی کم - اور اس غرض کیلئے اشخاص منفرد ایک دوسرے کی آزار رسانی سے محفوظ رہین سوسائٹی کی متفقہ قوت باقاعدہ طور سے صرف مین نہین آتی بلکہ ہر شخص اپنے قوت و بازو یا اپنی چالاکی پر بھروسہ رکھتا ہے اور جب اس سے کسی موقع پر اُسکا زور نہین چلتا تو اُسپر ایک بیکسی کی سی حالت چھا جاتی ہی - برخلاف اس کے جس جماعت مین سوسائٹی کا نظم اتنا کامل ہو جاتا ہے کہ اُس جماعت کی متفقہ قوت سے ہر ایک فرد کی جان و مال محفوظ اور امن و امان قائم رہتا ہے یعنی یہ کہ جس سوسائٹی مین اشخاص کی کثیر تعداد اس بات پر تیار رہتی ہے کہ اپنی حفاظت کے لیئے صرف معاشرتی انتظامات پر تکیہ کرے اور معمولی حالات اور اکثر اوقات مین اپنے اغراض کی حمایت (خواہ حملہ کرنے یا حملہ روکنے) کے لئے مجرد اپنی ذاتی قوت یا شجاعت سے کام نہ لے تو ہم اُس سوسائٹی کو متمدن کہین گے -

اب جو ہم تمدن کی پہنچی ہوئی حد کی تلاش کرتے ہین تو مختلف خیالات ہمکو آگھیرتے ہین اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس بارے مین بہت سی پیچیدگیان ہین حقیقت مین اس لفظ کا اصلی اشتقاق اطوار انسانی کی اُس شائستگی پر دلالت کرتا ہے جو شہر کے رہنے والون کو اپنے خصائص مین دیہات والون سے ممتاز کرتی ہے - کیونکہ تمدن ماخوذ ہے مدنیّت سے - لیکن اس لفظ کا استعمال اس حد سے بہت متجاوز ہو گیا ہی گیزوٹ نے جو تعریف بیان کی ہی وہ عام طور سے مشتہر ہو گئی ہی اور اُسکا منشاء یہ ہے کہ ہم تمدن کے تحت مین اُس ترقی کو داخل کر سکتے ہین جو انسان نے منفردہ اور متحدہ حالت مین کی ہے لیکن اسمین اصلی دقت یہ ہی کہ لفظ ترقی کے بابت یہ قطعی فیصلہ ہونا چاہیئے کہ اُس سے کیا مراد ہے - کیونکہ ترقی کے مفہوم مین اسقدر اختلاف آراء ہے کہ اُسکی وجہ سے تمدن کی خوبیون اور خرابیونکی

دو مختلف جہتین زیر بحث آگئی ہین اور اب یہ مشکل پڑ گئی ہے کہ خوبیون کو خرابیون سے کیونکر ممتاز کرین۔

یہ مسئلہ یون حل ہو جاتا ہے کہ ہم ترقی کے دو درجے قرار دین۔ ایک وہ جسے انسان اپنے جد وجہد سے طے کرتا ہے اور دوسرا وہ جس کا طے کرنا اُسکے پیش نظر اور مرکوز خاطر ہوتا ہے۔ ہمارے کل ایجادات و انکشافات اور ہمارے تمام جدید انتظامات جو زندگی کے ہر شعبہ مین ہمنے کیے ہین اُنکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمکو وحشیانہ حالت سے بالا اور پھر بالاتر مرتبے پر پہونچاوین۔ اس مقصد کے وجود سے تو کوئی بھی انکار نہین کرتا۔ البتہ جو کچھ گفتگو ہو سکتی ہے وہ اس بارے مین کہ جسقدر جدت طرازیان انسان نے کی ہین اُنمین سے کوئی ایک بھی اصلی ترقی کی حد تک پہونچی بھی ہے کہ نہین۔ اب اگر ہم تمدن کے لفظ کو مجملاً اُن انقلابات اور تبدیلیون مین محدود کر دین جو انسانی زندگی مین اس غرض سے کیگئی ہین کہ انسان ترقی کے اوج کمال تک پہونچے تو اسکی تعریف ایک حد تک قابل تسکین طور سے ہوئی جاتی ہے لیکن ترقی اور اصلی ترقی کا مفہوم اسیطرح متنازع اور محل اختلاف باقی رہا جاتا ہے جیسا کہ تھا۔ بہرنوع۔ سردست ان اختلافات سے قطع نظر کر کے نفس تمدن کو اسطرح

سلہ قریب قریب کل قدیمی متمدن قومون کی تاریخ سے پتا ثابت ہوتا ہے کہ جب اُنھون نے فلسفہ و حکمت کے خزانون پر دسترس پایا تو اُنھون نے انسان کی ترقی کی انتہائی منزل یہ قرار دی کہ وہ ملکوتی صفات حاصل کرے۔ اُنکا پیش نظر صرف یہی بات تھی کہ انسان کے اخلاق اسقدر پاک و پاکیزہ ہو جائین کہ اُس مین جو حیوانی خواہشات اور بہیمی صفات ہین وہ نیست و نابود ہو جائین اور اُسکی روح ملکوتی صفات	سے متصف ہو کے ازیت کے ساتھ مدارج تقرب حاصل کرے۔ آجکل کے زمانے مین اہل مغرب کے تمدن کی غایت صرف اسی عالم اجسام مین انسان کی قوتون کا اسقدر ترقی کرنا ہے کہ عالم و مافی العالم اُس کا مسخر ہو جائے۔ اس وجہ سے بجائے اخلاق کی ترقی کے صرف علم کی ترقی کا ہر طرف چرچا ہو رہا ہے۔ اگلے زمانے مین تحصیل علم کا مقصد بھی صرف تکمیل نفس تھا۔ آجکل کے زمانے مین سودمندی کا خیال سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے

سمجھا سکتے ہین کہ سب سے پہلے وہ اشیاء خارجی جن کا کچھ تعلق انسان کی بقاء نسل اور نمود جسمانی یا اُسکی فلاح و شادمانی سے ہو اور جنکے وجود مین انسان کی کسی کوشش تدبیر کو کچھ دخل نہین اُنکو تمدن کی تعریف سے خارج کر دینا چاہیئے کیونکہ وہ فطری سامان بہبودی (جیسے سرزمین یا آب و ہوا یا کسی نسل کی اذہان و ابدان کی قوت) یا وہ اتفاقات تقدیر جو ہماری کوششون کے لیئے سازوار ہو جاتے ہین یا اشخاص کی وہ پیدائشی چستی و چالاکی یا ہنرمندی جسے کوئی اپنے مین پیدا نہین کر سکتا ہرگز تمدن کے اجزا نہین ہو سکتے اور اسیطرح بداہتہً وہ مسرت و شادمانی بھی تمدن مین داخل نہین جو بعض اوقات ادنی درجے کے غیر متمدن لوگون مین پائی جاتی ہو اور اعلی درجے کے متمدن لوگون مین مفقود ہوتی ہے۔ بلکہ انسان کی زندگی کے سامانون اور انتظامون مین خود اُسکے قواے ذہنی کی مدد یا اُسکے دست و بازو کی کوشش سے جو پائدار اور مستقل تبدیلیان کیجاتی ہین۔ وہی انسانی تمدن کو ترکیب دیتی ہین تو گویا تمدن اُس فلاح اور مسرت کا جس سے ہم بہرہ اندوز ہوتے یا لطف اُٹھاتے ہین وہ نصف حصہ ہے جسے ہمنے خود بنایا اور اپنی جدوجہد سے حاصل کیا ہے۔ ہمکو فطرت نے بہت کچھ عطا کیا ہے لیکن ان فطری عطایا مین تصرفات کرکے بہت کچھ نعمتین خود ہمارے کارگزار قوی ہمارے لیئے مہیا کرتے ہین تو اس حساب سے ہماری خواہشات اور ضروریات سبب ہے اور تمدن اُس کا نتیجہ۔ ہماری سعی و کوشش علت ہے اور تمدن معلول۔

ارکان تمدن

جب تمدن کی عام تعریف یہ قرار پائی تو اُسکی جُدا گانہ شاخون کا بیان کرنا گویا تمدنی زندگی کے ارکان کا بیان کرنا ہوگا۔ انکو ہم مختصر طور پر سے مندرجہ ذیل عنوانون کے تحت مین بیان کر سکتے ہین۔

(۱) فنون حرفت و صنعت یعنی وہ حکمتین جن سے اس لیئے کام لیتے ہین کہ دُنیا کی مادی ساز و سامان اور کارپردازون کو ہم اپنے مقصد مطلب بنا سکین۔ غالبًا اس بارے مین کسی کو حجت نہوگی کہ ان سے اصلی ترقی کی بُنیاد پڑتی ہے۔

(ب) گورنمنٹ یا پولیٹیکل بندوبست کا طریقہ۔ یہی مقام وہ ہو جہان نہایت زور کے ساتھ ہمکو اسکا یقین ہوتا ہے کہ تمدن اور ترقی مطلق کوئی امتیازی امر ہے یعنی وہ ترکیبین جو حصول ترقی کے واسطے اختیار کیجاتی ہین انئین اور واقعی ترقی مین بڑا فرق ہے۔

(ج) باہمی میل جول کے بڑہانیوالے فنون جنمین سلسلۂ آمد و رفت اور رسل و رسائل اور مجامع عام کے اجتماع کے آئین و ضوابط داخل ہین اور نیز زندگی کے دیگر ادب آداب۔

(د) تہذیب اخلاق کا جو دستور العمل کسی جماعت مین مسلّم ہوتا ہے وہ بھی اُسکے تمدن سے واسطہ رکھتا ہے لیکن اس بارے مین بھی جب ہم مختلف ملکون اور مختلف زمانون اور قرنون کا مقابلہ کرتے ہین تو بڑا اختلاف رائے پاتے ہین حقیقت مین اخلاق کم و بیش مذہب کا ایک جزو رہا ہے اور مذہب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ صرف متمدن گروہون سے واسطہ رکھنے والا ہے۔ چاہے اُسے لوگون نے خود ایجاد و اختراع کیا ہو چاہے مافوق الفطرۃ رسالت نے قائم کیا ہو۔ بہرحال کل مذاہب مین ایک جزو ایسا ضرور شامل ہو گیا ہے جو بالکل انسان کا ساختہ و پرداختہ ہے اور اُسکا معیار یہی ہے کہ وہ کسقدر انسان کے فلاح و بہبود کے ترقی دینے پر سوسائٹی کے دیگر انتظامات کیطرح مائل ہے۔

(ہ) سائنس (علوم تجربیہ) تمدن کا یہ جزو ترکیبی ایسا ہے جس کے بابت بہت ہی کم اختلاف و مناقشہ ہے۔

(و) لٹریچر (علوم ادبیہ) اور فنون لطیفہ۔ یہ بھی انسانی تمدن کے اجزا ہین۔ لیکن یہ ایک جدید مجموعہ ہوا اُن تفریحون اور مسرتون کا جو صرف حواسون کی خستگی مٹانے اور تسکین و تسلی حاصل ہونے پر مستزاد ہو گئی ہین اور اُنکی نوعیت اس طرح ہے کہ اُن سے بڑے بڑے گروہ ایک ساتھ حظ اُٹھا سکتے ہین۔ کیونکہ ان سے جو نتائج پیدا ہوتے ہین اُنکا مقصد انسان کے مایحتاج کو فراہم کرنا نہین ہوتا۔ اسی وجہ سے بجائے رشک و رقابت کے

جو کھانے پینے - مال و دولت - اور اقتدار و قوت کی کوشش اور کشاکش کے لیے
لازمی ہین یہ فنون نفیسہ باہمی معاشرت اور ابنائے جنس مین صلۂ رحم اور ہمدردی کو بڑہاتے
ہین مثلاً فن تعمیر - فن نقاشی و مصوری فن شاعری اور فن موسیقی مین جس قدر اضافہ
کیا جاتا ہے وہ نتیجہ ہوتا ہے انسانی ذکاوت طبیعی کا اور اسکا مقصد انسان کو راحت
و مسرت پہونچانا ہوتا ہے لیکن اس نتیجے کے لازمی ہونے پر عام اتفاق آرا نہین ہے
کیونکہ بعض اقسام فنون صنعت و حرفت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نفس کے گندہ
کرنیوالے ہین [1] پس - بحالت مجموعی یہ رائے صحیح ہے کہ ایسے فنون مین بہت زیادہ
انہماک انسانی طبیعت کے اس ٹھیک موازنہ کو معرض خطر مین ڈالدیتا ہے جو زندگی
کے اہم مقاصد کے واسطے لازمی ہے -

متذکرۂ صدر بیان سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمدن کی تعریف کیونکر کرنا چاہیے اور
کن اجزائے ترکیبی سے وہ مرکب ہوتا ہے - اب ہم ان خطرات پر نظر ڈالتے ہین جو ترقی
کرنیوالے تمدن کے نہایت نمودار نتائج ہین -

خطرات تمدن

تمدن کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ قوت اور اقتدار اشخاص منفرد اور
چھوٹی چھوٹی جماعتون کے ہاتھون سے نکل کر جمہور عوام کے ہاتھون
مین پہنچ جاتے اور روز بروز عوام الناس کا زور بڑھتا اور افراد واحد کا زور گھٹتا ہے
تمدن کی ظاہری ترقی سے ایک شخص واحد کی قوت - وجاہت اور اہمیت بمقابلۂ جمہور
کے بہت زیادہ بے حقیقت ہوجاتی ہے - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نوع انسانی مین
اقتدار اور قوت کے حاصل ہونے کے دو ابتدائی سبب ہین - اولاً جائداد اور دولت
اور دوسرے نفس کی وہبی قوتین اور کسبی کمالات - اور یہ دونون تمدن کی بالکل ابتدائی
حالت مین صرف چند افراد خاص کے قبضے مین ہوتی ہین - سوسائٹی کے اوائل حال

[1] اسی لیے حکماے مشرق نے انھین فنون مین سے بعض کو شریفہ کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو خفیفہ کے ساتھ -

مین جمہور عوام بالکل پستی اور کمزوری مین ہوتے ہین اور اُنکی قوت کا وجود بھی نہین
ہوتا کیونکہ دولت اور طبعی ذکاوت صرف ایک قلیل حصّہ جماعت مین محدود ہو جاتی ہو
اور اُس حلقے سے باہر اُسکا پتہ نشان بھی نہین ہوتا۔ اگر کہین طبقۂ عوام مین تھوڑا بہت
اُسکا وجود ہوتا بھی ہو تو چونکہ عوام الناس متحد ہو کے کسی کام کے سرانجام دینے کی
قابلیت نہین رکھتے اس لیئے اُن لوگون کے مقابلے مین جو بڑے حصّہ کا اجارہ لیے ہوتے
ہین نہ اُن کا کچھ بس چلتا ہے نہ وہ سر اُٹھا سکتے ہین اور اسوجہ سے باوجود تھوڑی بہت
دولت یا ذکاوت کے وہ کسی ایسے درجے پر نظر نہین آتے جس سے اُن کے طبقے والے
کچھ عمدہ حالت مین سمجھے جا سکین۔ اب یہ تمدن کا کام ہے کہ وہ عوام الناس کے زور
کو بڑھائے اور بجائے افراد واحد کی عام جماعت کو قوی و مقتدر بنائے۔

دوسرا بڑا اثر تمدن کا یہ ہے کہ وہ متفرق افراد کا ایک مجموعہ تیار کرے اور اُس
مجموعہ کو متحد کر کے اُسے با اثر بنائے۔ اگر تم ایک وحشی کی حالت پر نظر کرو گے تو تمکو معلوم
ہوگا کہ اُسے جسمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اُسمین دلیری و مردانگی بھی پائی جاتی ہو
اور ہمت و عزیمت بھی۔ اکثر اوقات وہ ہوش گوش بھی رکھتا ہے اور اپنے نفع نقصان
اور سود و زیان سے بھی باخبر رہتا ہے لیکن باوجود اسکے اسکی اُس حالت مین کوئی
خامی اور کوئی کمی ایسی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے کل وحشی جرگے غریب اور
کمزور ہوتے ہین۔ وہ کمی کیا ہے۔ وہی ہے جس کے سبب سے شیر اور بھیڑیئے (باوجود
قوت و قدرت) ہمیشہ سے نوع انسانی کو نیست و نابود کر دینے مین قاصر رہے۔
یعنی اُنمین متحد ہو جانے کی قابلیت کا نہ ہونا یہی ایک کمی ایسی ہے جو ان وحشیونکو
افلاس مین رکھتی اور زور پکڑنے نہین دیتی ہے۔ یہ صرف متمدن اشخاص اور مجموعہ
اشخاص کا کام ہو کہ وہ متحد ہو سکتے ہین حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک اتحاد مین ایک
سمجھوتا ہوتا ہے یعنی ایک غرض مشترک کے واسطے اپنی نفسانی خواہش کے ایک

جو کھانے پینے۔ مال و دولت۔ اور اقتدار و قوت کی کوشش اور کشاکش کے لیئے لازمی ہین یہ فنون نفیسہ باہمی معاشرت اور ابنائے جنس مین صلۂ رحم اور ہمدردی کو بڑہانیوالے ہین مثلاً فن تعمیر۔ فن نقاشی و مصوری فن شاعری اور فن موسیقی مین جس قدر اضافہ کیا جاتا ہے وہ نتیجہ ہوتا ہے انسانی ذکاوت طبیعی کا اور اُسکا مقصد انسان کو راحت و مسرت پہونچانا ہوتا ہے لیکن اس نتیجے کے لازمی ہونے پر عام اتفاق آرا نہین ہے کیونکہ بعض اقسام فنون صنعت و حرفت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نفس کے گندہ کرنیوالے ہین۔ پس۔ بحالت مجموعی یہ رائے صحیح ہے کہ ایسے فنون مین بہت زیادہ انہماک انسانی طبیعت کے اُس ٹھیک موازنہ کو معرض خطر مین ڈالدیتا ہے جو زندگی کے اہم مقاصد کے واسطے لازمی ہے۔

مندرجۂ صدر بیان سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ تمدن کی تعریف کیونکر کرنا چاہیئے اور کن اجزائے ترکیبی سے وہ مرکب ہوتا ہے۔ اب ہم اُن ثمرات پر نظر ڈالتے ہین جو ترقی کرنیوالے تمدن کے نہایت نمودار نتائج ہین۔

ثمرات تمدن

تمدن کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ قوت اور اقتدار اشخاص منفرد اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ہاتھوں سے نکل کر جمہور عوام کے ہاتھوں مین پہنچ جاتے اور روز بروز عوام الناس کا زور بڑھتا اور افراد واحد کا زور گھٹتا رہتا ہے تمدن کی فطری ترقی سے ایک شخص واحد کی قوت۔ و باعث اور اہمیت بمقابلۂ جمہور کے بہت زیادہ حقیقت ہو جاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نوع انسانی مین اقتدار اور قوت کے حاصل ہونے کے دو ابتدائی سبب ہین۔ اولاً جائداد اور دولت اور دوسرے نفس کی ذہنی قوتین اور کسبی کمالات۔ اور یہ دونون تمدن کی بالکل ابتدائی حالت مین صرف چند افراد خاص کے قبضے مین ہوتی ہین۔ سوسائٹی کے اوائل حال

لہ اسی لیئے حکماء مشرق نے انھین فنون مین سے بعض کو شریفہ کے ساتھ متصف کیا ہو اور بعض کو کثیفہ کے ساتھ ۱۲

مین جمہور عوام بالکل پستی اور کمزوری مین ہوتے ہین اور اُنکی قوت کا وجود بھی نہین ہوتا کیونکہ دولت اور طبعی ذکاوت صرف ایک قلیل حصہٗ جماعت مین محدود ہو جاتی ہی اور اُس حلقے سے باہر اُسکا پتہ نشان بھی نہین ہوتا۔ اگر کہین طبقہٗ عوام مین تھوڑا بہت اُسکا وجود ہوتا بھی ہی تو چونکہ عوام الناس متحد ہو کے کسی کام کے سرانجام دینے کی قابلیت نہین رکھتے اس لیئے اُن لوگون کے مقابلے مین جو بڑے حصّہ کا اجارہ لیے ہوتے ہین نہ اُن کا کچھ بس چلتا ہے نہ وہ سر اُٹھا سکتے ہین اور اسوجہ سے باوجود تھوڑی بہت دولت یا ذکاوت کے وہ کسی ایسے درجے پر نظر نہین آتے جس سے اُن کے طبقے والے کچھ عمدہ حالت مین سمجھے جا سکین۔ اب یہ تمدن کا کام ہے کہ وہ عوام الناس کے زور کو بڑہائے اور بجائے افراد واحد کی عام جماعت کو قوی و مقتدر بنائے۔

دوسرا اثر یا ثمرہ تمدن کا یہ ہے کہ وہ متفرق افراد کا ایک مجموعہ تیار کرے اور اُس مجموعہ کو متحد کر کے اُسے با اثر بنائے۔ اگر تم ایک وحشی کی حالت پر نظر کرو گے تو تمکو معلوم ہو گا کہ اُسے جسمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اُسمین دلیری و مردانگی بھی پائی جاتی ہی اور ہمت و عزیمت بھی۔ اکثر اوقات وہ ہوش گوش بھی رکھتا ہے اور اپنے نفع نقصان اور سود و زیان سے بھی باخبر رہتا ہے لیکن باوجود اسکے اسکی اُس حالت مین کوئی خامی اور کوئی کمی ایسی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے کل وحشی جرگے غریب اور کمزور رہوتے ہین۔ وہ کمی کیا ہے۔ وہی ہے جس کے سبب سے شیر اور بھیڑیے (باوجود قوت و قدرت) ہمیشہ سے نوع انسانی کو نیست و نابود کر دینے مین قاصر رہے۔ یعنی اُنمین متحد ہو جانے کی قابلیت کا نہونا۔ یہی ایک کمی ایسی ہے جو ان وحشیونکو افلاس مین رکھتی اور زور پکڑنے نہین دیتی ہے۔ یہ صرف متمدن اشخاص اور مجموعہٗ اشخاص کا کام ہی کہ وہ متحد ہو سکتے ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک اتحاد مین ایک سمجھوتا ہوتا ہے یعنی ایک غرض مشترک کے واسطے اپنی نفسانی خواہش کے ایک

حصّے سے درگزر کرنا ہر ایسے شخص کے واسطے ضروری ہوتا ہے جو باہم سمجھوتا کرنا چاہتا ہے۔
چونکہ ایک وحشی یہ برداشت نہین کر سکتا کہ کسی غرض کے واسطے بھی اپنے حظِّ نفس سے
درگزر کرے۔ نہ اُس کے معاشرتی جذبات کبھی عارضی طور سے بھی اُسکی نفسانی خواہشات
پر غالب آسکتے ہین نہ اسکے رجحانات طبیعی اُس کی انجام بینی کی وجہ سے گھٹ بڑھ
سکتے ہین۔ عاقبت اندیشی وہ نہین جانتا جبر نفس کے فوائد کی اُسے خبر نہین ہوتی۔
پس وہ بات جو دوسرے کی رضاجوئی کے واسطے ضروری ہوتی ہے اُس کے دل
سے دور رہتی ہے۔ یہی حالت جو فرداً فرداً ہر ایک وحشی کی ہوتی ہے اُن کے مجموعہ
کی بھی ہوتی ہے۔ پس جسقدر کوئی گروہ وحشت سے قریب تر ہوتا ہے اُسی قدر وہ متحد
ہوکے کام کرنیسے دور تر رہتا ہے چنانچہ غیر متمدن قومون کے حالات سے اسکا بین
ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ غیر متمدن اقوام کبھی جنگ و جدل مین متمدن قومونسے سبقت
نہ لیجا سکین اور ہمیشہ اُن کے مقابلے مین زک اُٹھاتی اور شکست کھاتی رہین۔ اور سوا
متمدن قومون کے اور کسی قوم مین اتحاد و اتفاق کی شان پیدا ہو سکی دور کی مثال
کو کیون لو۔ ہندوستان ہی کی دیسی ریاستون کو دیکھو کہ اُنھین منفردہ حالت مین
ایک ایک کرکے انگریزی قوم نے (بہ سبب اپنے افضل تمدن کے) فتح کر لیا۔ اور
جسوقت فرانس نے ٹرکی پر حملہ کرنا چاہا اُسی وقت ٹرکی نے (جو تمدن کے لحاظ سے
فرانس کا ہم پلہ تھا) روس سے صلح کر لی۔ اسطرح وہ فتوحات جن کے واسطے ایک بڑی
سے آزاد افراد کی جماعت کثیر کے برضامندی متحد ہونکی ضرورت ہوتی ہے ہمیشہ اُن قومونکی سوا جو
اعلیٰ درجہ کی متمدن تھین اور قومونکی ہاتھون ناکام رہین۔ پس نہ صرف افراد مین بلکہ اقوام مین بھی کسی
بڑی مہم کے سر کرنے یا کسی زبردست حریف سے سربر ہونے کے واسطے تمدن اور
اعلیٰ درجے کے تمدن کی ضرورت ہے اور اقوام عالم کی تاریخ اسپر شاہد ہے کہ جب
دو ملکون یا قومون مین باہم مقابلہ یا مجادلہ ہوتا ہے تو فتح کا سہرا اُسی کے سر رہتا ہے۔

جو بلحاظ تمدن فائق ہوتا ہی۔ یہ ملکی اور قومی نہین تعداد افراد کی تناسب سے طے نہین ہوتین بلکہ اُن افراد کی نسبتی قابلیت۔ اُنکین باہم متحد ہوجانے اور اپنی مشترکہ غرض پر اپنے ذاتی خواہشات کے فدا کرسکنے کی صلاحیت سے تصفیہ پاتی ہین۔

تمدن کی ابتدا

تمدن کی ابتدا بیان کرنیسے پیشتر یہ امر تنقیح طلب ہے کہ خود انسان کی ابتدائی حالت کیا تھی اور اُسنے انفرادی اور مجموعی حالت مین کیونکر رفتہ رفتہ ترقی کی۔ اس بارے مین اہل یورپ نے جسقدر تحقیقات کی ہے اُسکے بیان کرنیکے واسطے اس مقام پر یہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ علوم حکمت کی تقسیم مین اس بحث کو کس علم سے سروکار ہے۔

تقسیم علوم

واضح ہو کہ علمائے زمانۂ حال نے علوم کی جو تقسیم کی ہے اُسمین انسان کی ہدایت کا حال انتھراپالوجی (علم الانسان) کا موضوع قرار دیا ہے۔ یہ علم وہ ہی جو انسان کی تاریخ طبیعی (نیچرل ہسٹری) سے بحث کرتا ہے اور علوم کی عام تقسیم مین اسکا مرتبہ زوالوجی (علم حیوانات) کی اعلیٰ ترین شاخ کے طور پر ہے۔ اور زوالوجی خود بیالوجی (علم اشیاء ذی روح) کی اعلیٰ ترین شاخ ہے۔ اب انتھراپالوجی کو متعدد ایسے علوم تجربیہ سے مدد ملتی ہے جو میدان علم مین برسر خود آزادی کا پھریرا بلند کیئے ہوئے ہین۔ مثلاً اناٹومی (علم تشریح اعضا) اور فزیالوجی (علم حرکات وخواص اعضا) مین جسم انسان کی وضع وہیئت اور اُنکے افعال وخواص سے بحث کیجاتی ہے۔ پھر سائکالوجی (علم النفس) کا کام یہ ہے کہ وہ نفس ذہن انسانی کے افعال وحرکات کی تحقیق کرتی ہی۔ اور فائلالوجی (علم اللسان) زبان کے عام اصول اور اُن تعلقات سے بحث کرتی ہے جو مختلف اقوام وممالک کی السنہ مین ہوتی ہین۔ اتھکس (فلسفۂ اخلاق) کا موضوع انسان کے فریضہ اور اپنے ہمجنسون کے ساتھ معاملت کرنے کی آئین وضوابط ہین اور آخر مین سوشیالوجی (علم مجلس یا فن شائستگی) کے تحت مین علوم تجربیہ علوم ذہنیہ

فنون لطیفہ آراء خیالات معتقدات۔ مراسم اور آئین و قوانین وغیرہ کی بدایت
اور نشو و نما پر غور کیا جاتا ہے۔ اور ان سب کی وقتاً فوقتاً ترقی کچھ تو براہ راست تاریخ کی شہادت
سے نمودار ہوا اور تاریخ کی حد سے آگے بڑھکے ہماری جو کچھ معلومات ہے وہ اُن
قیاسات پر مبنی ہے جو زمانہائے قدیم اور انقطاع دور اُفتادہ کی یادگارون پر لگائے
گئے ہین اور جن مین معنی نہانا علم طبقات الارض اور علم مقدم التاریخ آثار قدیمہ (یعنی
وہ آثار و یادگار جو عہد تاریخ سے پیشتر زمانے کی ہے) کے محققین کا کام ہے۔

بدایت انسان

نوع انسان کی تاریخ لکھنے والے محققین مین جہان اُسکی ابتدائے
آفرینش کے مسئلے پر بیحد قیل وقال ہے وہان اس مسئلے پر بھی کچھ
اختلاف ہے کہ انسان کس حالت اور صورت سے پیدا ہوا۔ کن قواے عقلی و
دماغی سے مرتب اور مسجل ہوکے دُنیا مین آیا۔ انسانی جماعتین جو اب متمدن نظر
آتی ہین انکے تمدن کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ وحشی جرگے جو آج
بالکل غیر متمدن ہین کیا یہ سدا سے ایسی ہی ہین۔ کیا کبھی یہ اس سے بہتر حالت
مین اور متمدن تھے اور اب ادبار مین پڑکے ایسے غیر متمدن ہوگئے ہین یا یہ ہنوز
اپنی بدو فطرت پر ہین۔ آیا زمانۂ تمدن مقدم ہے یا زمانۂ وحشت۔ اس مسئلہ مین دو فریق
ہوگئے ہین اور وہ اپنی اپنی جگہ پر جُداگانہ فیصلے کر چکے ہین۔ اور جسطرح بدایت
انسان کے بارے مین فی الحال مسئلۂ ارتقا پر عام رائے مائل ہو رہی ہے اُسی طرح
تمدن انسان کے بارے مین بھی ارتقا کا نظریہ بہت رواج پا رہا ہے۔

مسئلہ ارتقا

انسان کی ابتدائی آفرینش کے بارے مین حکماء متقدمین نے جو کچھ
رائے قائم کی ہو اُس سے بحث نہین۔ اُنیسوین صدی کے یورپ
مین ڈاروِن نے جو نظریہ قائم کیا ہے اسکا ماحصل یہ ہے کہ انسان ایک ترقی کردہ
جانور ہے۔ اس نظریہ کو ایوُلوُشن تھیوری (نظریۂ ارتقا) کہتے ہین۔ ڈاروِن اور

اُسکے نقش قدم پر چلنے والے پروفیسر ہکسلے نے اس نظریہ کو نہایت زور شور اور دھوم دھام سے ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ہنوز اُنکے دلائل تکمیل کو نہین پہونچے ہین اور سلسلۂ استدلال کی بہت سی کڑیان علم انسانی کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ثبوت مزید کی محتاج ہین لیکن مدعیون کو یہ دعوی ہے کہ جسوقت سائنس مین ترقی ہوگی اور انسان کا علم بڑہیگا اُسوقت وہ کڑیان بھی ثبوت مزید کے ملجانیسے مضبوط ہوجائینگی۔ سردست جسقدر دلائل پیش کیئے گئے ہین اُن کی آب وتاب نے اہل نظر کی نگاہین خیرہ کردی ہین اور عام طور سے یہی رائے مقبول ہورہی ہے۔ اور نہ صرف بدایت انسان بلکہ تمدن کی ابتدائی نشوونما کے بارے مین بھی ترقی اور روزافزون ترقی کا ہر شخص قائل ہورہا ہے۔

تمدن کی ابتدا پر اختلاف

تمدن انسان کے بارے مین اہل تحقیق کے باہمی اختلاف نے جو مختلف دلائل وبراہین پیش کیئے ہین اُن پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے تاکہ کوئی صحیح رائے قائم ہوسکے۔ اہل تحقیق مین ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ انسان کی ابتدائی حالت جہالت ووحشت کی تھی اور یہ کہ مرور ایام سے اُسنے رفتہ رفتہ تمدن کے مدارج طے کیئے۔ اُنکے نزدیک انسان کی کل تاریخ اُسکی ترقی کا ایک دور ثابت کررہی ہے اور اگرچہ بعض اوقات قرنون اور صدیون تک بعض قومین ایک حالت پر ٹھہری رہین یا پستی مین گرتی چلی گئی ہین لیکن بحالت مجموعی نوع انسانی رفتار ہمیشہ ترقی کی جانب مائل رہی ہے۔ یہ گروہ نظریہ ہبوط کا مدعی ہے اور بجائے ترقی کے انسانی رفتار کو تنزل کی جانب مائل سمجھتا ہے۔ اسکے برخلاف محققین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ انسان ابتدائی حالت مین بھی بالکل ویسا ہی تھا جیسا اب ہے اور اگرچہ اُسوقت اُسے علوم حکمیہ اور فنون نفیسہ کا بالکل علم نہو لیکن اُسکے قوائے ذہنی و عقلی کسی طرح سے کمتر درجے کے نہ تھے اور اسی وجہ سے وہ لوگ سمجھتے ہین کہ زمانۂ موجود

کے وحشی لوگ اپنے سے زیادہ متمدن لوگونکی بگڑی ہوئی یادگارین ہین - چنانچہ اس فریق کے ایک بڑے حامی ڈیوک آف آرگائل کی یہ رائے ہے کہ "انسان اپنے نہایت اعلیٰ درجۂ تمدن اور شائستگی کی حالت مین بھی نہایت پستی اور تنزل مین پہونچنے کی استعداد رکھتا ہے - اُسکا علم زائل ہوسکتا اور اُسکا مذہب چھوٹ سکتا ہے" لیکن سر جان لیوبک (لارڈ آبری) دوسرے فریق کے زبردست وکیل کی رائے ہے کہ "بیشک شخصی حیثیت سے یہ رائے قابل قبول ہے لیکن نوعی یا جنسی حیثیت سے ہرگز تسلیم نہین کی جاسکتی اُنکے نزدیک یہ رائے کہین زیادہ معقول اور صحیح ہے کہ اگر انسان کی پوری گزشتہ تاریخ پر ہم غور کرین جو آثار قدیمہ کی تلاش و تجسس اور تحقیق و تفحص کا نتیجہ ہے تو ہم اس بات کے دیکھنے مین قاصر رہین گے کہ اس سب سے یہی بات منکشف ہوتی ہے کہ ترقی کا ایک بہت بڑا منصوبہ تھا جو پورا ہوا ہے اور باوجود جزئی زوال اور انحطاط کے اُسکا آل کار ایک دائمی و ابدی ترقی کن تمدن اور انسان کے اعلیٰ اور پاکیزہ قویٰ کا بتدریج نشو و نما پانا رہا ہے اور خداے برتر کی قوت و شوکت جبروت و عظمت اور حکمت و مصلحت کی ایک صورت مثالی ہمیشہ اُسکے پیش نظر رہی ہے"

پھر کیف نظریۂ ہبوط کے حامی اس بات کو بہت بڑی دلیل سمجھتے ہین کہ وحشیو نمین ازخود ترقی کی جانب مائل ہونے کی کوئی خاص قوت نہین ہوتی اور نہ اس بات کا کوئی بیّن ثبوت ملتا ہے کہ اُنھون نے کبھی ازخود ترقی کی بعض قومون کی ٹھہری ہوئی حالت دیکھتے ہوئے یہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اُنمین ترقی کا مادّہ ہی نہین - لیکن یہ ٹھہری ہوئی حالت نہ ترقی کا میلان ثابت کرتی ہے نہ تنزل کا - البتہ اسکے مقابل دوسرا فریق یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ جن مقامات پر وحشی قومین آباد ہین وہان آثار قدیمہ کے محققین نے بجد کد و کاوش سے بھی کوئی ثبوت گذشتہ تمدن کا نہین پایا - طبقات زمین کھود ڈالے گئے لیکن نہ وہان ایسے حیوانات کی ہڈیان ملین نہ ایسے نباتات کا نشان نظر آیا جنھین انسان

اپنے تمدّنی حالت مین پالنا پرورش کرتا یا بوتا لگاتا ہے۔ تو وہان ایسے ظروف نکلے جن سے پچھلی متمدن حالت کا کچھ کھوج ملتا۔ اور یہ ممکن نہین معلوم ہوتا کہ کوئی قوم اپنے تہذیب و تمدّن کے ساتھ برتن بنانا۔ درختون کا لگانا اور جانورون کا پالنا بھی بھول جائے کیونکہ یہ ایسی روزمرّہ ضرورت کی چیزین ہین جن کی ہمیشہ حاجت ہوا کرتی ہے۔ اور اُنکی ضرورت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ برقرار رہین۔ اسیطرح سوت کا تنا۔ کپڑے بُننا اور تیر و کمان استعمال مین لانا بھی ایسے کام ہین جنکو کبھی کوئی قوم بھول نہین سکتی۔ لیکن بہت سی وحشی قومین ان کامون سے ناواقف ہین۔ اسیطرح بہت قومین ایسی ہین جنمین تعمیر عمارات کا کچھ خیال ہی نہین اور بہت وہ ہین جو بالکل لامذہب ہین اور جنکی لامذہبی ایک قوی دلیل اُنکی اصلی اور جبلّی وحشت کی ہی کیونکہ یہ کبھی خیال ہو نہین سکتا کہ کوئی قوم مذہب ایسی دلکش اور دلنشین چیز کو کبھی دل سے فراموش کردے۔ مذہب ہی وہ شے ہی جس سے انسان کے دلمین بیم و رجا کا مستحکم خیال پیدا ہوتا۔ نجات والٰہی کا سبز باغ ہمیشہ پیش نظر رہتا اور نکوکاری کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔ اُس کے عقاید دلنشین ہوتے ہین اور دُکھ درد مین اُسکی تسکین کا مرہم اکسیر صفت ثابت ہوتا ہے۔ حتی کہ اُسکی اسی دلکشی اور حیات بخشی کے سبب سے ایک گروہ ایسے انصار و مددگار حامیون کا پیدا ہوجاتا ہے جو اُسکے نام پر اپنی جانین ہتھیلی پر لیئے پھرتا اور اُس کے پیرؤون کی تعداد بڑہانے کے لیئے سر کا پسینہ پانون تک لاتا ہے۔

اب دیکھنے کی یہ بات ہی کہ آیا وحشی قومون ترقی کی کچھ علامتین ملتی ہین یا نہین۔ یہ بھید ہمکو مختلف سیاحون اور دنیا کی سیر کرنیوالون کے اسفار و مشاہدات سے کھلتا ہے۔ ہمکو اسکی متعدد مثالین ملتی ہین کہ مختلف وحشی جرگے نئی نئی کارآمد باتین سیکھنے لگے ہین۔ بہتیرے جو فلزات کے استعمال اور قدر قیمت سے ناواقف تھے اور جن کی ناواقفیت کو ایک سیّاح نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا ایک زمانہ کی بعد فلزّات کی قدر پہچانتے اور اُنھین

کام مین لانے لگے اور زمانہ مابعد مین دوسرے سیاحون نے اسے معائنہ کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ترقی کی جانب مائل ہین۔

پھر مختلف وحشیون کی زبانون سے بھی اُنکی اصلی اور جبلّی وحشت اور استعداد ترقی کا ثبوت ملتا ہے اور اسیطرح اُنکے مختلف اُمور کی بابت اُنکی معلومات سے بھی۔ مثلاً اعداد و شمار کے معاملے مین بعض وحشی قبیلے ایسے ہین جن کے یہان دس تک کی گنتی کے نام نہین اور اکثرون کے یہان بہتیری اشیا کا کوئی جنسی نام نہین۔ جیسے مختلف جانورون رنگون پھولون اور پھلون کے نام جُدا جُدا تو ہین لیکن سب کو ملا کے ایک لفظ سے نہین پکارتے۔ یعنی جانور۔ رنگ۔ درخت۔ پھول۔ پھل کے مقابل الفاظ نہین کہ جنسے مفہوم کلی ادا ہوسکے۔

اب یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بنی آدم مین بعض مراسم ایسے عالمگیر ہین جن سے یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ انسانی طبیعت اُنھین اضطراراً اختیار کیے ہوئے نہین ہے بلکہ چونکہ وہ سب ایک مبدء سے ظہور پذیر ہوئے ہین اس لیئے اُن مراسم کی پابندی اُنکی سرشت یا جبلت مین ہے۔ مثلاً کسی کی چھینک پر یرحمک اللہ۔ یا اسی کے ہم معنی الفاظ بولنے کی رسم بہت قدیم ہے اور نہایت دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس سے کم از کم یہ بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ متمدن قومین بھی کبھی اُس جہالت و وحشت مین رہ چکی ہین جسمین اُنکی بہتیرے ہمجنس ابتک مبتلا ہین۔ دیکھیے۔ صرف یورپ ہی مین نہین بلکہ ارض یہود ا۔ شام۔ مصر۔ اور ہندوستان تک مین عہد حجر[1] کی بہت سی نشانیان ابتک قائم ہین اور پتھر کے برتن اور چھری۔ چاقو وہان ہنوز مروج ہین۔ مصریون اور یہودیون کے رُہبان و قسیس اب بھی پتھر کے چھری چاقو استعمال مین لاتے ہین اور یہ صرف اسوجہ سے کہ ایک زمانے مین یہی چیزین اُن کے آبا و اجداد استعمال

[1] عہد حجر کا بیان آگے آئے گا۔

کرتے تھے کیونکہ اُسوقت فلزات کے ظروف و آلات کے تیار کرنے کا کسی کو خیال ہی نتھا
اَب مرورِ ایّام سے قدامت نے اس رسم کو تقدس کا لباس پہنا دیا ہی اور مقتدایان مذہبی
کو اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس رسم دیرینہ کو چھوڑ کے کسی بدعت کے مرتکب ہون - اسی طرح
عورتون اور مردون کے تعلقات اور رشتے ناتے کے خیالات کو ترقی ہوئی ہے جسقدر
وسعت شایستہ قومون نے ان معاملات کو دی ہے اور جیسی کچھ اصلاح اور ترمیم وقتاًفوقتاً
اس بارے مین کیگئی ہے وہ خود کافی شہادت اس بات کی ہے کہ متمدن قومین کیسی بُری حالت
مین ترقی کر کے آئی ہین -

نظریہ ہبوط کی حامی ڈیوک آف ارگائل کی رائے ہو کہ انسان کی ابتدائی حالت تہذیب
و تمدن کی تھی - اُنکے نزدیک یہ قومین جو آج وحشی اور غیر متمدن نظر آتی ہین یہ اُن ذات
برادری سے خارج کیئے ہوئے لوگونکی اولادین ہین جن کو بوجہ اُنکے ادبار و نکبت کی لوگون
نے اپنے سے جُدا کر کے جنگلون اور پہاڑون کی طرف ہنکا دیا تھا - لیکن اس رائے پر
یہ بہت صحیح اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اول تو عہد تاریخی کے شروع ہونیسے بھی کچھ مدّت پیشتر
تک یہی لوگ جو خارج البلد کہے جاتے ہین تمامی امریکہ شمالی وجنوبی - شمالی یورپ - افریقہ
کے ایک بڑے حصّے - برّاعظم اسٹریلیا - ایشیا کے ایک بڑے حصّے اور بحر الکاہل کے خوشنما
جزائر مین آباد تھے یعنی دُنیا کی آبادی مین بہت بڑا حصّہ ایسے ہی وحشیون سے بسا ہوا
تھا اور بہت ہی تھوڑے حصّے مین جابجا آثار تمدن پائے جاتے تھے - جس سے ہر گز یہ
قیاس نہین ہوسکتا کہ متمدن لوگون نے اُنکو ذات برادری سے خارج کر کے نکال باہر
کر دیا اور اُنھون نے جنگلون اور پہاڑون کو اپنا مسکن بنا لیا - دوسرے - یہ برّاعظم
جن کو اَب انسان نے بنا سنوار کے آباد کیا ہے اُسوقت بالکل اپنے بد و فطرت پر
چھوٹے ہوئے تھے اور اُنمین کھلے میدانون اور مرغزارون کے رہنے والے زیادہ
سے زیادہ زراعت و فلاحت کے درجے تک ترقی کر سکتے تھے - برخلاف اس کے

جنگلون اور پہاڑون کے بسنے والون نے بہت کچھ بلند پروازی دکھائی ہے امریکہ ہی کو دیکھو کہ سواحل امیزن اور مسیسپی کے باشندون نے (باوجودیکہ وہ شاداب اور سرسبز وادیون مین رہتے تھے) کیا کیا اور مکسیکو اور پیرو کے جنگلون اور پہاڑون مین بسنے والون کی ترقی کے سامنے اُن کا نام لیتے شرم آتی ہے۔ یورپ مین بھی اسکاٹ لینڈ کے دشت وجبل مین تمدن کی وہ چہل پہل رہی ہے جو کسی اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے مقابلے مین پیش کیجا سکتی ہے۔

سر جان لیوبک لکھتے ہین کہ میرا تو یہ یقین ہے کہ بڑے بڑے بر اعظم ایک زمانے مین ایسے انسانون سے رچے بسے ہوے تھے کہ جو زمانۂ حال کی بدترین غیر متمدن قومون سے بہتر حالت مین نہ تھے اور اگرچہ یہ مجھ سے بہت بعید ہے کہ مین اسکو تسلیم کرون کہ تمدن کے یہ مختلف مدارج جو آج پیش نظر ہین انکی توجیہ وتشریح اسباب خارجی سے ہو سکتی ہے یا اینہمہ اتنا ضرور کہونگا کہ جسقدر اختلاف وتنوع مختلف قومونکی ترقی وتمدن مین نظر آتا ہے اُسکی کنہ اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اسے یون سمجھنا چاہیے کہ اُنکے نزدیک اس اختلاف مدارج سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نوع انسانی نے کس طرح بتدریج تمدن حاصل کیا اور اعلیٰ درجے کی متمدن قومین کن کن درجات مین ہوکے عروج وسربلندی کی منزل تک پہونچی ہین۔ پھر اسی مختلف قومون کی حالت کے باہمی تقابل سے یہ بات بھی منکشف ہوتی ہے کہ کون قوم کس درجے سے کس درجے مین آئی ہے اور ترقی کرکے کس درجے مین پہونچنے والی ہے یعنی یہ اختلاف مدارج تمدن کے اصلی اسرار سے ہمکو مطلع کرتا ہے اور قومون کا ماضی و مستقبال ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

اسکے مقابلہ مین فریق مخالف کے لوگ اُن غیر متمدن قومون کو مثلاً مثالاً پیش کرتے ہین جو دور دراز جزائر مین آباد ہین اور اس سے یہ ثابت کرتے ہین کہ اُن کا ایسے مقام پر آباد ہونا ہی ایک دلیل اس بات کی ہے کہ وہ کسی زمانے مین تہذب اور

متمدن تھین کیونکہ انکا سات سمندر اس پار ایسے مقامات پر جاکے رہنا اسبات کا کافی ثبوت ہی کہ کسی وقت مین وہ جہاز رانی کی کسی خاص صورت سے واقف یا جزاو رسمندر و نکے پار اُترنے کے وسائل رکھتی تھین۔ اس دلیل کے جواب مین یہ کہا جاسکتا ہے کہ قطع نظر اسکے کہ زمین کی حالت مین جو تغیرات از روئے جیالوجی (علم طبقات الارض) ثابت ہوئی ہین اُن کے دیکھتے اس بات کے اور بھی بہت سے سبب نکل سکتے ہین اور یہ ثابت ہوسکتا ہی کہ وہ کسی ایسے انقلاب عظیم یا تغیرارضی سے وہان پہونچ گئے ہون یہ بات بہت زیادہ قابل لحاظ ہو کہ ایسے دور افتادہ مقامات پہونچ کے وہ اس کار آمد فن (جہاز رانی) کو کیسے بھولے اور کیون اُنھون نے اپنے تمدن کو خیر باد کہکے قطع علائق پر کمر باندھی اور اپنے کو بالکل سب سے الگ تھلگ اور بے واسطہ کرلیا اور کیون ایک جزیرے کی سنسان اور وحشت خیز سرزمین کے ہو رہے۔ اور اب جو اُنھین جہاز چلانے یا اچھی کشتیان بنانے تک کا رواج نہین رہا ہو یہ حالت کیسے پیدا ہوسکی۔ حالانکہ اُنکی ضروریات زندگی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اگر ان فنون سے واقف تھے تو اُنھین کبھی نہ بھولتے۔ بس اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی کوشش اور تدبیر سے نہ سمندر پار اُترے نہ دور اُفتادہ جزیرون مین از خود جاکے آباد ہوئے۔

آخر مین ایک بہت زبردست دلیل نظریۂ ارتقا کے حامی یہ پیش کرتے ہین کہ بالعموم غیر متمدن قومون کے عادات وخیالات اور حرکات وسکنات بچون کی سی ہوتے ہین اور اس سے وہ یہ ثابت کرتے ہین کہ نوع انسانی کی حالت طفولیت یہی ہے جسمین ہم ان وحشیون کو دیکھتے ہین۔ مثلاً بعض وحشیون اور جنگلیون پہاڑیون کا بچون کی طرح کسی چیز کے سمجھنے کی زیادہ کوشش نہ کرنا بلکہ بہت جلد گھبرا کے اُس کوشش سے باز رہنا یا زمانہ موجودہ کے تھوڑے فائدہ کے آگے زمانہ آئندہ کی بڑی امیدون سے دست بردار ہو جانا۔ یا بے سوچے سمجھے اور بے عقل لڑائے محض خطرات قلب اور خواہش نفس پر کام کر بیٹھنا۔

ذرا مین ڈر جانا اور گھبرا اُٹھنا یا ادنےٰ سے نقصان مین رو دینا یہ سب باتین وہی ہین جو عقل و رائے کے خام ہونے اور پختہ ہونے کی نشانین ہین اور جسطرح بچونکی یہ حالت ہوتی ہے کہ جتنی زیادہ اُنکی عقل پختہ اور معلومات وسیع ہوتی جاتی ہے اُسیقدر یہ باتین چھوٹتی جاتی ہین ویسے ہی سوسائٹی کے عالم طفولیت مین غیر متمدن لوگون کی یہ حالت ہوتی ہو کہ جتنا زیادہ حقائق و خواص اشیا کا علم اُنمین بڑھتا ہے اُسیقدر اُنکی معاشرت اور تمدن مین ترقی ہوتی ہے۔ اور جس قدر اُن کے تجربہ کو وسعت ہوتی ہے اُسیقدر اُن کے باہمی معاملات اور تعلقات مین پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔

تمدن کی بابت قطعی فیصلہ

مندرجہ بالا دلائل سے بخوبی واضح ہے کہ جہانتک قیاس کو دخل ہو یہی رائے بہت مدلل اور مضبوط معلوم ہوتی ہے کہ نوع انسانی کی رفتار ترقی کی جانب ازل سے مائل رہی ہو اور اسی رائے پر زمانہ حال کے محققین کا غلبہ ہوتا جاتا ہے چنانچہ برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا کے مؤلفین کی بھی یہی رائے ہے اور چونکہ وہ بکثرت ایسے دلچسپ واقعات ثبوت مین پیش کرتے ہین جنکا پڑھنا فائدے سے خالی نہین اسلیئے ہم اُنکا اقتباس[1] ذیل مین درج کرتے ہین۔

برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا کا خلاصہ

ابھی تھوڑا زمانہ ہوا جبتک یہ رائے بہت مقبول تھی کہ زمانہ قدیم مین سوسائٹی کی حالت اب کے بہ نسبت کہین زیادہ مہذب و شایستہ تھی اور جو لوگ اس رائے کے ماننے والے تھے وہ آفرینش انسان کی بدایت کو اُسوقت سے منسوب کرتے تھے جو تاریخی روئداد دن اور آثار دن سے کچھ ہی پیشتر کا زمانہ تھا مگر فی الحال یہ رائے زیادہ دائر سائر ہے کہ دُنیا کا تمدن ابتدأ ایک عہد حجر کے دورے سے ترقی پا کے بتدریج بڑھا ہے۔ اس رائے کے ماننے سے یہ لازم آتا ہو کہ مصر۔ بابل۔ اور چین کے قدیم تمدن کے چار پانچہزار برس پر

[1] واضح ہو کہ یہ مضمون انسائیکلو پیڈیا کے مختلف مقامات سے ماخوذ ہے۔

ایک معتدبہ زمانہ کو المضاعف کردین - کیونکہ یہ تو وہ زمانہ تھا جب ان ممالک کی واقفیت اُنکی ضنایع و بدایع - اور اُن کے علوم و فنون نہایت ممتاز درجے پر بلند ہو چکے تھے - اس رائے کی صحت اُسوقت معلوم ہوتی ہی جب مختلف السنۂ عالم کا تقابل کیا جاتا ہی مثلاً زبان عربی اور زبان عبرانی مین بہت قریبی تعلق ہی اور انمین سے کوئی ایک دوسری کی ماخذ نہین ہی بلکہ یہ دونون کسی اور زبانکی دو شاخین ہین کہ جو دونون کے بہ نسبت قدیم تر تھی - تو اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ عبرانی زبان کی جو تاریخین اور سرگزشتین ہین اُن سے جس زمانے تک کے حالات کا پتہ چلتا ہے اُس (زمانہ) سے پیشتر کوئی ایک زبان ایسی موجود تھی جس سے صدیون میں جاکے عبرانی زبان مشتق ہوئی ہوگی - اسیطرح اہل ہند اہل میڈیا - اہل فارس - اہل یونان - اہل روم - اہل جرمن وغیرہ بھی نہایت قدیم زمانے مین صفحۂ ہستی پر یکے بعد دیگرے اسیطرح نمودار ہوئے جیسے اُنکی زبانین پیدا ہوئین - اور اسمین بھی شک نہین کہ اُس سے بھی قدیم تر زمانے مین یعنی اُس سے پیشتر کہ جب یہ قومین جدا ہوئین اور آریا قوم کے انتشار کے سبب مختلف قطاع یورپ و ایشیا مین پہونچین کوئی اور وحشی قوم موجود تھی جو ایک جداگانہ زبان بولتی اور پولٹیکل اقتدار مین سربلند تھی اور اُسکی آریا قوم قائمقام ہوئی تھی کہ جو (فی الحال معدوم) آریا زبان بولتی تھی - پھر اسی آریا زبان سے سلسلہ کے ساتھ ایسے ردّ و بدل سے جس کا اندازہ نہین ہو سکتا وہ زبانین پیدا ہوگئین جو تاریخ کے شروع زمانے تک باہمدگر غیر مانوس تھین اور جن کے درمیان ایسا نازک تعلق ہے کہ اُسے نہایت ترقی یافتہ علم اللسان کا ماہر ڈھونڈھ نکال سکتا ہی -

تہذیب و تمدن کی جس قدر اعلی اور ادنی سطحین معلوم ہوئی ہین اُنمین انسان کے حالات نہایت عظیم تفاوت رکھتے ہین - لیکن اُنکی درمیانی مدارج جو معلوم ہوئے ہین وہ اس تفاوت کو اسطرح سلسلہ وار مٹاتے چلے جاتے ہین کہ پست ترین حالت وحشت سے لیکر بلند ترین تمدن تک ایک ایسا سلسلہ قائم ہوگیا ہے کہ جو کہین بھی نہین ٹوٹتا - وحشیانہ

زندگی پر تفصیل وار نظر ڈالنے سے نہ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ نہایت درجہ وحشی انسان اور اعلیٰ درجے کے حیوان مین بعید فرق ہو بلکہ نہایت کم متمدن لوگ بھی اُس ادنیٰ درجے کی اخلاقی اور عقلی حالت سے بہت آگے بڑھگئے ہین جسمین انسانی قبائل کا بسر کرنا موافق حالات (جیسے گرم آب و ہوا۔ افراط غذا۔ اور مہلک و جانستان امور سے محافظت کی حالت) مین ممکن سمجھا جاسکتا ہے یعنی وہ لوگ بھی تمدن کی اکثر مخصوص شانون کے ابتدائی درجے تک پہونچگئے ہین۔ وہ ایسی زبان بولتے ہین جو اُن کے خیالات کی مظہر ہوتی ہے۔ اُنکے آلات و اوزار اور ہتھیار (جیسے ہتوڑا۔ کٹیا۔ برچھا۔ چاقو۔ دھاگہ۔ جال۔ ڈونگی وغیرہ) ایسے ہین جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت متمدن قومون کے یہان جو اشیاء اس قسم کی مروج ہین اُن کی نہایت ان گھڑ اور بھدی نقلین ہین۔ اُنکی تعمیرات۔ جھوپڑے۔ احاطے۔ کٹہرے۔ اور گھونین اگرچہ بھدی بےسل اور رغربیا مو ہوتے ہین لیکن اُنھین کا چربہ ہوتے ہین جو متمدن لوگ بناتے ہین۔ اسیطرح سیدھے سادے ہنر و فن جیسے گوشت کے اُبالنے یا بھوننے۔ کھالون اور سمورون سے تن پوشی کرنے۔ چٹائیان اور ٹوکریان بنانے۔ شکار کھیلنے کی ترکیبون یعنی پھندا لگانے یا کانٹے سے مچھلی پکڑنے مین اپنے بدنون کے سنوارنیکی مسرتین ہین اور جو اشیاء روزانہ استعمال مین آتی ہین اُن پر نقش و نگار کھینچکے اُنھین خوشنما بنانے مین ایک وحشی اور ایک متمدن گروہ کے درمیان جو کچھ فرق ہے وہ کمیت کا ہے۔ کیفیت کا نہین ہے یعنی دونون کے افعال و حرکات کی شان ایک ہی ہے۔ فرق جو کچھ ہے وہ زیادتی یا کمی اور نفاست یا سلیقہ کا ہے۔ پھر تعلقات خانگی و انتظامات خانہ داری مین معاشرتی اُنس و محبت مین۔ بچون اور بوڑھون کی شفقت آمیز نگاہداشت مین۔ والدین کی اطاعت و رضاجوئی مین۔ قبیلہ کی باہمی حفاظت کے فریضہ ہین۔ بزرگون کے اقتدارات مین۔ اسلاف کی وضع قدیم کے نباہ مین۔ اور بزرگون کے دستورات و مراسم کو اپنی زندگی اور فرائض کے رہنما بنانے مین وحشی سے وحشی بھی (جو کہ بت مین گرفتار

ہو کے ذلیل و خوار یا بالکل مسخ نہین ہو گئے ہین) کم و بیش اچھی طرح ممتاز نظر آتے ہین۔
اور بالآخر۔ ان ادنیٰ درجے کے لوگو نمین معمولاً غیر مرئی قوتون کے عالم پر محیط اور مسلط ہونیکا
عقیدہ پایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان قوتونکی پرستش کسی نہ کسی شکل سے کیجاتی
ہے۔ پھر۔ اس حالت سے ترقی کیئے ہوئے وحشیونمین زیادہ صحیح اور با قاعدہ (بلکہ بالامال)
زبان۔ نوامیس فطرت کا زیادہ علم۔ زیادہ کارآمد اور عمدہ آلات و اوزار۔ زیادہ
کامل اعمال صنعت و حرفت۔ زیادہ چنچی ہوئی ترتیب اور ترکیب حکومت۔ زیادہ
باقاعدہ اور فلسفیانہ طریقہ کا مذہب اور زیادہ وسیع اور باشان و تجمل طرز عبادت
سے اُنکے تمدن اور ترقی کا ثبوت ملیگا۔ اور ان دونون کے درمیانی درجات مین
نئے نئے فنون صنعت اور جدید خیالات حکمت ملین گے۔ جیسے زراعت اور گلہ بانی
مٹی کے برتن بنانا۔ فلزات کے آلات و اوزار کا استعمال کرنا۔ تصویرون کے ذریعے
سے واقعات کی روئداد لکھنا اور دوسرون تک پہونچانا۔ انھین مدارج ترقی کے
برابر برابر وحشی اور غیر متمدن لوگون کے نشو و نما کے درمیان جو مسافت ہوتی ہے وہ طے
ہوجاتی ہے اور جب یہ مسافت طے ہوجاتی ہے اُسکے بعد تمدن کے مدارج کا بقیہ سلسلہ
عام طور سے انسانی معلومات کے دائرے مین آجاتا ہے۔ اسطرح سے ہمکو تمدن کی ابتدا
اور انتہا اور اُس کے درمیانی درجات کا حال اس ترتیب سے معلوم ہوجاتا ہے کہ
ہم اُسکا کامل سلسلہ قائم کرلیتے ہین۔

تین چار ہزار برس تک کے تاریخی واقعات جو قلمبند کیئے گئے اور محفوظ ہین اُنسے
یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ مدتہائے مدید مین تمدن نے رفتہ رفتہ ترقی کی ہے۔ اس طور پر کہ
اُن کا دائرہ علم وسیع ہوتا گیا اور حقائق اشیا کی واقفیت روز بروز چنچی ہوئی اور
ٹھیک ٹھیک ہوتی گئی۔ پہلے پہل صنائع و بدائع ایجاد ہوئے۔ پھر اُنمین جدید اختراعات
کی گئین اور پھر اُنھین ترقی دیگئی۔ اور سوشیل اور پولیٹکل حرکات و خیالات مین جمہور

کی فلاح وبہبود کا تصور زیادہ پیش نظر رہنے لگا۔ اگلے زمانے کے یہودیون۔ یونانیون۔
اور جرمنیون کے حالات اُنکے پُرانے کارنامون سے معلوم ہوتے ہین۔ اور اُن کی
شاعری اور اُنکی قدیم داستانین جو اُنکے کارنامون کی سرگزشتون سے زیادہ گرانقدر
ہین وہ اُنکی اُسوقت کی سوسائٹی کی تفصیلی کیفیت ہمارے سامنے پیش کرتی ہین اور یہ سب
ایک سلسلۂ ترقی کی خبر دیتی ہین اور ثابت کرتی ہین کہ کیونکر ترقی کرتے کرتے اس حالت
تک نوبت پہونچی ہے جو اَب ہے۔ اسمین جا بجا زوال اور تنزل بھی ہے اور وہ ایک
حد تک عقلی نشوونما کے آثار ونتائج کو تباہ کرنیوالا ہے لیکن اس سے حقیقتاً یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ زمانۂ حال کی متمدن قومون کے اسلاف غیر متمدن تھے اور اس سے یہ نتیجہ
نکلتا ہے کہ تاریخ کے احاطہ سے باہر جو نسلین گزری ہین اُنکی بھی یہی حالت ہوگی اور
اُن سے اوپر کی نسلون کی حالت قریب قریب ویسی ہوگی جیسی اَب زمانے کے وحشیون
کی ہے۔ اور چونکہ وہ لوگ اتنے ترقی یافتہ تھے کہ اپنے زمانے کے حالات کی روئدادین
چھوڑ جاتے تو اُن سے اسکی کیا امید ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے آثار و یادگار تلاش
کرتے یا اُنھین آئندہ کے لیے محفوظ رکھ جاتے۔

جو لوگ اس ترقی کے نظریہ (یا نظریۂ ارتقا) کے مخالف ہین وہ اُس عہد زرین
یا ست جُگ کے کارنامے پیش کرتے ہین جسکی سرگزشتین بعض قومون کے پاس موجود
ہین اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانے مین انسانی جماعت اُس سے زیادہ ترقی
کیے ہوئے تھی جتنی ترقی اَب اُسنے کی ہے۔ اور یہ کہ اُنکے اسلاف بلحاظ تنومندی درازی
عمر۔ اخلاق وآداب ومعاشرت اور نیز بلحاظ اپنے عقل وفہم اور جودت وذکاوت کے
اپنے اخلاف سے کہین بڑھ چڑھ کے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ انسان مین فی الحقیقت حالت
وحشت وجہالت سے حالت تمدن مین آنے کی استعداد وقابلیت ہی نہین ہے۔ اُنکے
نزدیک انسان کی ترقی صرف مافوق الفطرۃ فیضان سے ہوسکتی ہے اور اُنکی رائے ہین

یہ جواب وحشی اور غیر متمدن قومین ہین یا اعلی درجے کی متمدن قومون کی مسخ شدہ اور نکبت زدہ اولادین ہین۔ لیکن ان دلائل کے جواب مین یہ کہا جا سکتا ہی کہ جو آلات حجر طبقات ارض سے برآمد ہوئے ہین جب اُنکا مقابلہ آجکل کے وحشیون کے آلات سے کیا جاتا ہے تو صاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ کم از کم صنعت و حرفت کے لحاظ سے اخلاف بہ نسبت اپنے اسلاف کے کہین زیادہ ترقی یافتہ ہین دُنیا کے قریب قریب ہر آباد حصّہ مین زمین کے اندر سے پتھر کے آلات و اوزار اور برتن برآمد ہو چکے ہین اور انھین آباد حصونمین اگلے تمدنون کے مرکز و مستقر جیسے مصر۔ بابل۔ شام۔ ہندوستان چین اور یونان شامل ہین۔ پس۔ ان آلات سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان سب ملکونمین بھی ایک عہد حجر گزرا ہے جسمین وہان کے باشندے فلزات کے استعمال سے ناواقف اور پتھرونسے اپنا کام نکالتے تھے۔

ماورا اسکے علوم و فنون اور صنائع و بدائع کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہی کہ انسان کی کل سرگزشت ایک سلسلۂ ترقی ہے۔ مثلاً۔ ایک وقت مین لوگ صرف کسی چیز سے آفتاب کا سایہ ناپتے اور وقت بتاتے تھے۔ اسنے ترقی کی اور سنڈیل بنی۔ نرکل کی بہری نے ترقی کی اور ارگن (ارغنون) تک نوبت پہونچائی۔ مقناطیسی سوئی نے قطب نما سے نکل کے تاربرقی مین جگہ پائی۔ یہ تو وہ حالتین تھین جنمین ایک وقت کی بنی ہوئی چیز کو دوسرے زمانے مین لوگون نے ترقی دیکے کچھ سے کچھ کر دیا۔ لیکن بعض اوقات انسانی عقلون کی ترقی سے بالکل نئے نئے امور بھی ایجاد ہوتے ہین جیسے پنڈلم (لنگر) اور دخانی انجن۔ یہی حال علوم حکمیہ اور فنون تجربیہ کا بھی ہی۔ مثلاً ایک زمانے مین لوگ زمین کو چپٹا اور مسطح اور آسمان کو اُسپر ٹھوس گنبد کیطرح چھایا ہوا مانتے تھے اور صرف یہی نہ تھا کہ آفتاب کو زمین کے گرد گھومتا ہوا سمجھتے تھے بلکہ آفتاب اور ماہتاب دونون کی بابت یہ عقیدہ تھا کہ اُنکو دیوتا لوگ اپنی حسب

مرضی جس طور سے چاہتے ہین گھمایا کرتے ہین لیکن بعد چندے زیادہ صحت کے ساتھ غور و
فکر کرنیسے یہ مسئلے اب بہت یقینی طور سے واضح ہو گئے ہین کہ زمین گول ہے اور اپنے محور
پر اور آفتاب کے گرد حرکت کر رہی ہی ۔ یہی حالت علم طب و معالجہ کی ترقی کی ہے ۔ ایک
زمانہ وہ تھا جب جنون ۔ برص ۔ بخارا اور دیگر امراض کی بابت یہ سمجھا جاتا تھا کہ دیو پری
کا سایہ اور جنون کا پھیرا ہے اور اگرچہ ہنوز یہ عقاید تھوڑی کمی بیشی یا تبدیلی کے ساتھ
آدھی دُنیا مین پھیلے ہوئے ہین لیکن تشریح اجسام تشخیص امراض اور علاج معالجہ کی
جزئیات کی ترقی ان خیالات فاسدہ کو نقش بر آب اور باطل ثابت کرتی چلی جاتی ہے ۔

نتیجہ

حاصل کلام یہ کہ اسقدر گفت و شنید سے یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے کہ جہانتک عقل
انسانی کام دیتی ہی ہر ایک طرح سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انسان جب اس عالم
رنگ و بو مین آیا تھا اُسوقت اُسکی حالت نہایت سادہ اور طفلانہ بلکہ وحشیانہ تھی اور
اُسنے رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی ہے کہ بیسوین صدی کا جنٹلمین بنا ہی ۔ مسٹر والس انسان کی
اس خصوصیت نوعی یعنی اُسکی ترقی اور جدت طرازی کے رجحان (جس نے اُسے دیگر
حیوانات پر شرافت اور فضیلت دے رکھی ہے) پر لکھتے ہین ۔

مسٹر والس کی رائے

"اُسوقت سے کہ جب اول اول کوئی کھال اوڑھنے کے لئے استعمال
کیگئی تھی جب ایک بھنگم برچھا شکار مارنے کیلئے کام مین لایا گیا تھا ۔ جب
شروع شروع آگ سے کھانا پکایا گیا تھا ۔ اور جب سب سے پہلے زمین مین کوئی
بیج بویا یا درخت لگایا گیا تھا فطرت مین ایک انقلاب عظیم کر دیا گیا ہے ۔ یہ ایسا انقلاب ہے
جسکی کوئی نظیر تاریخ ارض مین ازل سے نظر نہین آتی ۔ کیونکہ انسان ہی کے پیدائش
سے ایک ایسا وجود معرض ظہور مین آیا تھا جو زمانہ کے انقلاب کے ساتھ منقلب
ہو جانیوالا نہ تھا بلکہ وہ ایسا وجود تھا جو ایک حد تک فطرت پر اس لحاظ سے غالب
تھا کہ وہ فطرت کے حرکات کو سمجھتا ۔ اُسے قابو مین کر لیتا اور اپنی راہ لگانا جانتا تھا ۔

اور نہ صرف جسمانی تغیرات سے بلکہ اپنے نفس کی ترقی سے اپنے آپ کو فطرت سے سازوار بنا سکتا تھا۔

طریقہ تحقیقات اب ہم صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ نوع انسان کی تاریخ لکھنے والون نے جو تحقیقات کی ہے وہ کیونکر کی ہے اور اُس سے کیا ثابت ہولہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہی کہ دنیا کی نہایت قدیم قومون کے حالات تاریخون سے بہت کم معلوم ہوتے ہین۔ جو قومین تاریخی ذخیرہ رکھتی بھی ہین وہ بھی بہت زیادہ قدامت کی خبر نہین دیتین اور اُنپر نکتہ چینی کی نگاہ ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ اُنسے چار یا پانچ ہزار برس کے حالات صرف چند ملکون اور قومون کے دریافت ہو سکتے ہین۔ دوسرے ملکون اور قومون کے حالات اتنے زمانے کے بھی نہین معلوم ہو سکتے۔ اس لحاظ سے اہل تحقیق نے تاریخ انسان کے دو دور قائم کیئے ہین۔ ایک عہد تاریخی کہلاتا ہی جس کے حالات و واقعات تاریخون مین محفوظ ہین گو کہ وہ ناقص اور نامکمل ہی کیون نہون۔ دوسرا عہد وہ ہے جو مقدم التاریخ کہلاتا ہے یعنی جس وقت کے بابت کوئی روئداد لکھی ہوئی موجود نہین۔ اور اس عہد کا جو کچھ بھی حال تحقیق ہوا ہے وہ آثار قدیمہ کی چھان بنان اور طبقات ارض کی کھود کھاد سے تحقیق ہوا ہے۔ یعنی پرانی یادگارون اور زمین کے نیچے دبی ہوئی چیزون سے ہمکو نہایت قدیم زمانے کے انسانون کے افعال و حرکات کا پتہ لگا اور ہمنے اُن چیزون پر قیاسات جما کے ایسے نتائج نکالے جنسے تاریخ کا ایک سلسلہ مرتب ہو گیا۔ یہ قیاسات اُسی طرح قابل قبول ہین جسطرح کسی زندہ قوم کے افعال و حرکات سے اُسکی عقل و فراست اور اُسکی معاشرت پر قیاس لگائے جا سکتے ہین۔ ان قیاسات تاریخی کی تفصیل تو ہم آگے چل کے بیان کرین گے۔ سر دست ہم مقدم التاریخ عہد کے بابت جو کچھ انکشافات ہوئے ہین اُن کو مختصراً بیان کرتے ہین۔

قیاسات تاریخی کی تفصیل۔ واضح ہو کہ اہل تحقیق نے انسان کے بدایت حال مین

تمدن کے چار دور قائم کیئے ہین - پہلا دور وہ ہی جسمین انسان دیگر حیوانات کے ساتھ گھُلا ملا رہتا تھا - اُسکے گرد وپیش نہایت عظیم الجثہ اور بہت ہی زبردست جانور رہتے کہ جنکا اَب صرف اتنا پتہ چلتا ہی کہ بعض مقامات پر نہایت نیچے کے طبقات ارض مین اُنکے ڈہانچے نکلے ہین - اُسوقت انسان کی حالت محض چارپایون اور درندون کی سی تھی - اور غالباً اُسکی زندگی اور ایک جانور کی زندگی مین کوئی فرق نہ تھا - اُس کے کھانے کے واسطے جنگلی میوے اور کمزور جانور موجود تھے - اور اُسکے رہنے کے لیئے پہاڑون کی کھوئین اور درختون کی سایہ دار شاخین کافی تھین - پھر ایک دور ایسا آیا جسمین انسان نے چقماق اور دیگر پتھرون کے سڈول ہتھیار اور اوزار بنانا اور اُن سے کام نکالنا شروع کیا - یہ دور عہد حجر کہلاتا ہے - اسلیئے کہ اسوقت انسان کے کل کام یا تو خود اُسکے قوت بازو سے نکلتے تھے یا پتھرون سے - پتھر ہی اُسکے آلات حرب وضرب تھے - پتھر ہی اُسکے ظروف اکل وشرب - پتھرون ہی مین وہ رہتا تھا اور پتھرون ہی سے اُسکے سب کام نکلتے تھے - یہ عہد حجر تمام اکناف عالم مین مشترک ہے اور ہر حصۂ دُنیا مین زمین کے طبقات زیرین سے ایسے ظروف وآلات برآمد ہوئے ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک زمانہ مین ہر جگہہ انسان نے پتھرون سے کام لیا ہے اور جہان کہین وحشی لوگ اَب بھی پائے جاتے ہین وہان اس عہد کا سلسلہ اَب بھی قائم ہے - بلکہ جن مقامات پر فلزات کا استعمال شروع بھی ہو گیا ہو وہان بھی یہ سلسلہ جاری ہے - اس دوسرے دور مین انسان کو فلزات (باستثناء طلا جو بعض اوقات زیورات مین استعمال ہوا) کا علم نہ تھا نہ اُن سے کوئی کام لیا گیا - پھر تیسرا دور وہ ہوا جسمین مسی وبرنجی آلات واوزار بنائے گئے - اسے عہد مس وبرنج کہتے ہین - اس عہد کا پتہ زیادہ تر ایشیا اور یورپ کی قدیم قومون مین ملتا ہے - اور انھین کے یہان صدیون تک یہ عہد قائم رہا - لیکن پالینیشیا - جنوبی افریقہ - اور وسطی امریکہ (باستثناء مکسیکو اور پیرو کے)

مین عہد حجر کے بعد یہ عہد نہین ہوا بلکہ چوتھا دور (جسے عہد آہن کہتے ہین) شروع ہو گیا یعنی وہان تین ہی دور رہوئے۔ چوتھا دور وہ ہوا جسمین لوہے کا چلن چلا اور لوہے کے آلات و اسلحہ سب پر فوق لیگئے۔ اس لئے اسے عہد آہن کہتے ہین۔ اگرچہ اس عہد مین بھی مسی زیور بنا کیئے۔ اور اوزارون ہتھیارون کے قبضے اور دستے مس و برنج کے بنتے رہے لیکن اُنکے پھل لوہے کے سوا اور کسی دہات کے نہ بنے۔ اس مقام پر یہ بات خیال مین رکھنا چاہیئے کہ مسی اور آہنی دورون مین بھی پتھر کے ہتھیار اور برتن استعمال مین رہا کئے ہین اور اسوجہ سے کسی قوم مین پتھر کے کچھ اوزارون یا ہتھیارون یا برتنون کے ملنے سے ہرگز یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ ہنوز عہد حجر مین ہے۔

تمدن انسان کی یہ ایک عارضی جہت ہے لیکن اس سے بنی آدم کے کل مشاغل کا پتہ نہین لگتا۔ اس لیئے ایک اور صورت سے بھی ترقی کے مدارج بیان کیئے جاتے ہین۔ پہلا دور وہ تھا جب انسان جنگل کا ایک شکاری تھا کہ وہ مختلف درندون اور پرندون کو مارکے اپنے لیئے قوت لایموت مہیا کرتا تھا۔ پھر ترقی کرکے اُسنے ماہی گیری شروع کی اور دریا سے مچھلیان مارنیکے واسطے جال وغیرہ بنائے۔ پھر میوہ برداری پر توجہ کی اور درختون کے پھل پھلاری کے مزے سے اُسکے کام و دہن آشنا ہوئے۔ اس حالت مین اُسے درختون کی موقت فصلون کا علم ہوا۔ اور بالآخر اُسی تجربہ سے ایسے رموز منکشف ہوئے جنسے اُسنے خود درختون کا بوتا اور لگانا سیکھا اور کاشتکار بنا اور کاشتکاری ہی مین اُسے اتنی فلاح اور ایسی فرصت اور فراغت نصیب ہوئی کہ مختلف فنون حرفت و مشقت مین اُس نے قدم رکھا۔ اور سوشیل خیالات اور پولٹیکل معاملات کا چرچا شروع ہو گیا۔ مثلاً اسی ترقی کے سلسلے مین شخصی انتقام کی خواہش کی جگہ یہ خیال پیدا ہوا کہ ہر جُرم اسوجہ سے سزا کے قابل ہے کہ اُس سے سوسائٹی کے امن مین خلل پڑتا ہے۔ اسیطرح قبیلہ کی حکومت ایک شیخ قبیلہ کے ہاتھون سے نکل کے متعدد گھرانون کا ایک مجموعہ بنا اور پھر یہ دائرہ بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھا کہ

ملکون اور قومونکی حکومت کے لیے ریاست و بادشاہت معرض وجود مین آئی - علی ہذا القیاس مذہب کا تخم جو پہلے سے بو باگیا تھا روز بروز بڑھکے پھل پھول لانے لگا یعنی پہلے طفلانہ اعتقادات اور اچھے برے کی تمیز بزرگون کے ذریعے سے ہوئی - پھر دیندار اور پرہیزگار لوگون نے بذریعۂ وعظ و پند اخلاقی اُصول کی تعلیم دی اور مذہب کی پیروی مین مکارم اخلاق دلنشین کیے یعنی جو باتین تجربے سے مفید اور بہتر معلوم ہوئین اُنکے رواج دینے کے واسطے مذہب کے نام سے یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ سعد اور مبارک ہین اور جو باتین تجربہ سے مضر اور بُری ثابت ہوئین اُن سے بچنے کے واسطے یہ اظہار کیا گیا کہ از روے مذہب وہ بد اور نحس ہین رفتہ رفتہ کرکے ان دیندار واعظون نے اپنی ایک جماعت بنائی اور عوام الناس کو اپنا اسقدر گرویدہ اور معتقد کر لیا کہ اُنکے اقتدار کے سامنے دُنیاوی فرمانرواؤن اور جلیل القدر بادشاہون تک کی گردنین خم ہونے لگین -

اس مقام پر ہم انسانی مذاہب پر بھی ایک تحقیقی نظر ڈالنا چاہتے ہین کیونکہ بنی آدم کا تمدن متعدد حیثیتون سے اُنکے مذاہب سے وابستہ ہے - اور اکثر قومون کے عروج یا زوال مین اُن کا مذہب بہت کچھ دخیل ثابت ہوا ہے حتی کہ سلف سے اسوقت تک تمدن اور مذہب کی بابت یہ امر زیر بحث رہا ہے کہ کون سبب ہے اور کون نتیجہ - اگلے زمانے کے اہل تحقیق اور نیز اہل مذاہب اسی کے قائل تھے کہ مذہب سبب ہے اور تمدن اسکا نتیجہ لیکن آجکل یورپ کے اہل تحقیق اسکے قائل ہین کہ تمدن سبب ہے اور مذہب اُسکا نتیجہ - بہرکیف چونکہ اسوقت ہمارے مرکوز خاطر یہ امر ہے کہ ہم اہل یورپ کے نتائج تحقیقات کو اختصار کے ساتھ بیان کرین اس لیئے اُن نتائج کی صحت یا غلطی کی ہم ذمہ دار نہین - اور وہ لوگ جنکے کان ابتک یہی سُنتے رہے ہین کہ مذہب منجانب اللہ ہوتا ہے اور خدا ہی اپنے کسی برگزیدہ بندے کو ہدایت کے واسطے نبی یا رسول بنا کے بھیجتا ہے اور وہ نبی یا رسول جو خود معصوم ہوتا ہے ایک شریعت لاتا ہے اور خدا کی مخلوق کو اپنا نمونہ دکھاتا اور

اُنھین اخلاق حسنہ کی تلقین کرتا اور اُنسے اپنی پیروی کراتا ہے وہ ہماری تحریر پڑھکے
ہمسے مکدّر ہون۔ اہل مذاہب کے پہلو بہ پہلو دنیا مین لامذہبون کا بھی ایک گروہ موجود
ہے۔ یہ گروہ مذاہب کے اُن کرشمون کا منکر ہو نہین سکتا جو اُنھون نے قلوب انسانی
کی تسخیر مین دکھائے ہین اور عالم کی تاریخ سے اُن اہم واقعات کو مٹا نہین سکتا جو مذاہب
کے سبب سے پیدا ہوئے ہین۔ لیکن وہ رسالت اور نبوّت کا تو کیا ذکر خود خدا ہی کے
وجود کو تسلیم نہین کرتا اور اسوجہ سے اُسے ان تمام اہم واقعات و حوادث کی ایک نہ
ایک توجیہ کرنا ضروری تھی۔ اس نظر سے اُسنے بطور خود عالم اور مافی العالم پر غور
کیا تاکہ تخلیق عالم کی بابت کوئی دوسرا نظریہ قائم ہو سکے۔ اس کوشش کا جو کچھ نتیجہ نکلا ہے
اُسکا اجمالی تذکرہ اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو اُن بیانات کے
سمجھنے مین وقت نہ پڑے جو آگے آئین گے۔

اہل تحقیق اسے تسلیم کرتے ہین کہ دُنیا مین انسان مذہب لیکے پیدا ہوا ہے (یعنے
باستثنائے اُن لوگون کے جو بالکل ہی وحشت و جہالت مین پڑے ہوئے ہین اور سب
لوگ ایک نہ ایک مذہبی خیال یا عقیدہ ضرور رکھتے ہین) اور عالم کی تاریخ اس امر پر شاہد

۱؎ یہ لامذہبی بھی دو طرح کی ہے ایک تو یہ ہو کہ جو قومین
حد درجہ وحشت و جہالت مین پڑی ہین وہ معاش و معاد
دونون سے بیخبر ہین۔ اُنھین نہ آغاز کی خبر ہے نہ انجام کی۔
نہ وہ دین جانتے ہین نہ دُنیا۔ جہالت بحت مین ڈوبی ہوئی
ہین اور نکبت و ادبار مین گرفتار ہین۔ اور دوسری یہ کہ
جو لوگ تمدن اور شائستگی مین حد درجہ ترقی کیے ہوئے۔
علوم و فنون کی اعلی منزلون مین پہونچے ہوئے ہین حکمت
اور فلسفہ مین پایہ بلند رکھتے ہین اور عقل آرائی اور
اور بلند پروازی کے زور مین ہر شے کو علم ہندسہ کے
حقائق کیطرح دلیل و برہان اور خیال و قیاس سے جاننا
اور سمجھنا چاہتے ہین۔ یہ لوگ جب خدا کی بیچون و بیچگون
ہستی کو جو عقل و حواس اور وہم و خیال کی رسائی سے
باہر ہے اور جس کے ادراک سے انسانی اذہان و افہام
قاصر ہین اسطرح سمجھ نہین سکتے تو سرے سے اُسکے وجود
سے منکر ہو جاتے ہین یہی لوگ دہریہ اور ملحد کہے جاتے ہین
اور یہان اُنھین لوگون کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

ہے کہ نوع انسانی کے افعال وحرکات مین مذہب ایک زبردست محرک رہا ہے۔ مذہب نے قومون کو متفق اور پراگندہ کیا ہی۔ سلطنتون کو متحد اور منقسم کیا ہی۔ مذہب نے نہایت جابرانہ و وحشیانہ افعال کو جائز۔ نہایت ظالمانہ اور مکروہ مراسم کو روا رکھا ہے[1]۔ مذہب نے نفس کشی اور ریاضت شاقہ اور شجاعت و مردانگی کے کامون کی ایسی زبردست تحریک کی ہے کہ جس سے بڑی بڑی پرشوق لڑائیان اور با جوش وخروش معرکہ آرائیان بغاوتین اور خونریزیان واقع ہوئی ہین اور مذہب ہی کی بدولت قومون کو فلاح وشادمانی آزادی اور امن وامان نصیب ہوا ہے کبھی تو مذہب کی یہ شان دکھائی کہ اُس نے ظلم وجفا کا ساتھ دیا اور کبھی اُس نے اُسکا قلع قمع کیا۔ کبھی تو اُس کے سبب سے ایک نیا اور نہایت عمدہ تمدن پیدا ہوا۔ بڑھا اور پھولا پھلا۔ اور کبھی وہ ترقی اور علوم وفنون کا سخت حریف وعدو ثابت ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذہب کی ابتدا کیونکر ہوئی ہ قبل اسکے کہ اس سوال کے جواب دینے کی کوشش کیجائے چند اُمور کا ذہن نشین کرلینا ضروری ہے۔ مذاہب عالم پر غور کرنے کے بعد اُنھین اگر مقررہ اُصول کے تحت مین لانا چاہین تو اُن کی تقسیم اسطرح ہوسکتی ہے کہ کل مذاہب یا مذہب فطرت کے تحت مین آتے ہین یا مذہب حُسن

[1] یہ اہل مغرب کا خیال ہے۔ اہل مذاہب کے نزدیک کوئی سچا مذہب ایسا نہین جسکی بنیاد کسی بداخلاقی پر ہو۔ کیونکہ جہان تک بلاد مشرقیہ (جو مذہبی خیالات کے مولد ومنشاء رہے ہین۔ اور جہان سے ایسے زبردست مذہب پیدا ہوئے ہین جنھون نے سارے عالم پر اثر ڈالا ہی) کی تاریخون اور وہان کی مذہبی کتابون سے پتہ چلتا ہو مذہب کی غرض وغایت صرف اسیقدر سمجھی گئی تھی کہ بندون کو خالق کی معرفت اور حسن معاشرۃ کی تلقین کرائے۔ اور یہ جو مذہب کی آڑ مین بعض قومون نے کسی کسی وقت کوئی جبر یا ظلم کیا ہے یہ درحقیقت اُسکے پیروؤن کی ضلالت اور گمراہی کے باعث ہوا ہی۔ سچا مذہب وہی ہے جو اپنے بندونکو کشادہ دل۔ بے تعصب۔ نکوکار اور با فیض بنائے۔ اور اُنکو عالم کی تسخیر کرنے حقائق اشیا کے جاننے اور اُن کے ظاہری اور باطنی قوتون سے کام لینے پر مستعد کرے ۱۲

معاشرۃ کے پہلے گروہ مین اُن سب مذہبون کو داخل کرسکتے ہین جنمین اعلی معبود (یا دیوتا)
فطرت کے زبردست قوی ہین۔ چاہے وہ عفریت کہے جائین اور چاہے ارواح خبیثہ سے نامزد
کیئے جائین۔ چاہے وہ انسان صورت مخلوقات کی شکل مین ظہور کرتے ہون چاہے وہ
اس سے بھی کچھ بلند درجے پر سمجھے گئے ہون۔ اور دوسرے گروہ مین وہ کل مذاہب
داخل ہوسکتے ہین جنکا اصلی مقصد انسان کو مکارم اخلاق کی تلقین کرنا اور حسن معاشرت
کی راہ پر لگانا ہوتا ہے اور جنکی بدولت انسان کو حق و باطل۔ نیکی و بدی اور حقوق و
فرائض کا علم ہوا۔ مذاہب فطرت مقدم ہوتے ہین مذاہب حسن معاشرت پر یعنی نوع
انسانی نے مذاہب کی جادہ پیمائی مین پہلے مذاہب فطرت کی منزل مین دم لیا ہو اور
پھر مذاہب حسن معاشرت کی سرحد مین قدم رکھا ہے۔ اسکی تشریح یہ ہو کہ آثار قدیمہ کے

لہ انسان کی ترقی پر عمومی حیثیت سے جب نظر ڈالی
جاتی ہو تو یہ معلوم ہوتا ہو کہ اُنکے مذاہب اُنکے تمدن کے
پہلو بہ پہلو رہے ہین۔ یعنی جسقدر کوئی قوم زیادہ شائستہ
اور متمدن نظر آتی ہے اُسیقدر اُسکے مذہبی خیالات و
معتقدات بھی معقول اور درست ہوتے ہین۔ اور
غیر متمدن قومون کے مراسم و اعتقادات و عبادات
سے جب اُنکا مقابلہ کیا جاتا ہو تو صاف نظر آتا ہو کہ وہ
کس درجہ ترقی کردہ حالت مین ہین۔ چنانچہ مختلف سیاحون
نے غیر متمدن قومون کے حالات دیکھکے جو کچھ اس بارے
مین لکھا ہے اُسکا اقتباس یہان درج کیا جاتا ہے۔
غیر متمدن قومون کے معبود علی العموم بد ہوتے ہین
نیک نہین ہوتے۔ اُنھین انسان اپنی خواہشون اور
حاجتون کے پورا کرنے کے واسطے مجبور کرسکتے ہین اُنکے
لیئے خونریزی درکار ہوتی ہے۔ اور انسان جو اُنکے نام
پر قربانی کرتا ہو اُس سے وہ راضی اور خرسند ہوجاتے
ہین۔ وہ فانی ہوتے ہین سدا باقی رہنے والے نہین ہوتے
وہ خالق فطرت نہین ہوتے بلکہ فطرت ہی کا ایک جزء
ہوتے ہین۔ اُنکے یہان دُعا اور عرض مدعا سے تقرب
نہین ہوتا بلکہ رقص و سرود سے ہوتا ہو اور وہ اکثر
اوقات حسنات کے عوض سیئات کو پسند کرتے ہین۔
درحقیقت ان ادنی درجے کی قومون کے مذاہب کو
اعلی درجے کی قومون کے مذاہب سے وہی نسبت ہو
جو علم ہیئت سے نجوم کو یا علم کیمیا سے ھوسی کو ہے۔
واقع مین نجوم ماخوذ ہے ہیئت سے لیکن وہ اُسکے ۲؎

محققین نے اور اُن لوگون نے جنکو اقوام عالم کی آثار و یادگار کی تفتیش و تفحص کا ذوق تھا یہ قرار دیا ہے کہ جب پہلے پہل انسان نے اپنی ابتدائی حالت مین آنکھ کھولی اور اپنے گرد و پیش فطرت کی زبردست قوتون کو عمل کرتے دیکھا اور اپنے آپ کو خطرات و بلیّات

صحیح الرقم چلتا ہی۔ اسیطرح علم کیمیا ہی سے ہوسی نکلی ہے لیکن جُداگانہ راہ پر چلی ہی۔ بالکل یہی حالت دونون طبقات کے مذاہب کی بھی ہی۔ متمدن قومون مین خدا خیر محض مانا جاتا ہی۔ غیر متمدن قومین اُسے شر محض سمجھتی ہین وہ اپنے خُدا کی اطاعت اور بندگی کرتے ہین یہ اُسے اپنا مطیع بنانا چاہتے ہین۔ وہ اپنے گرد و پیش جن حرکات کو دیکھتے ہین اُنھین خدا کی رحمت سمجھتے ہین۔ یہ سمجھتے ہین کہ نعمتین اور برکتین تو خود بخود آئی ہین البتہ جو کچھ خرابیان پیدا ہوئی ہین وہ شریر موجودات کی وجہ سے ہوئی ہین۔

مذہبی تصورات کی ابتدائی تحقیقات کی ترتیب یون قرار دیسکتے ہین۔

(۱) لامذہبی۔ اس سے یہ مطلب نہین کہ خدا کے وجود ہی سے انکار کیا جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ خدا کے بابت کوئی خاص خیالات ہی نہون۔ اس حالت مین ایک مُبہم تصور بعض محققین ارواح خبیثہ کے وجود کا اور ایک عام عقیدہ جادو ٹونے کا ہوتا ہی۔ زمانۂ حال کے بعض محققین کا خیال ہی کہ اگرچہ یہ خصوصیات نہایت ادنیٰ درجہ کی وحشی قومون کے ہین لیکن فی زمانناجو شایستہ اور مہذب بافتہ قومین ہین اُنھین بھی ان اُمور کا کچھ کچھ اثر باقی ہی۔

مثلاً بعض اہل مذاہب کا یہ عقیدہ کہ چند الفاظ و صوات کے مُنہ سے ادا کرنیسے کوئی خاص اثر پیدا ہوتا ہی۔ اور وہ انسان کے رنج و مسرت یا غربت و امارت یا مرض و صحت پر کچھ تاثیر دکھاتے ہین۔ اسے کسی مذہب کے اصل اُصول سے کوئی واسطہ نہین اور یہ محض انسان کی ایجاد و طبعزاد ہی۔ مذہب نے اگر کہا بھی ہی تو یہی کہا ہی کہ فلان حالت مین فلان عبارت و الفاظ کا ورد کیا جائے اور اس سے اگر کچھ مطلب نکل سکتا ہی تو یہی کہ اُن الفاظ کے معانی و مفہوم سے قلب پر کوئی خیال منقش ہو جائے نہ یہ کہ اُن الفاظ ہی کو مشکل کشا مان لین اور یہ محض انسان کی جدّت ہی کہ وہ الفاظ ہی کو بجائے خود حلّال مشکلات ماننے لگتا ہے بہرکیف۔ جو قومین اس لامذہبی مین پڑی ہین اُنھین نہ تخلیق عالم کے بابت کوئی خیال ہوتا ہی نہ اخلاق سے کچھ واسطہ۔ حق و باطل کو وہ نہین سمجھتے خیر و شر کو وہ نہین جانتے۔ ارواح خبیثہ کی ایک ہیبت البتہ اُنکے دلمین سما جاتی ہی اور اُسکا بھی زور رات کو زیادہ ہوتا ہی جس کے سبب لوگ راتون کو گھرون سے باہر نہین نکلتے۔ انھین سے بعض لوگ نہ قانون قاعدہ جانتے ہین نہ حکومت و معدلت۔ وہ نہ بت رکھتے ہین نہ بتخانہ بناتے۔ توحید کے قایل ہین نہ شرک مین مبتلا۔ روح

مین گھرا ہوا پایا تو اُس کے دل مین آثار فطرت سے بیم و رجا کے خیالات پیدا ہوے
اور اپنے سے کسی زبردست قوت پر تکیہ و اعتماد کرنے پر اُسکی طبیعت مائل ہوئی - اُسکی
کمزور اور قاصر نگاہ آثار فطرت کے حرکات کو احاطہ نہ کر سکی اور اُنکا رعب اُس کے دل پر

ہو یا روحانیت کے متعلق وہ بالکل نابلد ہوتے ہین اور سوا
کھانے پینے اور خوشیان منانے کے اُنھین معاش و معاد
کے کچھ بھی فکر نہین ہوتی وہ اگر مانتے بھی ہین تو جادوگرون
اور شعبدہ بازون کو جنکے بابت اُنکا یہ خیال ہوتا ہو کہ انھین
یہ قدرت ہو کہ امراض پر قابو رکھتے ہین چیچک اور قحط
کو بلا سکتے ہین اور اسی سبب سے وہ اُنسے ڈرتے رہتے
ہین - اُنھین غیر مرئی قوتون کا ادراک نہین ہوتا - وہ
جو کچھ سمجھتے ہین اسقدر سمجھتے ہین کہ اجسام فانی کو ایک
تعلق بعد فنا بھی باقی رہتا ہو - چنانچہ جن عزیزون سے
زندگی مین ناراض اور کشیدہ ہوتے ہین اُنکی بابت
یہ خیال ہوتا ہو کہ وہ آسیب و بلا ہو کے لپٹ جھپٹ جاتے
ہین - اور وہی بیماری جنکے آدمی کی جان لے ڈالتے
ہین - یہ بھی عجیب بات ہو کہ وہ ان اجسام فانی مین
اور کوئی قوت بجز موجب علالت ہونے کے نہین سمجھتے -
یعنی یہ عزیز صرف اُنھین بیمار ڈال سکتے ہین مگر فلاح
کے سامان بہم پہونچا نہین سکتے - اس حالت کو بزرگ
پرستی بھی کہہ سکتے ہین - کیونکہ اکثر اوقات ارواح خبیثہ
مقید اور برباد بھی کر دیجاتی ہین - یہ مذہب کی نہایت

ابتدائی اور نہایت پست حالت ہو جسمین خبیث موجودات
کا ہونا مانا جاتا ہو - جو انسانون کیطرح مادی نہین ہوتے
لیکن فانی ہوتے ہین اور اگرچہ بعض اوقات وہ
انسانون سے زیادہ پُر زور اور قوی مانے جاتے ہین
لیکن بعض اوقات اُس سے ضعیف اور سحر و افسون
کے ذریعے سے اُس کے قابو مین آنیوالے سمجھے جاتے ہین
(۲) فیٹش پرستی - یہ وہ درجہ ہو جسمین انسان یہ سمجھتا ہے
کہ وہ خدا کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے واسطے مجبور
کر سکتا ہو - اس درجہ کو حقیقت مین مذہب سے بالکل
بیگانہ اور محض سحر و افسون کے عقیدے کو اصل اُصول
سمجھنا چاہیئے - اسی درجے مین انسان کا یہ خیال ہوتا ہو
کہ وہ ایسی ضرر رسان مخلوقات کو اپنا تابع کر سکتا ہے
کہ جو اُسکے قابو مین آکے دوسرون کو ایذا پہونچا سکتے
ہین - اس حالت مین سب سے بڑا خیال موکلون وغیرہ
کا ہوتا ہو - اس عقیدے والون کے یہان نہ معبد ہوتے
ہین نہ بت نہ پجاری - نہ قربانیان نہ دعائین - ان مین
تخلیق عالم یا حشر و نشر یا عذاب و ثواب کے بابت کچھ
خیالات ہی نہین ہوتے - اور تلقین اخلاق سے

طاری ہوا اور چونکہ وہ ان آثار فطرت کو قابو مین کرنے کی قابلیت سے ناواقف تھا اور
خود اپنی قوتون کا علم نہ رکھتا تھا اس لیئے اُسنے آپ کو ایک کمزور حریف سمجھا اور آثار فطرت
کی بابت اُسسے یہی تصور بندھا کہ وہ سب ذی روح اور ذی شعور ہین۔ اُنمین وہ قوتین

بالکل بیگانہ رہتے ہین۔ اگرچہ اس قسم کے خیالات سے
کوئی قوم اور کوئی نسل انسانون کی بالکل خالی نہین ہوتی
لیکن زیادہ تر یہ طریقہ اہل حبش وغیرہ سے مخصوص ہی
اور اس طریقے مین سب سے بڑھکے یہ عقیدہ ہوتا
ہی کہ ایک فیٹش کے ذریعے سے وہ اپنے دیوتا کو
دھمکا یا قابو مین لاسکتا ہی اور یہ گویا محض جادو
ٹونے کا عقیدہ ہی۔ تمام عالم مین جادوگرون کا یہ
پندار ہی کہ اگر وہ اپنے مخالف کی کسی شے کو پاجائین
تو اُسپر اُنکا بس چل سکتا ہی حتّی کہ اُس کے لباس کا
بھی اگر کوئی ٹکڑا ملجائے تو اُس سے کام نکل سکتا ہی
بلکہ اگر کوئی تصویر بھی بنا لیجائے (جیسے ہندوستان
مین موٹھ مین یا چوراہے پر ماش کے پتلے بنا کے
رکھے جاتے ہین) تو اُس کے ذریعے سے بھی گزند
پہونچ سکتا ہی یعنی اگر اُس نقل یا شبیہ کو کچھ ایذا
پہونچائی جائے تو اُس سے اُس شخص کو ایذا پہونچیگی
جسکی وہ شبیہ ہی فیٹش پرستی اور بُت پرستی مین فرق
یہ ہی کہ ایک بُت خود ہی قابل پرستش ہوتا ہے۔
برخلاف اسکے فیٹش سے صرف یہ کام لیا جاتا ہی کہ
اُسکے ذریعے سے معبود انسان کے قابو مین ہوجاتا ہی
اور اسی وجہ سے یہ خیال صحیح ہی کہ مذہب کے اصلی
خصوصیات سے فیٹش پرستی بالکل بیگانہ بلکہ مخالف ہی۔
فیٹش کے واسطے یہ کچھ ضرور نہین کہ وہ کوئی خاص
شے ہو مثلاً جوار کا ایک بھٹا بھی فیٹش ہوسکتا ہی۔ اسکی
یہ صورت ہوتی ہی کہ جب کوئی وحشی اس قصد سے
نکلتا ہے کہ کسی عمدہ شے کو اپنے واسطے انتخاب کرے
تو وہ اپنے سود و بہبود کے واسطے ایک معبود کی تلاش
مین نکلتا ہی جب وہ اس ارادے سے گھر سے باہر
قدم رکھتا ہی تو جو شے سب سے پہلے اُسکے پیش نظر
ہوتی ہے چاہے وہ کُتا ہو یا بلّی یا اور کوئی نہایت قابل
نفرت جانور وہ اُسکو اپنا معبود ٹھہرا لیتا ہے۔ بلکہ اگر
کوئی پتھر یا لکڑی کا ٹکڑا یا ایسی ہی کوئی بیجان شے
بھی نظر آجاتی ہے تو اُسی کو اُٹھا لیتا اور اُسی سے
اپنا دل باندھ لیتا ہی۔ اب اُسکے اوپر نذر و نیاز چڑھائی
جاتی ہی اور اُسکی عظمت و بزرگداشت کیجاتی ہے۔
لیکن اُسوقت یہی نیت ہوتی ہی کہ اگر اسنے
مقاصد مین کامیابی ہوگی تو خیر ورنہ اُس سے قطع نظر

پنہان ہین جو نہ دکھائی دیتی ہین نہ انسان کی سمجھ مین آتی ہین - اور اُنکو عالم اور رمائی العالم پر اتنا اختیار و اقتدار حاصل ہی کہ جسکا حصر ہو نہین سکتا اور جس کے مقابلے مین انسان ضعیف البنیان سر اُٹھا نہین سکتا - اس حالت مین کہ انسان اپنی باطنی قوتون سے بیخبر دوسری

صکیجائے گی - پھر اگر وہ مقصد پورا ہو جاتا ہی تو اُسکی شان دوبالا ہو جاتی ہو ورنہ وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہو اور اُسکی عظمت و بزرگی تشریف لیجاتی ہی اس قسم کے عقائد عالمگیر ہین - مثلاً بعض مقامات پر بعض جانورون کو لوگ طلسماتی قوتون سے آراستہ و پیراستہ مانتے ہین اور اُنکی یہ قدر کرتے ہین کہ چاندی سونے کی ڈبیوئین بند کرکے اُنھین اپنے پاس رکھتے گلے مین لٹکاتے یا بازو پر باندھتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ اُنکی وجہ سے وہ آزار سے محفوظ رہین گے - بیمار یا تلوار بندوق سے زخمی نہون گے اہل ہندوستان اپنے بچّون کے گلے مین بعض جانورون کے ناخن یا ہڈیان پہناتے ہین - کیا عجب ہے اسکی بھی علت یہی کچھ ہو -

(۳) ٹوٹم پرستی - یا پرستش فطرت جسمین شجر و حجر دریا اور جانورون کی پرستش کیجاتی ہی - اس حالت مین پہونچکے ایک وحشی فیٹیش پرستی کو لازمی طور سے ترک نہین کردیتا - کیونکہ فیٹیش پرستی کا رواج دُنیا کی قریب قریب ہر قوم مین تھوڑا بہت ہے - بلکہ جب انسان ترقی کرکے اس درجے مین آتا ہی تو زیادہ اعلیٰ اور کم مادّی مخلوقات

کے ماننے کے عقیدے کو مستزاد کردیتا ہی - اس حالت مین شجر و حجر - دریا اور پہاڑ - اجسام ذی روح اور اجرام فلکی سب کی پرستش ہونے لگتی ہی - البتہ ایک بات یہ ہوتی ہی کہ اعلیٰ معبودون کی بابت یہ خیال باقی نہین رہتا کہ اُنھین جادو منتر کے زور سے قابو مین لاسکتے ہین - تاہم وہ معبود خالق نہین مانے جاتے نہ وہ نیکیون کی جزا یا گناہون کی سزا دے سکتے ہین فیٹیش پرستی اور ٹوٹم پرستی مین فرق یہ ہی کہ ایک مین معبود انسانی صفات سے متصف ہوتے ہین - دوسری مین مافوق انسانیت سے - ایک مین صرف فرد واحد کی پرستش کیجاتی ہے دوسرے مین اُسکی پوری جنس کی مختلف ملکون کے علم الاصنام مین جو آثار فطرت کے معبود و مسجود ہونیکا خیال نظر آتا ہی - وہ اسی عہد کا پتہ دیتا ہے - اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض آثار فطرت - جیسے - نیند - خواب دُکھ - درد - اور موت نے وحشیون کے دل مین چند غائب اور غیر مرئی قوتون کے وجود کا خیال پیدا کیا اور اسی خیال مین قومی معلومات کی ترقی سے تخیل نے نئی نئی گلکاریان کین اور شاعرانہ مضمون آفرینی

مخلوقات کی قوتوں کے بارے مین ایک مبالغہ آمیز اور پُر اسرار تصور مین مبتلا۔ اور غور و فکر اور استدلال کی مشق نہ رکھتا تھا اُس کے تخیل نے اُنھین آثار فطرت کو مہیب جانوروں۔ عفریتون۔ دیوزادون اور پُر اسرار مخلوقون کی ڈرائونی شکلون مین متشکل کر کے طرح طرح کے برگ و بار پیدا کیئے۔

(۴) شامان پرستی۔ ٹوٹم پرستی سے شامان پرستی صرف اس بارے مین جُدا ہی کہ اسمین معبود ہماری اسی زمین پر رہتے ہین لیکن اُسمین وہ عام طور سے اپنے ایک جُداگانہ عالم مین رہتے ہین اور وہ اس سے کم سروکار رکھتے ہین کہ اس عالم مین کیا واقعات ہو رہے ہین۔ اس طرز کا اشتقاق سائبریا سے ہے۔ جہان شامان لوگ اسکے مدعی ہوتے ہین کہ اُنمین کوئی روح حلول کرتی ہی جس کے نام سے وہ بات چیت کرتے ہین اور جس کے ذریعے سے وہ سوالات کے جواب دے سکتے اور زمانۂ آئندہ کے بابت پیشینگوئی کر سکتے ہین۔ اب تک ہمنے مدلل عقائد پر ہمنے غور کیا ہی۔ اُنمین جو معبود تھے وہ ہر شخص کو نظر آتے تھے اور ہمارے درمیان موجود ہوتے تھے لیکن اب اس درجے مین پہونچ کے مذہب کا کسیقدر بلند تصور ہمارے پیش نظر اور مرکز خاطر ہوتا ہی۔ اگرچہ یہ نام سائبریا سے نکلا ہے۔ لیکن یہ طرز خیال بہت دور تک پھیلا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہی کہ مذہبی ترقی کے مدارج مین یہ ایک ضروری درجہ ہی۔ اس حالت مین انسان کو یہ تصور ہوتا ہی کہ اُسمین ربانیت سرایت کر جاتی ہی اور اسکے مُنہ سے جو کچھ نکلتا ہی وہ ایزدی پیغام ہوتا ہی کیونکہ اسوقت وہ نہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے نہ اپنے کانون سے سنتا ہی نہ اپنی زبان سے بات چیت کرتا ہے۔ یہ حالت قریب قریب وہی ہی جو ہمارے ہان اکثر لوگون مین (جنپر جن و پری کا سایہ ہوتا ہی یا جو آسیب زدہ کہلاتے ہین) پائی جاتی ہی۔ اُنھین مین سے اکثر لوگ یہ لاف و گزاف کرتے ہین کہ اُنمین خدا اسطرح سما جاتا ہے کہ وہ اُنکو نہایت مخفی خزانون اور غیب کی باتون سے مطلع کر دیتا ہے۔ اور انھین یہ قوت دیدیتا ہی کہ وہ جہان چاہین خلق کی نگاہون سے پوشیدہ چلے جا سکتے اور اپنے آواز کو نہایت درجہ بعید فاصلہ پر پہونچا سکتے ہین۔

(۵) بُت پرستی۔ انسانی ترقی کی ایک شان یہ بھی ہی کہ اُسنے مذہب کی ایک یہ صورت قرار دی کہ کچھ معبود مقرر کرکے اُنکی شکلین اختراع کین اور اُنکے آگے سر تسلیم خم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ وحشی ہین وہ

کر کے اُس کے سامنے پیش کیا۔

یہ اصلی تحریری ہی مذاہب کی اور انسان کی ابتدائی زمانے کی جہالت و وحشت پر نظر
کر کے یہ کچھ بعید از عقل نہین معلوم ہوتا کہ اُسنے اس نئے عالم مین آ کے فطرت کے شکوہ و شان

سے اور جنھون نے کچھ بھی ترقی نہین کی ہو اُنمین بتونکے
پوجنے کا چلن نہین ہو بلکہ وہ فیٹش پرستی ہی مین پڑے
ہوئے ہین فیٹش پرستی مین معبود کا تصور اتنا باعظمت و
جلال نہین کہ انسان اُسکے سامنے سر جھکائے۔ اُنمین
تو انسان اتنا زبردست ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبود پر اپنا
سکہ بٹھا سکتا ہے۔

علی العموم ایک بُت انسانی شکل مین متشکل کیا
جاتا ہو اور بت پرستی کو نہایت قریبی تعلق مذہب کی اُس
صورت سے ہو جسمین اسلاف کی پرستش کیجاتی ہو۔ اسکی
علت یہ معلوم ہوتی ہو کہ انسانون کے خیال مین موت
اور نیند مین نہایت درجہ مشابہت و مماثلت ہوتی ہے
اور لوگ یہ سمجھتے ہین کہ جسطرح سونے کی حالت مین انسان
بے حس و حرکت ہوتا ہو مگر بیجان نہین ہو جاتا موت
مین بھی اُسکی کچھ ایسی ہی حالت ہوتی ہوگی اسیوجہ
سے اکثر لوگ اپنے مرے ہوئے عزیزون کو روٹی (یا
پنڈے) دیتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ وہ بعد مرنے کے
بھی کھانے اور پینے کی خواہشون مین گرفتار ہین اور
جو کھانا پانی اُنکے نام پہ دیا جاتا ہو وہ بجنسہ اُنھین
پہونچ جاتا اور اُنکے کام آتا ہو۔ بلکہ بہت لوگ یہ بھی
خیال رکھتے ہین کہ فصل کی جو چیز مرنیوالے کو زندگی
مین مرغوب تھی وہ ضرور اسکے نام پر نکالی جائے۔
اور بہت لوگ اپنے عزیزون کے نام پہ پہننے اوڑھنے
کے سامان۔ زیور اور سواریان اور خانہ داری
کی چیزین بھی نذر کرتے ہین اور یہ سب اس لیئے کہ
مرنیوالے کو دوسرے عالم مین ان سب چیزون کی
ضرورت ہوگی۔ اسیطرح بہت لوگ مردون سے منتین
مانتے اور دعائین مانگتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ مرنے
کے بعد اُنکی قوتین اتنی بڑہ گئی ہین کہ جو کام جیتی
زندگی وہ نہین کر سکتے تھے وہ مرنے کے بعد کر سکینگے
اسی اسلاف پرستی مین بعض قومون نے اپنے اسلاف
کی یاد تازہ رکھنے کے واسطے اُنکی تصویرین کھنچوائین
اور مجسم بنوائے۔ اور اُنکو جذبۂ محبت اور شوق
کی نگاہون سے دیکھا۔ پھر بزرگون کی عظمت و تقدس
کے خیال نے اُنکی شبیہون اور مورتون کو بھی تعظیم و تکریم
کا لباس پہنا دیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ عظمت و تقدیس کا
خیال اخلاف کو اسلاف کی پرستش کے دھڑے پہ لے آیا۔

کے سامنے سر نہوڑا یا ہو۔ بہر نوع۔ اس طور سے مذاہب فطرت کی بُنیاد پڑی اور اگرچہ متعدد مذاہب فطرت کے تقابل سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ اُنمین باہم کیسا بڑا تفاوت ہی۔ لیکن باایں ہمہ اُنمین جو جزو قدر مشترک ہے وہ اُن سب کو ایک زمرے مین شمار کرنے کے واسطے کافی ہے اور جسقدر تفاوت ہے اُسکی بابت یہ صاف نظر آرہا ہے کہ بعض نے مرورِ ایام اور وسعت نظر سے ترقی کے کچھ زیادہ مدارج طے کیے ہین اور بعض نے بہت کم۔ چنانچہ بعض مین انسان کے روز افزون علم و آگہی سے اخلاقی خیالات بھی داخل ہو گئے اور معبودون کی صورتون مین انسان کے خط و خال اور اُنکے افعال مین انسان کے جذبات و رجحانات کی جھلک نظر

۵ پھر انسانی ترقی مین جسقدر حکومت و اختیار کے مرکز حاکم اور بادشاہ ہوتے گئے اور جسقدر خود مختاری اور قہاری کی شان اُنمین بڑھتی گئی اُسیقدر زیادہ اُنکے ظل اللہ بلکہ معبود و مسجود ہونیکا خیال مضبوط ہوتا گیا۔ اُنکے رعب و جلال سے طبائع ہیبت زدہ اور مرعوب ہوئے اور اُنکی ادب آداب کا خیال بڑھتے بڑھتے پرستش کی حد تک پہنچ گیا۔ اگرچہ اس اطاعت پرستی کی ابتدا ظلم پرستی کے زمانے سے ہو جاتی ہے مگر یہ اُسکے بعد بھی باقی رہتی ہو اور بُت پرستی سے الگ معلوم ہوتی ہو کیونکہ بُت پرستی مین شجر و حجر کی پرستش یا کواکب پرستی کی بہ نسبت عقلی ترقی زیادہ معلوم ہوتی ہو بڑی بات یہ ہو کہ بُت پرستی مین آکے انسان کی عبدیت و معبودیت کا خیال ذرا صاف اور واضح نظر آتا ہو اور اُس سے بیشتر بالکل ایک کورانہ اطاعت ہوتی ہے۔ بادشاہون کی اطاعت مین سب سے پہلا خیال یہ تھا کہ لوگون نے اپنے بعض ابنائے جنس کو غیر محدود طاقت اور قدرت والا مانا اور ادنیٰ درجے کے لوگون نے اُنھین یہ سمجھا کہ وہ نہ صرف زمین پر بلکہ آسمان پر اور سارے عالم پر قدرت رکھتے ہین۔ لیکن اس خیال کا زور اُسوقت تک نہ ہو سکتا تھا جب تک کہ بادشاہ اور سردار لوگ عوام مین ملے جُلے تھے۔ کیونکہ اُسوقت اُنکے صفات و اعیان مین اسرار نہ تھے۔ بلکہ اس خیال کی ترقی جبھی ہوئی جب اُنھون نے طبقۂ عوام سے اختلاط کم کیا۔ (کیونکہ جب تک کچھ اُمور مخفی اور پُر اسرار نہون مذہب کی جھلک نظر نہین آتی) حتیٰ کہ یہ خیال بھی پیدا ہونے لگا کہ وہ لوگ فانی نہین ہوتے اور کسی نہ کسی صورت سے زندۂ جاوید ہوتے ہین چنانچہ تبت کے لاماؤن کی بابت یہی خیال ہو کہ وہ سدا جیتے ہین اور

آنے لگی۔ اس میلان مین اسقدر ترقی کی گنجایش تھی کہ بعض مذاہب مین نہ صرف دیوتاؤن مین اخلاق حسنہ اور عقل و دانش کے جوہر دکھائے گئے بلکہ مختلف جذبات انسانی مجسم اور متشخص کر کے معبودون کی صورت مین ظاہر کیئے گئے۔ چنانچہ ہندوستان اور یونان کے علم الاصنام پر غور کرنے سے اسکا پورا ثبوت ملتا ہی۔ مذاہب فطرت کی اس حالت کے ساتھ یہ بات لحاظ کے قابل ہی کہ اگرچہ اُنمین آثار فطرت کی پرستش کا رجحان غالب تھا۔ لیکن مذاہب کی تاثیرات اخلاقی اثرون سے خالی نہ تھین اور اُنمین اخلاقی تعلیم و تلقین کا کوئی نہ کوئی شائبہ ضرور رہتا۔ یعنی اگرچہ انسان محض آثار فطرت سے مرعوب ہو کے اپنی نگاہ مین

ص۴ اُنکی روح ایک کالبد خاکی سے دوسرے کالبد مین چلی جاتی ہے۔

بُت پرستی کی سب سے اعلی شان یہ ہی کہ انسان بتونکو درحقیقت قابل پرستش نہ سمجھے بلکہ محض دھیان گیان اور یکسوئی خیال کے واسطے اُنکو پیش نظر رکھے۔ اور جن قومونمین حکمت و فلسفہ کا چلن ہی اُنکے یہان مورتی پوجن کی علت اسیقدر رہی کہ وہ ایک ذریعہ اور وسیلہ یکسوئی خیال کیواسطے ہی۔ اور جو شے پیش نظر ہوتی ہی اُسے محض مظہر ربانی سمجھکے وہ اُسکے سامنے سر جھکاتے ہین۔ لیکن بت پرستی کے ادنی مدارج مین وہ مردہ پرستی ہی جسمین انسان کو اپنے عزیزون اور دوستونکے بھوت پریت ہوجانیکا یقین ہوتا ہی لیکن اسمین بھی دو مدارج ہین۔ اعلی مرتبہ تو یہ ہی کہ روح کے بابت یہ عقیدہ ہو کہ وہ بوجہ گناہونمین آلودہ ہونیکے خبیث ہو گئی ہی اور ستاتی ہی۔ اور ادنی مرتبہ مین ایسے بلا کا عقیدہ ہوتا ہی مثلاً جاہل اور وحشی لوگ صرف اتنا جانتے ہین کہ انسان مرکے بھوت ہو گیا لیکن وہ عذاب و ثواب اور جزا و سزا کے بابت کچھ نہین سمجھتے بلکہ اُنکے خیالات اسی عالم کو دار الجزا سمجھنے مین محدود رہتے ہین۔ چنانچہ ایسے لوگونکی قسمین کسی عہد شکنی یا دروغگوئی کے بابت اسی دُنیا تک کے لیئے ہوتی ہین (جیسے بعض لوگ کہتے ہین کہ ہمارے دیوتا گھٹنون کے سامنے آئے اگر ہم ایسا کرین) اسطرح یہ لوگ مرے ہوئے انسانون سے دُعا اور عرض مدعا کا خیال بھی نہین کرتے لیکن اعلی مدارج مین روح کے سدا باقی رہنے غیر مقید ہونے اور حاجت روائی کر سکنے کا عقیدہ ہوتا ہی اور یہ مانا جاتا ہی کہ وہ مرنیکے بعد جسقدر دُنیاوی خواہشات و جذبات سے پاک اور تشخصات و تعینات سے آزاد ہو جاتے ہین اُسیقدر عالم مین اُن کے تصرفات بڑھجاتے ہین اور بوجہ اُنکے برگزیدہ و مقرب ہونیکے اُنکی شفاعت و سفارش کی آمرزش کا سبب ہو سکتی ہی۔ ۱۲

آپ حقیر معلوم ہوتا تھا اور اپنے تذلل کے اظہار مین اور اپنے کو بلیات سے محفوظ رکھنے کے خیال سے اُنکے سامنے سر جھکاتا اور اُنھین مؤثر حقیقی سمجھکے اُنسے پناہ مانگتا اور سرپرستی کا خواستگار ہوتا تھا لیکن یہی رُعب اُسکے بیم ورجا کے جذبات کو بھی برانگیختہ کرتا اور نیکی کرنے اور بدی سے باز رہنے کا خیال پیدا کرتا تھا۔ اور نکوکاری سے اچھے ثمرات پانے کی امید اور بدکاری سے بُرا انجام دیکھنے اور گرفتار عذاب ہونے کی دہشت دلمین سمائی رہتی تھی۔ اور قوم مین کچھ اشخاص فلسفی یا عقلا یا انبیا ایسے پیدا ہو گئے جنھون نے اپنے تخیل کی بلند پروازی یا عقل کی برتری سے اس امر پر نظر کی کہ مذہب کے فطری حصے کو اخلاقی حصہ پر مرجح ہونا اور محض اظہار تذلل اور عجز ونیاز پر طہارت قلب اور شائستگی اطوار کو فائق سمجھنا چاہیے یعنی آثار فطرت کی پرستش کے عوض نفوس انسانی کے تزکیہ پر زیادہ توجہ کرنا چاہیے تو گو ایک وقت مین اُنکی اخلاقی تعلیم وتلقین سے ایک عام شورش اور برہمی پیدا ہوئی اور لوگون نے اپنے معبودونکی طرف سے ذرا بھی بے توجہی کو سخت گناہ سمجھ کے ایسے لوگون کو مرتد اور بددین جانا اور اُنکے درپے آزار ہوے لیکن رفتہ رفتہ کرکے مذہب مین تہذیب اخلاق اور تزکیۂ باطن کے واسطے جبر نفس اور ریاضات ومجاہدات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور معبودونکی ذات وصفات کے تصور مین حکیمانہ اور فلسفیانہ خیالات راہ پانے لگے پھر تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ اخلاقی اصول اسقدر غالب ہوتے گئے کہ[۱] شائستہ مذاہب مین

۱؎ اخلاق کو مذہب سے جو تعلق ہی اُسکے بارے مین یہ کہا جاسکتا ہی کہ ادنیٰ قومونمین چونکہ معبود انسانی صفات سے متصف بلکہ بعض اوقات محض بلیات ہوتے ہین اسوجہ سے وہ لوگ گناہ اور معصیت کی طرف سے بے پرواہ ہوتے ہین اور جبتک وہ نذر نیاز کے ذریعے سے اپنے معبودون کو راضی رکھتے ہین وار دگیر سے مطمئن رہتے ہین۔ یہی وجہ ہی کہ ان لوگونمین شیطان یا ایسے کسی گمراہ کرنیوالے یا بھٹکانے والے وجود کا خیال بھی نہین ہوتا۔ بعض اہل تحقیق کا خیال ہی کہ ادنیٰ درجے کی قومونمین چونکہ مساوات کا خیال غالب ہوتا ہی اور جہالت وعلمیت مفلسی وتونگری۔ غلامی اور مولائی کے جھگڑے بکھیڑے نہین ہوتے نہ وہ کاروبار یا پیشہ وہنر کی تقسیم

کورانہ پرستش اور رسم و رواج کی سخت پابندی اور شعائر مذہبی مین بشدت غلو و انہماک نسیاً منسیاً ہوگیا اور رہبجز مستثنےٰ اوقات کے جبکہ تعصب نے معتقدان مذہب مین جوش و خروش پیدا کیا ہو علی العموم دنیا مین اچھی زندگی کے نمونے پابندان مذاہب نے دکھائے۔ بالآخر۔ اسی خلل و اختلال سے مذہب فطرت کی جگہہ مذہب حسن معاشرت نے لے لی۔ کیونکہ تمدنی ترقی مذہب حسن معاشرت کی تلقین و موعظت کیواسطے راستہ صاف کردیتی ہے۔ اور اگرچہ ایسی حالتمین بھی مذہب فطرت کی آثار و یادگار باقی رہتے ہین لیکن اُن کا غلبہ اور تفوق قائم نہین رہتا اور بڑے بڑے معبود فطرت جدید خیالات و موجودات کے ایک تصور بحت کے سامنے پادر ہوا ہوجاتے ہین لیکن ایک اور صورت سے پھربھی کچھ معبود ایسے باقی رہجاتے ہین جنسے انسان اپنے بیم و رجا کے خیالات وابستہ رکھتا ہے۔ مصیبتونمین اُنسے عرض حاجت کرتا ہی۔ تکلیفونمین اُنکی دوہائی دیتا ہی۔ پریشانیون مین اُنکی منتین مانتا ہی۔ عہد و مواثیق مین اُنکے نامون پر حلف اُٹھاتا ہے۔ اور کامیابیون اور مسرت کے موقعون پر اُن پر نذر و نیاز چڑھاتا ہی۔ یہ وہ درجہ ہوتا ہی جسمین آثار فطرت کی جگہہ ارواح۔ ائمہ۔ موکل۔ ملائکہ یا اولیا و شہدا آجاتے ہین کیونکہ اسوقت یہ عقیدہ ہوتا ہی کہ تمام عالم ایک مافوق الفطرۃ ذات کے تصرف و اختیار مین ہی اور وہی سرچشمۂ اخلاق حسن ہی اور یہ ارواح و ملائکہ وغیرہ اُسکے برگزیدہ مخلوق ہین جنھین خاص اسلئے قوتین

ملا ہوتی ہی جو لازمۂ تمدن ہی اسلیئے اُنمین ارتکاب جرائم کی ترغیب کے نہ سامان ہوتے ہین نہ زیادہ معائب۔ اور اسلیئے اُنمین اخلاقی قوت زبردست ہوتی ہی۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تمدن کی ترقی سے انسان کی اخلاق خراب اور اُنمین عیوب پیدا ہوجاتے ہین۔ لیکن یہ خیال صحیح نہین معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ

تمدن تو صرف ہمارے سامانون کو بڑہاتا ہی۔ ہماری عزلیتون کو بلند کرتا اور ہمکو ایک اعلیٰ اور عمدہ زندگی بسر کرنا سکھاتا ہی۔ اب اگر وحشی قومونمین بوجہ بےسر و سامانی کے بعض عیوب نظر نہین آتے تو یہ ویسا ہی ہی۔ جیسے درند و پرند جملہ بہائم و وحوش کو ہم دیکھتے ہین کہ وہ بالکل معصوم ہوتے ہین لیکن ہم اُنمین کوئی اخلاقی قوت نہین پاتے۔

عطا کیگئی ہین یا جنھون نے اپنے ریاضات و مجاہدات سے اپنی روح کو پاک و صاف اور قوی تر بنا لیا ہو - اس حالت تک پہونچکے مختلف جماعتین اسوجہ سے متحد ہوجاتی ہین کہ وہ نجات ابدی کے ایک ہی اُصول کی ماننے والی ہین اور اُنکے اتحاد کا یہ مقصد ہوتا ہو کہ اُس اُصول کو قائم رکھین - اُسکی نشو و نما کرین - اُسکی دعوت دین اور تبلیغ کرین اور الوسی پر سب کو کاربند کرائین - اسطور سے یہ مذاہب اشخاص منفرد کے ہاتھون قائم ہوتے ہین اور پھر دوسری نسل کے لوگ اُسکے آئین و ضوابط مقرر کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ اُنکے اصل اصول الہام یا وحی کے ذریعے سے اُن تک پہونچے اور جس شخص نے اُنکی تبلیغ کی ہے وہ کوئی واجب التعظیم رسول یا نبی تھا بلکہ بعض اوقات جوش عقیدت مین وہ اُسکی پرستش کرنے لگتے ہین -

مختصر یہ ہو کہ زمانۂ حال کے اہل تحقیق مذہب کو انسانی اختراع[1] مانتے اور اُس کی

[1] اہل تحقیق نے مذہب کی بابت جو رائے قائم کی ہو اسکے متعلق اتنا کہدینا ضرور ہو کہ جسقدر نتائج اُنھون نے نکالے ہین وہ محض قیاسی ہین اور منطقی اصطلاح ہین قیاس مفید یقین کو نہین ہوتا - جو شہادت اسوقت ہمارے پیش نظر ہو اُس سے کسیطرح پایہ ثبوت کو نہین پہونچتا ہو کہ مذہب کلیۃً ایجاد بندہ ہو - اہل مذاہب کا یہ دعوی کہ نفس مذہب کی تعلیم بذریعہ وحی یا الہام ہوئی ہو اس شہادت سے باطل ثابت ہوتا ہو - وہ اسکے مدعی ہین کہ مذہب الٰہی سچا مذہب وہ ہو جس کی تبلیغ کسی نبی برحق یا رسول برحق نے کی ہو - اور اسکے علاوہ جسقدر عقائد و ملل ہین وہ مذہب کے نام سے موسوم کیے گئے ہین لیکن درحقیقت وہ انسان کے واہمہ خلاق کی طبعزاد ہین اور اہل تحقیق نے محض اُنکی وجہ سے دھوکا کھایا اور کل مذاہب کا ایک سلسلہ قائم کرکے سرے سے مذہب کو انسانی اختراع سمجھ لیا ہو - اس دعوے پر دلیل یہ ہو کہ جسقدر نبی برحق سلف سے ابتک گزرے ہین وہ سب بلا کسی استثنا کے اپنے زمانے کے نہایت برگزیدہ - صاحب تقویٰ و طہارت متصف بہ امانت و دیانت راستگو - خوش معاملہ - حرص و ہوا سے بری - مال و منال کی طمع سے پاک عزت و شوکت جاہ و حشمت کے شوق سے دور تھے - اُنکی عمرین کمال صفائی اور پاکی سے بسر ہوئین اُنھون نے

ترقی کو انسانی تمدن اور علم کی ترقی سے وابستہ جانتے ہین - اُن کا یہ بھی خیال ہے کہ جن
مقامات پر تمدن کے معتدبہ اجزا نے ترقی کی لیکن اُسی تناسب سے حقائق اشیا کا علم نہین
بڑھا (جیسے پیرو اور مکسیکو مین) وہان ایزدی قوت اور قدرت کے بابت تو زیادہ صحیح
خیال پیدا ہوا لیکن اُسکی ماہیت ذات کے تصور مین کچھ ترقی نہوئی - اور اسوجہ سے

نہایت سادگی اور سکینیت سے زندگی ختم کی اور ہمہ وقت
اُنکی کوشش اور ہمت اسپر مصروف رہی کہ
بنی آدم صلح و امن اور ہمدردی و مؤانست باہمی
سے بسر کرین - اُنہین پاکیزہ اخلاق و عادات پیدا ہون
اور وہ حسن معاشرت کی صراط مستقیم پر چلین - لوگون نے
اُنھین ایذائین پہونچائین تکلیفین دین - مجنون دیوانہ
کہا - ساحر اور جادوگر بنایا لیکن اُنھون نے بُرا
نمانا اور اپنا کام کرتے رہے - ایسے لوگون نے نبوت
یا رسالت کا دعویٰ کیا لیکن اس دعوے کی وجہ
سے نہ کوئی نفع اُٹھایا نہ کچھ چین پایا بلکہ محض اسی
دعوے کے سبب سے اہل زمانہ اُنکے درپے آزار ہوکے
پس عقل اسے قبول نہین کرتی کہ ایسے بزرگ برگزیدہ
معصوم اور خوش اخلاق انسان جنکی سچائی اور
بے غرضی کو زمانہ مانے ہوئے تھا عمر بھر مین اگر کچھ
جھوٹ بولے تو اُسیقدر کہ نبوت کے مدعی ہوئے پھر
مذاہب الہامی کی مسلسل تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہو
کہ اکثر انبیا نے اپنے مابعد انبیا کی تصدیق اور اپنے

مابعد آنیوالون کی پیشینگوئی کی اور اُنکی شریعتون
نے سابق شریعتون مین ترمیم و اصلاح کی - اور یہ
ترمیم و اصلاح باندازہ قوم کی عقلی ترقی کے ہوا کی -
لیکن ان سب مین توحید - نبوت جزا و سزا کے
مسائل قدر مشترک رہے -

اس مقام پر یہ نکتہ قابل غور ہے کہ قریب قریب
کل شایستہ مذہبون مین (یعنی ایسے مذہبون مین جنھین
اپنے الہامی ہونیکا دعویٰ ہے) کوئی ایک بھی ایسا
نہوگا جسمین متعدد امور اعتقادی اور مسائل ایسے
نہونگے جنکو عقل انسانی نے پوری طور پر نہ سمجھا ہوگا یا نہ سمجھ
مین آنے کے قابل مانا ہوگا بلکہ اُنکے بابت یہی
کہا گیا ہوگا کہ وہ انسان کی فہم سے بالاتر اور اُسکی
عقل نارسا سے دور ہین یعنی - شرطا ایمان بود
ورزش ایمان بالغیب - بالفاظ دیگر - قریب قریب
کل الہامی مذاہب مین جو امور معمولی انسان
کی فہم مین آنیوالے ہین وہ تو صاف صاف
بیان کردیئے گئے ہین اور جو اُس سے بالاتر ہین

وہان قدم بقدم ہول اور دہشت غالب رہے اور انسان کو اپنے ضعف و کمزوری کا احساس زیادہ رہا۔ پھر جیسے جیسے جسقدر نوامیس فطرت اور اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم بڑہا انسانی نفوس مین زیادہ کشادگی اور قوت بڑھتی گئی۔ مثلاً اوّل اوّل انسان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ خدا نے اس زمین کو پانی کے اندر سے اُبھارا اور اُسے انسانون کا مسکن بنایا بعدازین

صرف اُنکی ماہیت یہ کہدیا گیا ہو کہ اُنکی کُنہ حقیقت پر غور و تامل کی حاجت نہین۔ اُنھین بے دلیل و حجت مان لینا چاہیئے۔ اب اگر مسائل مذہبی صرف انسانی تخیل کے طبعزاد ہوتے تو لازم تھا کہ وہ معمولی فہم انسانی سے بالاتر نہوتے اور کم ازکم یہ تھا کہ جو لوگ نبوت یا رسالت کے مدعی تھے وہ خود اسکا دعوے کرتے کہ ہماری فہم و ادراک مین ان اُمور کی کُنہ حقیقت آگئی ہے۔ برخلاف اسکے انبیاء معصومین نے ان اُمور مین اپنی عقل کی نارسائی کا اعتراف اور "ما عرفناک" کہکے اپنا عجز ظاہر کیا ہے۔ بلکہ جس نبی اُمی نے اسکا دعوے کیا ہے کہ وہ خاتم الانبیا ہی اور اُسکا دین کامل و اکمل ہے اُسنے خود اپنے بارے مین خدا کی طرف سے لوگونکو یہ پیغام پہونچایا ہی کہ "مین صرف ایک بشر ہون تم جیسا البتہ مین اپنے خدا کا ایک پیغامبر ہون کہ اُسکے حکم تم تک پہونچاتا ہون"۔ نہ صرف اسیقدر بلکہ عقل انسانی کو ہمیشہ ترقی کن ماننے کے بعد یہ

لازم ہی کہ جو اُمور ایک وقت معمولی فہم انسانی سے بالاتر تھے چاہیئے تھا کہ دوسرے زمانے کے انسان اُنکے سمجھنے سے قاصر نہ رہتے جیسا کہ کل مسائل فلسفہ و حکمت کے بارے مین ہوا۔ برخلاف اسکے ہم دیکھتے ہین کہ الہامی مذاہب کے اکثر عقائد و احکام کی حقیقت و ماہیت اور علت ہمیشہ کنز مخفی رہی پھر الہامی مذاہب کی تاریخ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ ہر قوم کی شائستگی اور عقلی ترقی کے لحاظ سے اُسکے واسطے شرعی تکلیفات مقرر کی گئین اور یہی وجہ ہی کہ زمانے کی ترقی کے ساتھ ہی ساتھ مذاہب مین بھی ترقی ہوئی اور اگرچہ مہمات عقائد مین سب یکسان رہے لیکن معاملات و عبادات مین متواتر تبدیلیان ہوا کین حتّٰی کہ بنی آدم پر ایک ایسی شریعت نازل ہوئی جو اُنکے لیے ابدالآباد تک کافی و وافی ہوگی اسمین اتنی آزادی ہی کہ وہ دُنیا کے معاملات مین خلل انداز اور انسانی ترقیات مین مزاحم نہین اور اُسمین اتنا لوچ ہی کہ وہ سوسائٹی

اُسنے یہ سمجھا کہ زمین اور پانی دونون ایزدی قوت سے خلق ہوئے۔ پھر دونون وہ محض بلیات کو معبود مانتا رہا مگر بعد چندے اُسنے خیر و شر دونون قسم کے معبودونکا وجود تسلیم کیا۔ اور پھر اُسنے صرف خیر مجسم معبود کو خدا مانا دیگر معبودون کو اُن کا مطیع یا اُسکی درگاہ سے راندہ و منحرف اور ضال یا مضل سمجھا۔ پہلے اُسنے صرف بھوت پریت اور آسیب و بلا کو اپنے لیئے

کے ہر طبقے اور ہر فرد واحد سے ہر حال مین سازدار ہوسکتی ہی۔ اسی شریعت نے دُنیا مین ایک اعلیٰ تمدن قائم کیا اور عالم مین شایستگی کا ایک نیا دور شروع کیا۔

اب صرف دیکھنا یہ ہی کہ اہل تحقیق نے جو مدارج مذاہب کی ترقی کے بیان کیئے ہین اور جیسے وہ مذہب کو انسانی اختراع ثابت کرتے ہین اُنکے بارے مین اہل مذاہب کیا کہہ سکتے ہین۔ اسمین کچھ شک نہین کہ خدا کی اتنی بڑی کائنات اور اسکی بیحد و نہایت مخلوقات کے حالات پر غور کرنیسے ہمپر یہ راز منکشف ہوتا ہی کہ دُنیا مین مذہبی خیالات کے دو مبداء و ماخذ ہین۔ ایک الہام و وحی اور دوسرا خود نفس انسان کے تخئیل۔ انسان بدو فطرت سے با مذہب پیدا ہوا ہی اور اُسکے دلمین یہ خیال فطرۃً ضرور کھٹکتا رہتا ہی کہ وہ اس عالم اجسام کے سوا جسکے حرکات ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہین کوئی اور عالم بھی ہی جو ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہی وہی عالم محرک ان حرکات کا کلیتہً یا جزئیتہً ہی اور اسی عالم سے ہمارے

رنج و راحت۔ غربت و امارت۔ بیماری و صحت وابستہ ہوئی ہین اور اُسیکے سبب سے اس عالم کون و فساد مین ہر قسم کے تغیرات ظہور پذیر ہوتے ہین۔ درخت خود بخود بڑھتا ہی۔ وقت معینہ پر پھول پھل لاتا ہی۔ پھر بے برگ و بار ہو جاتا ہی۔ انسان ایک حالت مجبوری مین پیدا ہوتا ہی پھر عقل و ہوش حاصل کرتا ہی۔ دُنیا مین اپنی جسمانی اور روحانی قوتون سے ایک چہل پہل پیدا کرتا ہے اور پھر یکایک اُٹھ جاتا ہی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ ان حرکات کا صدور کس سے ہوا۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے کرشمے قدرت کے ہین جنکی علت و غایت ہر انسانی گروہ اپنی سمجھ اور عقل اور اپنے علم کے موافق قرار دیتا ہے اور اُسیکے مطابق اُسکے بیم و رجا کے جذبات اور اُسکے غم و مسرت کے خیالات پیدا ہوتے ہین انسان کی عقل اسباب و علل کے سلسلے کو ایک حد تک پہنچا کے تھم جاتی ہی۔ اور بالآخر وہی حیرانی جو شروع مین تھی اُسکی طبیعت کو پریشان کرنے لگتی ہی۔ ایسے

باعث پریشانی اور اپنے سے زیادہ صاحب قدرت مانتا۔ پھر تبدریج اُسنے صرف ارواح طیبہ کو قادر و مقتدر جاننا اور بالآخر اس عقیدے کو ایک کریم و رحیم اور عادل ہستی کے

صورت مین اُسکی مخلصی کی دو ہی صورتین ہین یا تو نبی برحق اور اُسکی شریعت کے ذریعے سے وہ ان اسرار مخفی سے مطلع ہوتا ہو اور اُسکی طبیعت قرار و سکون پاتی ہو یا خود اُسکا واہمہ خلاق اُسکے واسطے تسکین قاطع کا سامان مہیا کرتا ہو اور اُسے انسان کے تذلل اور عجز کا یقین دلا کے عالم طبیعی کے اجسام فانی کی ظاہری شان و شکوہ سے مرعوب کر دیتا ہو۔ اور وہ اُنھین کو عالم مین مقتدر اور متصرف سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل مذاہب کے مقدس صحیفون سے بھی ثابت ہو پس اہل تحقیق نے جس امر کو اتنی جستجو اور کد و کاش کے بعد دریافت کیا ہو اُسکا پتہ ایک صحیفۂ نازلہ مین بخوبی لگتا ہو۔ اور اہل مذاہب کو اس امر کے تسلیم کرنے مین کوئی عذر نہین ہو سکتا کہ جسوقت تک کوئی قوم کسی نبی برحق کی تعلیم و تلقین سے بہرہ مند نہین ہوتی اُسکے افراد محض اپنے واہمہ کی خلاقی پر چھوٹے ہوئے ہوتے ہین اور اسوجہ سے اُنکا دار مدار تمام تر اوہام باطلہ پر ہوجاتا ہو اور اب اس بات کا فیصلہ کہ وہ اوہام کسقدر عقل و دانائی سے دور یا نزدیک ہونگے صرف اُس قوم کی عام

معلومات اور اُسکے تخئیل کے زور و قوت کے متناسب ہوگا۔ جو قومین جہالت مفرط مین ڈوبی ہوئی یا ظالم صفت ہونگی اُنمین مذہبی خیالات بھی سراسر وحشیانہ و ظالمانہ ہونگی اور جو قومین علم و آگہی کے ثمرات سے مالامال ہونگی اُنکے معتقدات مذہبی مین بھی شائستگی ہوگی اور اُنکی رسمون مین سفاہت اور اُنکی عادتون مین سفاکی نہوگی۔

پس اہل تحقیق کے مقابلے مین اہل مذہب کا سلسلۂ استدلال یہ ٹھہریگا کہ خداوند کریم کی عادت یون جاری ہوئی ہو کہ وہ بنی آدم کی ہدایت کے واسطے ہر وقت ایک نبی مبعوث کرتا رہتا ہو اور ہر قوم کے واسطے اُسنے ایک نہ ایک ہادی ضرور بھیجا ہو۔ اس ہادی برحق اور نبی معصوم کا کام یہ ہوتا ہو کہ وہ خدائی احکام بندون تک پہونچائے اُنکو نیکی اور بدی کی راہ دکھائے اور اپنے افعال و اقوال سے ایک نمونہ حسن خلق و معاشرۃ کا اُنکے سامنے پیش کرے۔ اس نبی کی زندگی اور اُسکے مرنے کے بعد بھی ایک گروہ اُسکے معاون اور حمایتی لوگون کا دُنیا مین رہتا ہو کہ وہ اُسکی ص

عقیدے سے ملا کے اُسنے اخلاق کو مذہب سے پیوند کیا۔ اس سلسلے پر نظر کرنے سے
یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ جسقدر انسان بلحاظ علمیت و تمدن ترقی کرتے گئے اُنکا

پیروی کرے اور خلق کو دین کی راہ پر لگائے لیکن
چونکہ انسان ظلوم و جہول پیدا ہوا ہے اور اُسکے سینے
مین آرزوؤن بھرا دل دیا گیا ہے کہ جسے عقل سلیم کے
مطیع کرنے یا نہ کرنیکا اختیار اُسنے حاصل ہوتا ہے لہذا وہ
بے راہ چل نکلتا ہے اپنے ہادیون کی تلقین کو دلسے فراموش
کر دیتا اور ضلالت مین بھٹکتا پھرتا ہے۔ چنانچہ حضرت
موسیٰ کی اُمت نے چند ہی روز مین اُنکے ارشادات
کو بھلا دیا اور شرک مین مبتلا ہو کے گوسالہ پرستی شروع
کر دی حضرت عیسیٰ کی اُمت نے اُنکو خدا کا بیٹا قرار دیا
اور اُنھین کی پرستش کرنے لگے۔

اب صرف یہ بات باقی رہجاتی ہے کہ وہ مذاہب
جو الہامی ہونیکا دعویٰ کرتے ہین اُنکے ماننے والے
بھی بہت سے خلاف عقل معتقدات و خیالات مین ڈوبے
ہوئے اور سراسر وحشیانہ و جاہلانہ رسمون اور رواجون مین
جکڑے ہوئے کیون نظر آتے ہین۔ تو تھوڑے غور سے یہ
عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ قریب قریب کل مذاہب کی
تبلیغ ایسے وقت شروع ہوئی جبکہ وہ قوم جو اول اول
مخاطب صحیح بنائی گئی تھی کفر و ضلالت مین شرابور تھی
اور اُسکے کل افراد نے ایک ہی وقت مین ایک
ساتھ اُس مذہب کو اختیار نہین کر لیا تھا سو جہ سے اکثر
اوقات انسانی طبائع کے رجحانات مختلف نے اصل مذہب
کی شان بدل دی اور بہت سی وہ باتین جزو مذہب
بنا دین جو در حقیقت مذہب کی منافی تھین پھر جب وہ
مذہب مختلف ذریعون سے دوسری قومون اور ملکون مین
پہونچا تو خصوصیات قومی و ملکی کی تاثیر نے جلوہ گری
دکھلائی اور جسطرح ایک تخم مختلف زمینون مین جداگانہ
رنگ و بو اور ذائقہ پیدا کرتا ہے اسیطرح مذہبی خیالات مین
رنگا رنگی پیدا ہو گئی وہ دین جسنے شرک کی بنیاد اُکھیڑ ڈالی تھی
جسکے ابتدائی پیرون نے توحید مین اتنا اپنے آپکو رنگ لیا تھا
کہ اُس درخت کو جسکے نیچے جناب رسول خدا صلعم گاہ بگاہ تشریف
رکھتے تھے اور جسے بعد وفات آنحضرت صلعم کے حضرت کے صحابہ محبت
و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے محض اس سبب سے کٹوا ڈالا تھا
کہ کہین اسلام مین خدا پرستی کے عوض شجر پرستی نہ شروع
ہو جائے ہندوستان مین آکے اُسکی یہ نوبت ہو گئی کہ آج
ایک درویش کی جرسیدہ عبا کی پرستش کیجاتی ہے لیکن کیا اس سے
مذہب کے دامن پر کوئی دھبہ لگ سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ یہ
سب انسان کی اختراع ہے اور اہل ایمان اور صاحب
بصیرت اسے ہرگز داخل مذہب نہین سمجھتے ۱۲۔

اُن کا مذہب پاک و پاکیزہ اور بلند ہوتا گیا۔ اور اسی سے یہ عقدہ بھی حل ہوتا ہے کہ سائنس مین جسقدر اضافہ ہوتا جائیگا (یعنی جسقدر انسانون کے علوم مین یقینیات اور متحقق اُمور زیادہ ہوتے جائین گے) اُسیقدر اُنکا مذہبی خیال اوہام و وساوس سے پاک و صاف اور ارفع و اعلیٰ ہوتا جائیگا۔ یہ وہ بات ہی جس کا ثبوت صرف ادنیٰ درجے کی قومون ہی مین نہین ملتا۔ بلکہ شایستہ اور متمدن قومون کے حالات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی۔ مثلاً اکثر ترقی یافتہ قومون مین بھی جہالت کی زیادتی نے سحر و افسون اور ٹونے ٹوٹکے کے عقائد پھیلا دیئے تھے لیکن سائنس کی ترقی سے وہ سب عقائد باطل ثابت ہوئے اور لوگون نے ایسے عقائد سے انحراف کیا۔ اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ لوگ تنگ خیال ہین جو سائنس کو حقائق مذہبی سے مخالف سمجھتے ہین۔ یہ محض کوتاہ نظری ہی۔ سائنس صرف مذہبی غلطیون اور خطاؤن کی دشمن اور اوہام و وساوس کی رقیب ہے۔ اور سچا مذہب وہی ہے جس کی بُنیاد سائنس اور حکمت کے اوپر قائم ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ تمدن

مقدمۃ الکتاب

باب اول۔

علوم انسانی کی مہتم بالشان شاخون مین صرف تاریخ ہی کی شاخ ایسی ہو جسپر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور جو سب سے زیادہ مقبول و دلپسند ہوئی ہے اور عام راے یہی معلوم ہوتی ہے کہ بحالت مجموعی مورخین کی کامیابی اُسی قدر رہوئی ہے جسقدر اُنھون نے محنت و مشقت کی ہے اور یہ کہ جسقدر اس مبحث پر غور و فکر اور مطالعہ سے کام لیا گیا ہے اُسیقدر زیادہ وہ سمجھ مین بھی آیا ہے۔

تاریخ کی قدر و منزلت کے بارے مین جو کچھ اعتبار و اطمینان ہے وہ عام طور سے پھیلا ہوا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ تاریخین کسقدر کثرت سے پڑھی جاتی ہین اور تمام سلسلہ ہاے تعلیمی مین اُنکا کتنا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا کہ ایک طور پر یہ اعتبار و اطمینان نہایت معقول اور بجا بھی ہے نہ اس بات سے انکار

ہو سکتا ہے کہ جو سامان جمع کیے گئے ہین وہ (اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو) نہایت
بیش بہا اور خوش آیند معلوم ہوتے ہین ۔ یورپ کے تمام بڑے بڑے ملکون اور یورپ
سے باہر بھی اکثر ملکون کی ملکی (پولیٹیکل) اور فوجی (ملیٹری) سرگزشت پارینہ نہایت ہوشیاری
سے جمع اور خوش اسلوبی سے مدوّن کر لی گئی ہے اور جس شہادت پر وہ مبنی ہے اُسکی
بخوبی چھان بنان ہو چکی ہے ۔ توضیع قوانین کی تاریخ پر بھی بہت کچھ توجہ صرف کیگئی ہے
اور اسی طرح مذہب کی تاریخ پر بھی ۔ پھر اس سے کچھ گھٹ کے مگر تاہم کافی طور سے علوم
تجربیہ (سائنس) علوم ادبیہ (لٹریچر) فنون نفیسہ ۔ ایجادات مفیدہ اور بالآخر انسانونکے
چال چلن اور اُنکے آرام و آسایش کے طریقون کے مدارج ترقی کے دریافت کرنے پر بھی
بہت کچھ محنت کی گئی ہے اور اس غرض سے کہ ازمنۂ ماضیہ کے متعلق ہمارا علم وسیع
ہو جائے ہر ایک قسم کے آثار قدیمہ کی جانچ پڑتال کیگئی ۔ جن مقامات پر کسی قدیم زمانہ
مین شہر بسے ہوئے تھے وہ جگہین کھود کر مٹے ہوئے نشانون کا کھوج لگایا گیا ۔ پرانے سکّے
زمین کے اندر سے نکالے اور پڑھے گئے ۔ کتابے اور نوشتے نقل کیے گئے ۔ قدیم حروف تہجی
قائم کیے گئے ۔ ہیروغلیفون[۱] مین معنے پہنائے گئے ۔ اور بعض حالات مین مدت کی

[۱] اہل تحقیق کہتے ہین کہ انسانی خیالات کو حس بصر کے ذریعے سے ایک سے دوسرے تک پہونچانے کیواسطے سب سے پہلے جو ترکیب ایجاد ہوئی وہ تحریر تصویری تھی ۔ مثلاً جب کسی جانور کا تصور دوسرے کے ذہن پر حالی کرنا ہوتا تھا تو اُس جانور کی صورت بنا دیتے یا اختصار منظور ہوتا تو اُسکے سر اور سینگ کا نقشہ کھینچ دیتے انھین خطوط تصویری کو ہیروغلیف کہتے ہین ۔ بالفعل یہ بات مسلّم الثبوت ہے کہ اکثر اقوام عالم نے اپنے خیالات کو ایک مستقل اور عالمگیر طریقے سے سمجھ مین آنے والی شکل مین ظاہر ہونے کے لیے ہیروغلیف ایجاد کیے تھے اور یہ بھی تحقیق ہو گیا ہے کہ بتدریج انھین ہیروغلیفونکی شکلون مین تغیرات ہوا کیے حتی کہ جن چیزون کی طرف وہ اشارہ کرتے تھے اُنمین اور اُنکی تصویرون مین بظاہر کوئی تعلق باقی نہ رہا اور رفتہ رفتہ کرکے وہ اُن آوازون کے مظہر ہو گئے جنسے اُس شے کو بول چال مین پکارتے تھے ۔ لیکن اس تبدیلی سے وہ نقوش وحروف

بھولی بسری زبانون کی از سر نو ترتیب و تنظیم کی گئی۔ بہت سے وہ قوانین و قواعد جنکے بموجب
زبان انسانی مین تبدیلیان ہوتی ہین دریافت کرلیے گئے اور اُنکے ذریعے سے ماہرین علم اللسان

(بقیہ حاشیہ صفحہ …) بالکل معدوم نہین ہوگئے بلکہ اپنے
اصلی مفہوم کے ادا کرنے کے واسطے تھوڑے بہت استعمال
مین رہے۔ چنانچہ چین مین اب تک حروف و نقوش دونون
جدا جدا مستعمل ہین خطوط تصویری مفرد و مرکب الفاظ یا تصورات
سب کے مفہوم ادا کرتے تھے۔ جیسے آفتاب کیواسطے
ایک دائرہ بناکے اُسکے بیچ مین ایک نقطہ دیتے۔
ماہتاب کے واسطے ہلالی شکل جسکے اندر ایک لکیر ہوتی
ہے۔ پہاڑ کے واسطے برابر برابر تین چوٹیان بنا دیتے۔
بارش کے واسطے ایک مدور لکیر بناکے اُسکے نیچے
کچھ قطرے لٹکتے دکھا دیتے۔ پھر انھین کے ترکیب
دینے سے مرکب تصورات ادا کیے جاتے جیسے
آنکھ اور پانی کی شکلین بنانے سے آنسو مراد لیتے۔
ایک کان اور ایک دروازے کی شکل بنانے سے سُننے
اور سمجھنے کا خیال ادا کرتے۔ اسی طرح مجاز و استعارہ کا
بھی کام نکالا جاتا جیسے ہاتھ کی شکل بنانے سے کاروباری
آدمی مراد ہوتا۔ وقس علیٰ ہذا۔ اسی طور سے اوپر نیچے
کا خیال صرف ایک لکیر اور ایک نقطہ سے ظاہر کیا جاتا
نقطہ اوپر ہوا تو فوق مراد لیا اور نیچے ہوا تو تحت۔ انھین
خطوط تصویری کو بعد چندے ایک نہ ایک نام عطا ہوا
کیونکہ ہر شئے کو انسان کسی نہ کسی طرح پکارتا تھا اور چند مدت
مین وہ ان خطوط کو بھی اُسی طرح پکارنے لگا۔ رفتہ رفتہ
کر کے جدا گانہ لفظ اور اُسکے رد و بدل سے حروف ہوئے

۲؎ علم اللسان (فائلالوجی) وہ علم ہے جسمین
صرف السنۂ عالم سے بحث کیجاتی ہے۔ مختلف زبانونکے
قواعد صرف و نحو۔ الفاظ کے مادہ اشتقاق۔ اصطلاحی
اور لغوی معنون اور اداے مطالب کے طریقون پر
نظر ڈالی جاتی ہے۔ متعدد زبانون کی ساخت اور ترکیب
کے تقابل کرنے اور طبقات و درجات مین ترتیب دینے
سے ایسے کلیات قائم ہوجاتی ہین جنسے زبان کی
پیدائش و نشو و نما کا حال کھل جاتا ہے۔ ایک زمانہ
مین یہ خیال دائر سائر تھا کہ زبان بنی آدم کی خود ایجاد
کی ہوئی ہے یعنی جب انسانون کو یہ معلوم ہوا کہ اُنکے
بہ سرعت بڑھتے ہوئے تصورات اُنکے جسمانی اشارات
اور چہرے کے تغیرات سے بخوبی ادا نہین ہوسکتے تو
اُنھون نے حلق سے ایسی آوازین نکالنا شروع کین
جنکے معنے معہود ذہنی ہونے کے سبب سے باہم سمجھ مین
آجاتے تھے۔ اسی کے مقابل اہل مذاہب کا خیال
تھا کہ زبان منجانب اللہ ہے اور خدا ہی نے (صفحہ … دیکھو)

سے کے ہاتھون اُن تاریک زمانون کے حالات معلوم کرنے کا کام لیا گیا جبکہ ابتدائے قومین

رکھے اور براہ ست انسان کو سکھائے ہین۔ آجکل کی جدید تحقیق زبان دونون نظریون پر یہ حاشیہ چڑہایا کہ جسقدر شواہد ہین اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زبان فی البدیہہ اور برجستہ طبعزاد انسانی فطرت کی ہے اور انسان کی جسمانی اور ذہنی ساخت اور ترکیب کا لازمی نتیجہ ہے اور وہ اسی طرح اُسکے لیے خاصۂ فطرت سے ہے جیسے چلنا پھرنا۔ کھانا پینا۔ سونا جاگنا۔ اور اُسکی مرضی اور ارادے سے وہ اُسی قدر آزاد ہے جس قدر اُسکے قد و قامت کی درازی یا بالونکی رنگت ہے۔

مختلف اقوام عالم کی زبانون کے تقابل نے ہر زبان کے ماخذ عیان کر دیے ہین اور فی الحال یہ راے بہت مقبول ہے کہ کل شائستہ زبانون کا مبدء یا ایرین زبان ہے یا سمیا طیقی اور جن قومون مین انکی شاخین پھیلی ہین اُنھین نے تمدن کے اعلے مدارج طے کیے ہین۔ انھین دونون کے تحت مین جو زبانین ہین اُن مین تصریف اور گردان کا قاعدہ جاری ہے اور ایک مادہ سے متعدد الفاظ مشتق ہوتے اور جداگانہ طرز سے اپنے مطالب ظاہر کرتے ہین۔ ان مین سے ایرین زبان سے ہندستان فارس۔ افغانستان۔ کردستان۔ بخارا۔ اسپین پرتگال۔ برٹینی۔ اسکاٹ لنڈ۔ آئرلینڈ۔ فرانس۔ اطالیہ۔ یونان۔ روس۔ پولنڈ۔ جرمنی۔ انگلستان ہالنڈ۔ ڈنمارک۔ سوئیڈن۔ نارو ے وغیرہ کی زبانین نکلی ہین اور سمیا طیقی زبان سے عربی۔ عبرانی۔ شامی وغیرہ۔ علاوہ ان دو بڑی قسمون کے ایک قسم وہ ہے جسمین کلمات مفردہ ہین۔ اس مین سب سے زیادہ چینی زبان سرآوردہ ہے اور اسی کے ذیل مین تبت سیام۔ انام اور برہما کی زبانین ہین اور جاپانی زبان اور کوریا کی زبان مشتبہ حالت مین ہین۔ پھر ایک اور قسم کی زبان ہے کہ جسمین تورانی شاخ زیادہ نمایان ہے اور اُسمین ایشیا۔ یورپ اور اُشینیا کی وہ سب زبانین باستثنا چینی زبان کے شامل ہین جو ایرین اور سمیا طیقی سے مشتق نہین ہوئی ہین۔ اور علاوہ انکے افریقہ کی اکثر زبانین بھی اسی زمرے مین ہین یعنی افریقہ کی جو زبانین سمیا طیقی نسل سے جدا ہین وہ اسکے تحت مین آتی ہین۔

السنۂ عالم کی اس تحقیقات سے سب سے بڑا کام جو نکلا ہے وہ یہ ہے کہ اقوام عالم کی ہدایت اور اُن کی بہت قدیم تاریخ کی بابت نہایت عمدہ شواہد مہیا ہو گئے ہین اور چونکہ زبان خیالات انسانی

اکناف عالم مین پھیلی تھین۔ سیاست[۳] مُدن کا علم اب خود ایک فن ہو گیا ہے اور اسکی وجہ سے دولت کی اُس غیر مساوی تقسیم کے اسباب معلوم ہو گئے ہین جس سے معاشرت

کی مُظہر ہوا کرتی ہے اور خیالات معاشرت کا خاکہ ہوتے ہین اسلیے اقوام عالم کی زبانون کی .... بسیط تحقیقات سے قدیم معاشرت کی بابت بہت سے ایسے امور ثابت ہوئے ہین جو اور کسی طرح ثابت نہین ہو سکتے مثلاً تمدن کی تاریخ مین زبانکی تحقیقات سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ اکثر حالتون مین جب مختلف قومین مختلط ہوتی ہین تو غالب تمدن کی زبان بھی غالب رہتی ہے اور جس مقام پر ایک قوم دوسری قوم سے آداب تمدن حاصل کرتی ہو وہان زبان بھی اسی جادے پر چلتی ہے اور بیرونی الفاظ و تصورات کو اختیار کر لیتی ہے۔ جیسے غیر متمدن ترکون کی زبان مین عربی بکثرت داخل ہو گئی اور اُس وقت کہ جب کُل اسلامی تہذیب و شایستگی کا سرچشمہ فارس تھا عربی زبان مین فارسی (عجمی) زبان کی بہت کچھ آمیزش ہو گئی تھی۔ اسی طرح جنوبی ہندوستان مین سنسکرت اور اُسکی مختلف شاخون (پراکرتون) کے الفاظ بعدد کثرت سے ملے جلے ہین کہ اگر تامل زبان کی انشا کا ایک ورق لیا جائے تو وہ اسکی شہادت دیگا کہ کسطرح ایک غیر آریا قوم نے ایک آریا قوم سے مذہب فلسفہ

اور اصول معاشرت کو لے لیا ہے۔ یا جیسے آجکل اہل ہندوستان مین انگریزون کے اعلےٰ تمدن نے نہ صرف اہل ہند کو مغربی طرز معاشرت کا گرویدہ بنا لیا ہے بلکہ آج ہندوستان مین جو زبانین عام طور سے مروج ہین اُن مین بکثرت انگریزی الفاظ داخل ہو گئے ہین اور انگریزی خوانون کی گفتگو اور انشا پردازی مین صرف الفاظ ہی نہین بلکہ انگریزی محاورات۔ اسلوب بیان الفاظ کی ترکیبین۔ اور تلمیحین کھلی ملی نظر آتی ہین اور جس وقت انگریزی علوم و فنون ترجمہ ہونگے اُسوقت بہت سے علمی مصطلحات بھی انھین زبانون مین داخل ہو جائینگے۔ ۱۲

[۳] سیاست مدن۔ (پولیٹیکل اکانمی) وہ علم ہے جسمین دولت کے پیدا کرنے جمع کیے جانے تقسیم ہونے اور صرف مین آنے سے بحث کیجاتی ہے۔ اگلے وقتون مین جب بلاد مشرق مین تمدن ترقی پر تھا علے العموم قومون اور ملکون مین کاروبار دنیوی کے لحاظ سے ایک درجہ بندی تھی اور مختلف طبقے قایم تھے اور پیشہ اور ہنر مین میراث چلتی تھی۔ اسکی وجہ سے مختلف نتایج پیدا ہوتے تھے۔ مثلاً اگر ایک طرف یہ فائدہ تھا کہ میراث کی وجہ سے (صفحہ ۶ دیکھو)

کی نظم مین بیجد خلل پڑتا ہے - اب اعداد کی فراہمی اس سلیقہ سے کیگئی ہے کہ نہ صرف انسانون

یہ پیشون اور صنعتی ہنرون مین ہر نسل مابعد زیادہ ترقی کرتی تھی تو دوسری طرف یہ نقصان بھی تھا کہ ہر انسان اپنے کاروبار کے اختیار کرنے مین آزاد نہ تھا اور اپنی پسند اور رجحان طبیعت کے موافق پیشہ اختیار نہین کر سکتا تھا۔ اگر ایک طرف سوسائٹی کی حالت مین استقلال وثبات تھا اور جدید انقلابات اور ردّوبدل سے انسانی قسمتین محفوظ تھین تو دوسری طرف یہ نقصانات بھی تھا کہ جو گروہ کم فائدہ مند یا ضرر رسان محنت ومشقت والے کاروبار کرتا تھا وہ دولت مین بھی بہت کم حصہ پاتا تھا۔ عزت ووقار کے لحاظ سے روز بروز پست ہوتا چلا جاتا تھا اور یک لخت محنت مین مصروف رہنے اور تفریح وانبساط خاطر میسر ہونے سے اُسے دنیا مین حیوانون کی سی زندگی گزارنا پڑتی تھی ایسی حالتین جو چیز ملکی یا قومی دولت مین کوئی اہم نتیجہ پیدا کرتی تھی وہ یا تو فتوحات کا جوش ہوتا تھا یا امن وامان کے زمانے مین مذہب کی تعلیم اور قوانین اخلاق کی ادب آموزی چنانچہ اُن ملکون کی شریعتون اور اخلاقی حکمتون مین بہت باتین ایسی تھین جو اس نظم کے قائم رکھنے مین معین تھین مثلاً حرص وطمع کی اسوجہ سے بہت کچھ ممانعت کیگئی تھی کہ کوئی شخص دولت کے جمع کرنے کی عجلت اور کوشش مین اپنا موروثی پیشہ چھوڑ کے دوسرا پیشہ اختیار نہ کرے اور تاکہ سوسائٹی کا انتظام قائم رہے اور اُسمین خلل نہ پڑے باہمی معاملات مین صفائی اور دیانت، معاہدہ کی پابندی اور ناپنے تولنے مین ایمانداری کی سخت تاکید تھی۔ دولت کی افراط کچھ مستحسن نہ تھی اور عیش و تنعّم کوئی پسندیدہ بات سمجھی نہ جاتی تھی۔ ایک پیشہ والا دوسرے پیشہ والے سے مختلط ہو نہ سکتا تھا اور یہ باہمی منافرت ہر گروہ کو اپنے موروثی پیشہ سے مانوس رکھنے اور غیر کے پیشہ کے سیکھنے مین مزاحم ہونے کے واسطے کافی تھی ایسی حالتون مین قومی دولت کا تغیر وتبدل بہت کچھ قومی فتوحات سے وابستہ رہتا تھا اور سلطنت کے داخلی انتظامات مین اسکی جانب سے اتنی بے التفاتی تھی کہ اُس کے متعلق جسقدر مسائل تھے اُنپر غور وفکر کرنا کچھ بہت ضروری نہ تھا۔ انھین وجوہ سے مشرقی ملکون مین یہ علم نہ ایک مستقل علم کی طرح مدون ہو سکا نہ اُسکے مسائل منقح یا اصول منضبط ہو سکے۔ لیکن مغربی تمدن نے سوسائٹی کا جو نظم قائم کیا ہے اسکا پہلا اثر یہ ہے کہ پیشے یا ہنر کسی گروہ یا طبقے سے مخصوص نہین رہے ہین۔ ہر شخص اپنے رجحان طبیعت اور اپنی مرضی سے دنیا مین اپنی

کی مادی فوائد سے متعلق بلکہ اُنکی اخلاقی خصوصیتون کے بارے مین بھی ہمارا علم بہت وسیع ہو گیا ہے۔ مثلاً مختلف قسم کے جرائم کی تعداد۔ اُنکا باہمی تناسب اُنپر سن و سال جنسیت تعلیم اور اسی قبیل کے دوسرے امور کا جو اثر پڑتا ہے یہ سب باتین بہت اچھی طرح معلوم ہو گئی ہین۔ تحقیق و جستجو کی اس عظیم الشان تحریک کا جغرافیہ طبیعی نے بھی نتیجہ لی

بسر اوقات کے واسطے کوئی شغل اور کوئی پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔ اب اس نظام کے قائم ......

ہونے مین سب سے پہلے اسکی ضرورت پیدا ہوئی کہ قومون اور ملکون مین دولت کے پیدا کرنے تقسیم کیجانے اور صرف مین لانے کے متعلق جسقدر مسائل ہین اُنکی تنقیح و تنقید کیجائے۔ حکومتین اپنی رعایا کی خوشحالی اور اپنے ملک کے فلاح و بہبود کو اب صرف فتوحات اور ملک گیری پر موقوف و منحصر نہین سمجھتین بلکہ تجارت اور صنعت و حرفت پر موقوف سمجھکے اُسی کے فروغ دینے پر ہمہ تن ہمت مصروف رکھتی ہین مثلاً جب یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ جسقدر کوئی ملک دوسرے ملک کے ہاتھ اپنے یہان کی چیزین زیادہ بیچتا ہے اُسیقدر نفع زیادہ اُٹھاتا ہے اور جسقدر زیادہ خریدتا ہے اُسیقدر کم نفع اٹھاتا ہے۔ تو اس انکشاف سے موازنہ تجارت کا اصول قائم ہوا اور ہر ملک کی یہ کوشش رہنے لگی کہ اپنی محنت اور صنعت سے وہ چیزین پیدا کرے جو دوسرے ملکون والے خرید کرین۔ پھر جب دوسرا مسئلہ یہ طے ہوا کہ جسقدر کسی ملک مین مانگ ہوتی ہے اسیقدر رسد بہم پہونچائی جاتی ہے تو اس مسئلہ کے طے ہونیکے بعد سب سے بڑی بات جو ایک تاجر کو کرنا ہوتی ہے۔ وہ مانگ کی تحقیق ہوتی ہے یعنی اپنے کاروبار کے فروغ پانے کے واسطے اولاً یہ تحقیق کرنا ہوتا ہے کہ بازار مین کس شئے کی مانگ زیادہ ہے وقس علی ہذا۔

۵۷ جغرافیہ طبیعی کا موضوع زمین یہ تعلق فطرت و نوامیس فطرت ہے۔ اس علم مین زمین۔ ہوا پانی اور ان موجودات آلی (حیوانی یا نباتی) سے بحث کیجاتی ہے جنمین یہ عناصر مصروف رہتے ہین۔ اور اُن موجودات کی تقسیم کی تاریخ۔ حد و نہایت۔ طریقون اور سببون پر غور کیا جاتا ہے۔ اس علم کے پڑھنے سے صرف یہی فائدہ نہین ہوتا کہ انسان کو یہ تعلیم ہوتی ہے کہ فطرت کی پیداوارون کی نشو و نما مین کسطرح ترقی کیجائے بلکہ اُس کی بدولت جو غور و فکر کی عادت اور خواص اشیا پر نظر کرنے کی مشق ہو جاتی ہے اُس سے عموماً عقلی ترقی بھی ہوتی ہے۔ جغرافیہ طبیعی کی تحقیقات (صفحہ ہم کو

ساتھ دیا ہے۔موسمی آثار (تغیر و تبدل کے قاعدے) درج رجسٹر کر لیے گئے ہین۔ پہاڑونکی مساحت کر لی گئی ہے۔ دریاؤن کی پیمایش ہو گئی ہے اور اُنکے مخارج تک کی تلاش کر لیگئی ہے۔ ہر ایک قسم کی فطری پیداوار کی اچھی خاصی دیکھ بھال ہو گئی ہے اور اُنکی مخفی تاثیرات وانکشاف کر دی گئی ہین۔ پھر ہر قسم کی غذا جس سے بقاء حیات ہوتی ہے اُسکی تحلیل کیمیائی[۵] کی گئی ہے اور اُسکے اجزائے ترکیبی وزن اور شمار کر لیے گئے ہین اور اکثر حالتون مین اُن کا جس قسم کا اثر بدن انسان پر پڑتا ہے وہ قابل اطمینان طور سے محقق ہو گیا ہے۔ پھر اسی کے قدم بقدم اور اس غرض سے کہ انسانی معلومات کے وسیع کرنے کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رہے اور اُن واقعات کے علم مین جو انسان پر موثر ہین ترقی ہو سکے دیگر مختلف صیغہ جات مین ایک بسیط تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع کیا گیا چنانچہ

[۴] کے تحت مین عموماً کل علوم طبیعی آجاتے ہین۔ مثلاً اقلیم۔حرارت۔چشمے۔دریا۔پہاڑ۔سمندر۔ہوائین بارش۔بادل۔حیوانات و نباتات کی تقسیم وغیرہ وغیرہ کے مباحث سے اس مین بحث کیجاتی ہے

[۵] تحلیل کیمیائی۔ حکمت تجربیہ کی وہ شاخ ہے جسکا موضوع کسی مرکب شے کے اجزاء ترکیبی کا افتراق و انفصال ہوتا ہے۔ جیسے پانی کے اجزاء ترکیبی۔ ھائیڈروجن اور آکسیجن کا علٰحدہ کرنا یا شکر کے اجزائے ترکیبی کاربن۔ ھائیڈروجن اور آکسیجن کا جدا جدا کرنا۔ علم کیمیا کی اس شاخ کا کام صرف اسی قدر ہے کہ مرکب در مرکب اور مختلط القوام اشیاء کے سادہ اور مفرد اجزاء ترکیبی الگ کر دکھائے اس شاخ مین جو عمل کیے جاتے ہین اُنکی دو قسمین ہین۔ اول تحلیل بلحاظ کیفیت اور ثانیاً تحلیل بلحاظ کمیت۔ ایک مین کسی مرکب شے کے اجزاء ترکیبی کی کیفیت و ماہیت و مزاج وغیرہ اُن کی مقدارون کے دریافت کی جاتی ہے مثلاً صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی کن کن اجزاء سے مرکب ہے اور دوسری مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اجزاء ترکیبی کا وزن یا شمار کیا ہے اور از روے حجم یا مقدار کے وہ کس صحیح تناسب سے یکجا ہوئے ہین مثلاً یہ کہ جب ایک حصہ ہائیڈروجن آٹھ حصہ آکسیجن سے ملتا ہے تو پانی بنتا ہے و علی ہذا القیاس

اکثر تہذیب یافتہ اور شایستہ ملکون کی بابت ہمکو اب یہ معلوم ہے کہ اُنکی موت فوت کا کیا حساب ہے۔ اُن مین شادی بیاہ کیونکر ہوتے ہین۔ اُنکے یہان توالد و تناسل کا تناسب کسطرح ہے۔ اور اُنکے پیشون اور حرفتون کی کیفیت کیا ہے۔ اُنکے یہان مزدوری کی اُجرت اور معمولی سامان معیشت (جنپر اُنکی زندگی کا دارومدار ہے) کی قیمت مین کس طور سے اُتار چڑھاؤ ہوا کرتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے واقعات و حالات ہین جو یکجا کیے گئے ہین۔ ترتیب دیے گئے ہین اور اب اُن سے کام لے سکتے ہین۔ یہ نتائج جو گویا کہ تشریح اعضائے قومی ہین اسوجہ سے یادگار ہین کہ وہ نہایت جزئی و تفصیلی حالات سے تعلق رکھتے ہین اور انھین سے ملے ہوئے وہ نتائج ہین جو اگرچہ کم جزئی لیکن زیادہ بسیط ہین۔ اب نہ صرف بڑی بڑی قومون کے افعال و حرکات اور خصائص طبعی قلمبند کردیے گئے ہین بلکہ وہ مختلف جرگے اور قبیلے جو ساری دنیا کے کسی معلوم حصہ مین بستے ہین اُنکو بھی سیاحون نے بچشم خود معائنہ کیا ہے اور اُنکے حالات بیان کیے ہین۔ اور اس ذریعے سے ہم لوگ اس قابل ہوگئے ہین کہ انسانی تہذیب اور تمدن کے ہر درجے اور طبقے اور ہر جدید اور مختلف حالت اور حیثیت مین انسان کی صورت حال کا مقابلہ کرسکین۔ اسپر مستزاد یہ ہے کہ ہمارے ابنائے جنس کی بابت یہ جستجو بظاہر ایسی ہے جو کسی طرح ختم ہونے نہین آتی بلکہ روز بروز اُسکا شوق بڑھتا جاتا ہے۔ یہ کہ اس شوق کے پورا کرنے کے سامان بھی بظاہر ترقی کرتے جاتے ہین اور یہ کہ ابتک جو کچھ معلومات حاصل ہوچکی ہے وہ محفوظ رکھی گئی ہے۔ اب ہم ان سب امور کو جب یکجا کرتے ہین تو ہمکو واقعات کے اُس عظیم الشان ذخیرے کی قدر و قیمت کا کچھ کچھ اندازہ ہوجاتا ہے جو ہمارے قبض و اختیار مین ہے اور جسکی مدد سے نوع انسانی کی ترقی کی تحقیقات ہوسکتی ہے۔

لیکن برعکس اسکے جب ہم اسباب کو بیان کرنے بیٹھین گے کہ اس کل مواد سے

کیا کام لیا گیا ہے تو ہمکو ایک بالکل مختلف تصویر کھینچنا پڑیگی۔ بدقسمتی سے تاریخ انسان کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اگرچہ اُسکے مختلف حصّون کی نہایت قابلیت سے جانچ پڑتال کی گئی ہے لیکن مشکل سے کسی ایک متنفس نے یہ کوشش کی ہے کہ اُن سب کو یکجا جمع کرکے اس راہ کو یقینی طور سے ڈھونڈھ نکالے جس سے وہ باہم ربط اور تعلق رکھتے ہین۔ تحقیق کے اور سب بڑے بڑے میدانون مین کلیات قائم کرنے کی ضرورت کو دنیا بھرنے تسلیم کرلیا ہے اور اس بارے مین نہایت معقول کوششین جاری ہین کہ جزئی واقعات سے صعود کیا جائے تاکہ اُن قوانین کلّی کا علم حاصل ہو جنکے وہ واقعات جزئی تابع اور محکوم ہین لیکن مورخین کے معمولی دھڑے سے یہ اسقدر دور ہے کہ اُنھین یہ عجیب خیال دامنگیر ہے کہ اُن کا کام بس اتنا ہی ہے کہ بعض قسم کے واقعات بیان کردین اور گاہ بگاہ لطف کلام کے واسطے اظہار واقعات کے وقت محض اخلاقی اور سیاسی خیالات جو مفید نظر آئین اُنکی چاشنی دیدیجائے۔ چنانچہ اس راہ کے کھلجانے سے ہر ایک مصنف جو خیالات کی سُستی یا فطری ناقابلیت کے سبب سے اس لائق نہین ہوتا کہ شجر علم کی بلند ترین شاخون تک رسائی حاصل کرسکے وہ یہی کرتا ہے کہ کتابون کی متعدد جلدین پڑھنے مین چند سال صرف کردیتا ہے اور پھر اتنا ہو جاتا ہے کہ ایک مورخ بن بیٹھے۔ اب وہ ایک عظیم الشان قوم کی تاریخ لکھ سکتا ہے اور جس مبحث پر وہ قلم اُٹھاتا ہے اُس مین ایک مستند شخص سمجھا جاتا ہے۔

اس حقیر معیار کے رواج پذیر ہوجانے سے وہ نتائج پیدا ہوے ہین جو ہماری معلومات کی ترقی مین سدّ راہ ہین۔ چنانچہ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ بحالت مجموعی تمامی مورخین اس بات سے محض بیگانہ رہے ہین کہ شروع ہی شروع مین ایسی وسعت نظر سے مبادی فن پر غور کرین کہ وہ اس قابل ہوجائین کہ جس مبحث پر وہ قلم اُٹھانے والے ہین اُسکی کل فطری متعلقات پر اُنھین عبور حاصل ہوجائے۔ چنانچہ یہ عجیب تماشہ نظر آرہا ہے کہ اگر

ایک مورخ صاحب فن سیاستِ مدن سے ناواقف ہین تو دوسرے صاحب قانون سے بے بہرہ ہین۔ تیسرے صاحب معاملات مذہبی اور تغیرات اعتقادی سے نابلد۔ چوتھے صاحب علم الاعداد کے فلسفے مین کچھ درک نہین رکھتے اور پانچوین صاحب کا ذہن طبیعیات مین مطلق نہین لڑتا۔ حالانکہ یہ سب امور سب سے زیادہ ضروری اور لابدی ہین کیونکہ انھین سے وہ سب اسباب ترکیب پاتے ہین جو نسل انسانی کی اُفتاد مزاج اور رجحان طبیعت پر موثر ہوتے ہین اور جنمین اُنکا ظہور ہوتا ہے۔ چونکہ ان اہم مشاغل مین سے بعض کو ایک شخص نے اپنے سر لیا اور بعض کو دوسرے شخص نے۔ اسلیے

۵۶ علم الاعداد۔ (اسٹیٹسٹکس)۔ حکمت عملی کی وہ شاخ ہے جسکا موضوع اُن واقعات کا جمع کرنا اور ترتیب دینا ہے جو کسی ملک یا قوم کی معاشرت اخلاق اور دولت سے علاقہ رکھتے ہین۔ اس علم کے دائرۂ تعریف مین متعدد مباحث اور مسائل آتے ہین۔ چنانچہ جو امور بعد تحقیق طے شدہ ہو گئے ہین وہ حسب ذیل عنوانون کے تحت مین بیان کیے جا سکتے ہین۔

(۱) کسی ملک یا قوم مین دولت کی حقیقت۔ اُسکے پیدا ہونے اور بڑھنے کے مسائل۔

(۲) تجارت داخلی اور خارجی سے متعلق مسائل۔

(۳) محاصل و مداخل سے متعلق مسائل۔

(۴) سکہ رائج الوقت اور اشیاء و اجناس کے نرخ قیمت سے متعلق مسائل۔

(۵) شرح مزدوری و کرایہ اور تقسیم پیشہ و حرفہ سے متعلق مسائل۔

(۶) رعایا کے مالی تعلقات کے بارہ مین سلطنت کی مداخلت کے فرائض سے متعلق مسائل۔

اس علم کے ذریعہ سے ہر ملک کی مالی تجارتی۔ علمی اخلاقی۔ اور معاشرتی حالت کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے اور باشندگان ملک کی حاجتون۔ ضرورتون خواہشون۔ اور رغبتون کو معلوم اور اُنکی فوقی فراری اُنکے امراض و آلام۔ اُنکی خوشحالی یا بدحالی کو دریافت کر سکتے ہین۔ آجکل کی کل ترقی یافتہ اور شائستہ حکومتون کا دارومدار اس علم پر ہے اور اُن کا پورا نظم و نسق اسی پر چل رہا ہے اور بغیر اس قسم کے سامانون سے آراستہ ہوئے کوئی سلطنت ملکداری اور رعایا پروری مین کامیاب نہین ہو سکتی۔ (صفحہ ۱۲ دیکھو)

بجائے اسکے کہ وہ یکجا جمع ہوتے پراگندہ اور پاشان ہو رہے ہین اور اسوجہ سے باہمی تقابل

چنانچہ ملکون کی مردم شماری مین جو امور دریافت کیے
جاتے ہین اُنکی غرض یہی ہوتی ہے کہ رعایا کی حالت
مدبران ملک پر واضح ہو اور سلطنت اپنے فرائض
ادا کر سکے۔

۵ طبیعیات یا حکمت طبیعی (فزیکل سائنس) ہین
اُن امور کے احوال کے علم سے بحث کیجاتی ہے جو
وجود خارجی اور وجود ذہنی مین مادّہ کے محتاج ہین۔
یعنے بغیر مادہ کے پائے نہین جاتے۔ مثلاً آسمان و
زمین۔ شجر و حجر۔ انسان اور بندر۔ کیونکہ ان کا وجود
بغیر اُس خاص مادّہ کے جسکے ساتھ ہو کر وہ موجود ہوئی
ہین نہ ہمارے ذہن مین اور نہ خارج مین پایا جا سکتا ہے
پس ان موجودات مادّی کے حالات خواص اور
تاثیرات کے دریافت کرنیسے جس علم کو تعلق ہے یا
جس علم مین انکی حقیقت و ماہیت سے بحث کیجاتی ہے
وہی طبیعیات کہلاتا ہے۔ لہذا اس علم کے موضوع عالم
کے کل اجسام ہین خواہ وہ فلکی ہو یا عنصری بسیط ہون
یا مرکب۔ نباتات ہون یا حیوانات۔

حکمت طبیعی کو جب وسعت دیتے ہین تو
اسوقت وجود خارجی اور ذہنی کی تفریق دور کر دیتے ہین
اور اُس مین اون اشیاء سے بحث کرنا داخل ہوتا
ہے جو وجود خارجی مین تو مادہ کے محتاج ہوتی ہین
لیکن وجود ذہنی مین محتاج مادہ کے نہین ہوتین۔ جیسے
مربع۔ مثلث۔ مستطیل اس حالت مین جملہ علوم ریاضی
(جیسے ہندسہ۔ ہئیت۔ جبر ثقیل۔ موسیقی وغیرہ)
اسکے تحت مین آجاتے ہین اور اُسکے موضوع مین
کُل وہ اشیاء عالم داخل ہو جاتی ہین جنکا تصور ذہن
مین کیا جاتا ہے اگرچہ بعض اُن مین سے ایسی بھی
ہون جو خارج مین بغیر مادہ کے پائی نہ جاتی ہون
لیکن جب حکمت طبیعی کو اتنی وسعت نہین دیتے
تو صرف اُنھین اشیاء کے علم مین محدود کر دیتے ہین۔
جو ذہن اور خارج دونون مین مادہ کی محتاج ہوتی
ہین۔ اور علوم ریاضی کو ماقبل الطبیعۃ کے زمرہ مین
رکھ دیتے ہین۔ یہ تعریف حسب بیان ارسطو اور
اُسکے پیرودن کے ہے اور اہل مشرق اسیکو
مانے ہوئے ہین۔

اہل مغرب نے فزیکل سائنس کے اصلی
معنی یہ قرار دیے ہین کہ اُس سے مراد وہ علم ہوتا ہے
جو نظام فطرت (یعنے واقعات و حادثات کے پیلے
ظہور) سے سروکار رکھتا ہے اس حد تک کہ وہ
واقعات یا حادثات ایک فن کی حیثیت سے

اور موازنہ سے جو اعانت ملسکتی تھی وہ مفقود ہوگئی ہے اور اگرچہ فن تاریخ کے یہی اجزائے ترکیبی تھے لیکن کسی کے ذہن مین یہ بات نہ آئی کہ اُنکو یکجا کرتا اور بکھرے ہوئے موتیون کو ایک لڑی مین گوندھ لاتا۔

اٹھارھوین صدی عیسوی کے ابتدا ہی سے بعض بڑے بڑے خوش فکر لوگ اُٹھے ہین جنھون نے فن تاریخ کی اس بچھڑی ہوئی حالت پر تاسُّف کیا ہے و حتی المقدور اسکے سنبھالنے کی کوشش کی ہے مگر ایسے اتفاقات شاذ ہوئے ہین۔ اسقدر شاذ کہ یورپ

مدوّن کر لیے گئے ہین۔ اس کے تحت مین وہ سب علم داخل ہین۔ جو جاندار اور .... بے جان اشیاء۔ ذہنی اور مادی موجودات سے بحث کرتے ہین اور اس لیے اُسکی خاص شاخین یہ ہین۔ (۱) وہ علوم جنمین حرکت اجسام سے جبکہ وہ کسی قوت سے متاثر ہوتے ہین بحث کیجاتی ہے اسی کے تحت مین زمین چاند۔ سورج اور دوسرے سیّارونکی حرکتون اور اُنکے باہمی کشش جذب و اتصال پر غور کیا جاتا ہے (۲) وہ علوم جنمین بعض آثار فطری کو مطالعہ کر کے اُن کی بابت کلیات قایم اور انواع مختلف مین وہ کلیات منطبق کیے جاتے ہین۔

اس علم کی جامع تعریف مین وہ سب علوم داخل ہین جو ریاضی فطری و عملی۔ حکمت طبعی۔ کیمیا۔ تاریخ طبیعی وغیرہ کی کل شاخین ہین اور جو عالم مادی کی متعلق جسقدر علم ہمکو حاصل ہے اُس سب کو احاطہ کیے ہین۔ یہ تو ایک وسیع تعریف ہوئی لیکن محدود معنون مین اُسے صرف حکمت طبعی کا مترادف سمجھتے ہین اور اُس وقت اُس سے اجسام بحیثیت اجسام کے جملہ خواص و کیفیات کا علم مراد ہوتا ہے یعنے آثار طبیعی کی حکمت (درانحالیکہ اُس کے موضوع مین کوئی معتدبہ تبدیلی نہو) اور اُس کے مقابل مین ایک طرف فن کیمیا ہوتا ہے جو اجسام کی تحصیل و تحلیل سے بحث کرتا ہے اور دوسری طرف تاریخ طبعی جس مین نباتات۔ حیوانات اور جمادات کے کل آثار شامل ہوتے ہین

اس علم کے مبادی مین مسائل کشش مسائل متعلق حرارت و نور وغیرہ ہین جنمین سے ہر ایک مین متعدد علوم و فنون جدا گانہ عنوانون کے قائم ہین

کی تمام سرمایۂ ناز تصانیف (تاریخی) مین تین چار سے زیادہ ایسی نہین ہین کہ جنمین یہ جدّت
ملحوظ رکھی گئی ہو۔ اور تاریخ انسان کی تحقیق و تدقیق اُن جامع اور بالغ اصول کے بموجب
کی گئی ہو جو دیگر صیغہ جات علوم مین بیحد کامیاب ثابت ہوچکے ہین اور جن اصول کی
پابندی ہی سے مشاہدات بسیطہ کا مرتبہ حقایق حکمیہ تک بلند ہوسکتا ہی۔

ہم دیکھتے ہین کہ مورخین مین سولھوین صدی کے بعد اور علی الخصوص گزشتہ
سو برس کے اندر متعدد صورتون سے یہ جھلک نظر آتی ہے کہ بسیط طور سے وسعت نظر
روز افزون ہو رہی ہے اور تصنیفات مین اُن مباحث کے داخل کرنے پر رغبت پیدا
ہو چلی ہے جو اس سے بیشتر ضرور خارج از بحث رکھے جاتے۔ اس طریقے سے اُنکی تصنیفات
مین گوناگون مضامین ملے جُلے نظر آتے ہین۔ اور صرف متوازی واقعات کے جمع اور
بیان کر دینے سے ایسے کلیات اخذ کرنے کی راہ کھل گئی کہ جسکا کوئی پتہ اور نشان یورپ
کی ابتدائی تصانیف مین کہین نہین ملتا۔ اس مین شک نہین کہ اس سے بڑا نفع ہوا ہے
اس حیثیت سے کہ اُسنے مورخین کو ایک وسیع تر سلسلۂ خیالات سے آشنا کر دیا ہے اور
اُن مین غور و خوض کے وہ عادتین پیدا کر دی ہین جنکا اگرچہ بیجا استعمال بھی ہوسکتا ہے
لیکن وہ حقیقی علم کے واسطے شرط لازمی ہین کیونکہ اُنکے بغیر کوئی علم مدوّن ہو نہین سکتا۔

لیکن باوجودیکہ فن تاریخ کے یہ سامان اب اتنے دل خوش کن نظر آتے ہین جتنے
کبھی پیشتر نہ تھے پھر بھی یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مستثنیات شاذّہ سے قطع نظر کیجائے تو ابھی
صرف آیندہ کے لیے سامان ہی سامان جمع ہوے ہین اور کچھ توقعات ہی قائم ہوئے ہین
اور شاید اس بات کے دریافت کرنے کی طرف ایک قدم بھی آگے نہین بڑھا ہے کہ وہ
کون اصول ہین جو قومون کی سیرت و خصلت اور قسمت پر حکمرانی کرتے ہین۔ فی الواقع
ابتک جو کچھ ہوچکا ہے اُس کے اندازہ کرنے کی کوشش مین اس مقدمہ کے ایک اور
حصے مین کرونگا۔ سر دست اسی قدر بیان کرنا کافی ہے کہ خیالات انسانی کے تمام

اعلےٰ مقاصد کے واسطے فن تاریخ ہنوز نہایت ناقص اور نامکمل ہے اور اُسکی وہی پراگندہ اور خود سرانہ صورت ہے جو قدرتی طور سے ایسے فن کے ہونا چاہیے جسکے آئین منضبط نہون بلکہ جسکی بنیاد وہی ٹھیک تھو۔

فن تاریخ کے مواد کی اس قدر افراط کے ساتھ موجود ہونے پر خاص اس فن کے کے متعلق ہماری معلومات کی اس درجہ ناقص ہونے کی وجہ سے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے اسکی تحقیق کچھ ایسے بلند پیمانہ پر کرنا چاہیے کہ ابتک جو کچھ کیا گیا ہے اُس سے وہ بہت ارفع اور اعلی ہو اور یہ کہ نہایت سرتوڑ کوششین کرنا چاہیے تاکہ تحقیقات کا یہ عظیم الشان اور کارآمد صیغہ بھی دیگر صیغہ جات کی سطح کے برابر پہونچ جائے جس سے ہمارے علم مین ایک موازنہ اور تناسب طبعی پیدا ہو۔ چنانچہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کے موجودہ تصنیف کا منصوبہ باندھا گیا ہے۔ لیکن جو خیالی عمارت قائم کی گئی ہے اُسے حقیقت مین بالکل ویسا ہی بنا لیجانا تو محال ہے تاہم مین کوشش کرون گا کہ تاریخ انسان کی تکمیل اس حد تک کر ڈالون کہ دیگر محققین نے نیچرل سائنس (طبیعیات) کی متعدد شاخون مین جو کچھ کیا ہے وہ اگر اُسکے برابر نہو تو کم سے کم اُسکی صورت پر تو ہو۔ لوگون نے فطرت کے متعلق اسقدر کیا ہے کہ وہ واقعات جو بظاہر حد درجہ غیر منتظم اور محض حوادث اتفاقی معلوم ہوتے تھے اُنکی تشریح کی اور یہ دکھلا دیا کہ وہ سب مقررہ اور عالمگیر قوانین کے مطابق ہین۔ یہ اسطرح ہو سکا ہے کہ لائق و فائق اشخاص نے اور اُن لوگون نے جو صبر و تحمل رکھتے ہین اور جنکے خیالات کبھی تھکتے نہین ہین اُنھون نے واقعات فطری کو اس نگاہ سے مطالعہ کیا کہ اُنمین باقاعدگی کا سراغ لگائین اب اگر واقعات انسانی کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے اور وہ بھی اسی نظر سے مطالعہ کیے جائین تو ہمکو اسی قسم کے نتائج پیدا ہونے کی پوری توقع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بخوبی واضح ہے کہ وہ لوگ جو اقرار کرتے ہین کہ واقعات تاریخی مین یہ صلاحیت ہی نہین ہے کہ وہ کلیات کے تحت مین آسکین وہ امر تنقیح طلب

کو گویا مسلّم مان لیتے ہین بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی کرتے ہین - وہ نہ صرف ایسی بات کو مان لیتے ہین جسے وہ ثابت نہین کر سکتے بلکہ اُس بات کو تسلیم کر لیتے ہین جو معلومات کی موجودہ حالت مین بالکل قیاس کے خلاف ہے جو شخص اس سے کچھ بھی واقف ہے کہ گذشتہ دو صدیون مین کیا کچھ کیا جا چکا ہے وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہر نسل مابعد نے بعض اُن واقعات کو باقاعدہ اور پیشین گوئی کرنے کے قابل ثابت کر دیا ہے جنکی بابت نسل ماقبل یہی سمجھتی تھی کہ نہ وہ کسی قاعدے کے تحت مین آتے ہین نہ اُنکی بابت کوئی پیشین گوئی کیجا سکتی ہے - اسی وجہ سے ترقی کن تہذیب و شائستگی کا رجحان یہی ہے کہ وہ ہمارا عقیدہ اس بارے مین مستحکم کر دے کہ عالم مین ایک نظم و ترتیب سلسلہ و قاعدہ اور آئین و قانون جاری ہے - جب حالت یہ ہے تو اب اگر کچھ واقعات یا صنف واقعات ابھی تک نظم و ترتیب کے تحت مین نہین آئے ہین تو بجائے اسکے کہ ہم یہ پکارنے لگین کہ وہ نظم و ترتیب کے تحت مین آ ہی نہین سکتے لازم ہے کہ گزشتہ تجربہ کو پیش نظر رکھین اور اُس سے ہدایت پا کے یہ تسلیم کرین کہ جن باتون کی توجیہ اسوقت نہین ہو سکتی ممکن ہے کہ زمانۂ آیندہ مین کسی وقت اُنکی توجیہ ہو جائے ماہرین سائنس کے یہان تو پراگندگی اور پریشانی مین سے نظم و ترتیب دریافت ہونے کی توقع کی اسقدر مشق چڑھی ہوئی ہے کہ اب یہ نوبت پہونچ گئی ہے کہ اُنہین سے جو مشاہیر ہین وہ تو یو منون یا یہ لغب کا عقیدہ رکھتے ہین اور اگر مورخین کے زمرے مین عام طور سے اس توقع کا پتہ اور نشان نہین ملتا تو غالبًا اسکا سبب یہ ہوگا کہ وہ لوگ سوز فطرت کے محققین کی بہ نسبت قابلیت کم رکھتے ہین اور نیز یہ کہ نظام معاشرت کا مسئلہ خود اس درجہ پیچیدہ ہے کہ اُسکے باترتیب مطالعہ مین سخت دقتین پیش آتی ہین -

یہی دو سبب مخالف تاریخ کی ایک فن بنجانے مین سدّ راہ ہوئے ہین اور اسیوجہ سے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جو مورخ بہت ہی مشہور و سر برآوردہ ہین وہ بھی کامیاب ترین

فاضلان علوم طبیعی سے نہایت کم مرتبہ پر ہین کیونکہ فن تاریخ کی جانب کسی ایسے شخص نے توجہ صرف نہ کی جو دماغی قابلیت کے لحاظ سے کیپلر یا نیوٹن یا اور اسی قسم کے دیگر حضرات سے مدمقابل ہوسکے۔ اور بنظر اُن دقتون اور پیچیدگیون کے دیکھا جائے

شہ کیپلر۔ (جان کیپلر) جرمنی کا ایک نہایت نامور ہیئت دان۔ یہ شخص ریاضی اور ہیئت کا مسلم الثبوت کامل فن تھا۔ اُسنے علم ہیئت مین متعدد کتابین تصنیف کین علی الخصوص "حرکت مریخ" پر اُسنے جو کچھ "ہیئت جدیدہ" مین لکھا ہے وہ اس علم مین نہایت قابل قدر اضافہ سمجھا جاتا ہے۔ اُسکی عادت تھی کہ جہان اُسے نئے حقائق کی جھلک بھی نظر آتی وہ انتھک محنت کرکے اُنکے انکشاف کے پیچھے پڑ جاتا۔ یہ نامور صاحب کمال سنہ ۱۵۷۱ء مین پیدا ہوا اور اُنسٹھ برس زندہ رہکے سنہ ۱۶۳۰ء مین مرگیا۔

شہ نیوٹن (سر اسحاق نیوٹن) ریاضی اور حکمت طبیعی کا وہ کامل نزین ماہر جسکا ثانی اُسوقت تو کیا ابتک پیدا نہین ہوا ہے سنہ ۱۶۴۲ء مین بمقام وولس تھارپ (لنکن شائر) پیدا ہوا۔ ۲۲ برس کے سن مین بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اُسنے علوم ریاضی اور مرایا و مناظر مین زیادہ توجہ صرف کی اور چند ہی روز مین اُسنے "نور" اور لون (رنگ) کے بابت جدید نظریات قائم کیے۔ جب سنہ ۱۶۶۵ء مین طاعون کا زور ہوا تو اُسنے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اس حالت مین اُسکا شغل صرف مطالعہ اور غور و فکر تھا۔ اسی زمانے مین وہ ایک روز اپنے باغ مین تنہا بیٹھا تھا کہ سامنے ایک سیب درخت سے گرتے دیکھکے اُسنے اُسپر غور کرنا شروع کیا کہ یہ سیب درخت سے زمین پر کیون گرا۔ کیونکہ سیب مین تو کوئی قوت ایسی نہین جو اُسے زمین پر لائے۔ بالآخر اُسنے کشش ثقل کا مسئلہ حل کیا اور اسی اصول پر غور کرتے ہوئے یہ خیال کرنا شروع کیا کہ چونکہ زمین کے مرکز سے نہایت دور مقام پر بھی اس کشش کا زور گھٹا نہین ہے لہذا یہ کشش ماہتاب اور اور سیارون تک وسیع ہوسکتی ہے۔ اُسنے نور اور لون پر جو نظریات قائم کئے تھے اُنھین کے بدولت اُسنے ایک نئی دوربین ایجاد کی۔ نیوٹن نے اپنے زمانے مین ہر قسم کے علمی اور ملکی اعزاز حاصل کیے۔ یونیورسٹیون کا وہ رکن رکین تھا۔ پارلیمنٹ کا وہ ممبر تھا۔ دربار شاہی مین عزت و حرمت کے ساتھ اُسے باریابی کا شرف حاصل تھا۔ اِس علمی تبحر اور وجاہت اور اس ملکی اقتدار و عزت پر

جو اس مبحث کو گھیرے ہوئے ہین تو ایک فلسفی مورخ کے سد راہ ایسی مشکلات
ہوتی ہین جنکو فطرت کے مطالعہ کرنے والون کی مشکلات سے کہین زیادہ خطرناک کہنا
چاہیے۔ کیونکہ ایک طرف تو اُسکے مشاہدات مین ایسی غلطیون کا احتمال بہت ہوتا ہے
جو تعصب اور دیگر جذبات انسانی کے باعث پیدا ہوتی ہین اور دوسری طرف وہ اس
بات سے قاصر ہے کہ اپنی تحقیقات مین علوم طبعی کے بڑے وسیلے یعنے تجربے سے کام
لے سکے حالانکہ یہی تجربہ ایک ایسی چیز ہے جسکے سبب سے اِس عالم خارجی کے نہایت
نازک اور دقیق مسائل کی چھان بنان کی جاتی ہے

لہذا یہ بات کچھ بھی قابل تعجب نہین ہے کہ مطالعہ فطرت کی موجودہ حالتِ ترقی
کے مقابلے مین خود انسانی حرکات و سکنات کا مطالعہ ہنوز عالم طفولیت مین ہے۔
بیشک ان دونون مشغلون کی ترقی مین ایسا بیّن فرق ہے کہ ذرا ٹھکانا لیکہ علوم طبعی مین
واقعات کا باقاعدہ ہونا اور اُنکی بابت پیشین گوئی کر سکنا ان مسائلات تک مین جو ہنوز
ثابت بھی نہین ہوئے ہین ایک مسلّم مسئلہ جانا جاتا ہے تاریخ مین اسی قسم کی باقاعدگی
نہ صرف غیر مسلم ہوتی ہے بلکہ اُسکو ماننے سے قطعی انکار کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر
کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ تاریخ کو ایسے درجے پر پہونچا دیوے کہ وہ معلومات انسانی کی

ص بھی وہ نہایت نیک دل صلح کن خلیق و متواضع اور منکسر
مزاج تھا۔ اُسکے مشاغل علمی کی دلچسپی اتنی زیادہ تھی کہ
اُسنے اپنی عمر احقاق حق مین بسر کی۔ شادی کی نہ اُسکا
خیال بھی دلمین لایا۔ اور باوجود اس قابلیت کے
اُسنے خود اپنے بارہ مین لکھا ہے "مجھے نہین معلوم
کہ مین دنیا کو کیا نظر آؤنگا لیکن اپنی نظر مین تو مین
اُس بچے کے مانند ہون جو سمندر کے ساحل پر
کھیلتا ہو کہ کبھی اِدھر ایک چکنا چکنا پتھر اور
کبھی اُدھر ایک خوب صورت خوبصورت
گھونگا (جو اورون سے زیادہ چکنا اور خوبصورت
ہو) پا کے خوش ہو رہا ہو لیکن بحرِ حقیقت
کا سمندر جس کی تھاہ کسی نے نہین پائی اُسکے
سامنے موجین مار رہا ہو۔ نیوٹن نے ۱۷۲۷ء
مین وفات پائی۔

دیگر شاخون کی سطح کے برابر آجائے تو اُسکو ابتدا ہی مین سخت مزاحمتین پیش آتی ہین کیونکہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ انسان کے معاملات مین کچھ راز ہاے سربستہ اور کچھ امور محض قضا و قدر پر مبنی ایسے ہوتے ہین جو ہماری تحقیقات کے دسترس سے باہر ہین اور اسوجہ سے اُنکی آیندہ رفتار ہمیشہ پوشیدہ رہیگی۔ اُسکے جواب مین اسقدر کہنا کافی ہے کہ ایک تو یہ اعتراض محض فضول ہے دوسرے اُسکی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اسکا کچھ ثبوت مل نہین سکتا۔ پھر یہ اعتراض اِس عالم آشکارا واقعہ کے مخالف ہے کہ ہر ایک مقام پر جسقدر معلومات بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر یکسانیت کا اعتقاد بڑھتا جاتا ہے۔ یعنی یہ اعتقاد کہ ایک ہی قسم کے حالات و اسباب مین ایک ہی طرح کے واقعات متوالی اور متواتر طور سے وقوع پذیر ہوتے ہین۔ اچھا۔ اب ہم اِس قضیہ کی اچھی طرح جانچ پرتال کرتے ہین اور اسباب کا کھوج لگاتے ہین کہ یہ عام عقیدہ جو دائر سائر ہے کہ تاریخ ہمیشہ اسی ظنی اور غیر یقینی حالت مین رہیگی اور سائنس کے مرتبے پر کبھی نہ پہونچیگی اِسکی بنیاد کیا ہے۔ اسطور پر ہمکو یہ بڑا مسئلہ حل کرنا پڑیگا جو درحقیقت ہماری بحث کی جڑ ہے۔ کہ آیا انسانون (اور بدینوجہ انسانی جماعتون) کے افعال و حرکات کچھ مقررہ قوانین کے محکوم ہین یا یہ کہ وہ محض نتیجہ ہین بخت[ك] و اتفاق یا ماقوق الفطرت مداخلت کے۔ انھین دو صورتون کے مباحثہ مین بہت سے مفید اور دلچسپ خیالات کی جانب ذہن منتقل ہوگا۔

[ك] فلاسفۂ یونان کی اصطلاح مین وہ واقعات جنکے اسباب ہماری نگاہون سے پوشیدہ یا ہمارے دسترس سے باہر ہین اُنکی نسبت کہتے ہین کہ بخت یا اتفاق سے وقوع پذیر ہوے ہین۔ یہ دونون لفظین ایک ہی مقام پر بولی جاتی ہین۔ فرق صرف اسقدر رہا کہ اگر نتیجہ مفید ہے تو بخت سے تعبیر کرینگے اور اگر مضر تو اتفاق سے۔ مثلاً کسی نے کنوان کھودا اور اُسمین دفینہ نکل آیا۔ یہ بخت ہے کنوین پر پانی بھرنے گیا۔ پاؤن پھسلا اور ڈوب گیا یہ اتفاقی ہے۔ انگریزی مین اِسکے مقابل چانس (   ) اور ایکسیڈنٹ (   ) ہین۔

کیونکہ اِس معاملے سے متعلق دو اصول ہین جو تمدن کے مختلف مدارج سے معلوم ہوتی
ہین۔ پہلے اصول کے بموجب ہر واقعہ اپنے مرتبۂ ذات مین منفرد۔ دوسرو نسے غیر متعلق۔ اور
ایک اندھے دُھندے بخت یا اتفاق کا نتیجہ ہی۔ یہ رائے جو ایک بالکل جاہل و بےعلم مخلوق مین
جبلتاً پیدا ہوتی ہے بہت ہی جلد تجربہ کی اس وسعت سے کمزور ہو جاتی ہے جس سے یکسانیت
تواتر اور تسلسل کا وہ علم حاصل ہوتا ہی جو نظرت ہماری آنکھ کے سامنے آئے دن پیش کیا کرتی ہی۔
مثلاً اگر خانہ بدوش قومین جن پر تہذیب وتمدن کا سایہ بھی نہین پڑا ہے صرف شکار مارنے یا مچھلی
پکڑنے پر گزر بسر کرتی رہتین تو بیشک وہ اِسی خیال مین مگن رہتین کہ اُنکی معمولی ازوقہ کی فراہمی کسی
محض اتفاقی سبب پر مبنی ہی جسکی توجیہ نہین ہو سکتی اور اُسکی فراہمی کا غیر متعین ہونا۔ اُسمین کبھی افراط اور
کبھی تفریط ہونا ضرور اُنکو یہ سمجھنے ہی نہ دیتا کہ فطرت کے بندوبست مین کوئی خاص نظم وترتیب بھی ہی
اور اُنکی طبیعت سے یہ خیال کوسون دور رہتا کہ دنیا مین جتنے واقعات وحادثات ہوتے ہین وہ سب
تابع ومتبع ہوتے ہین چند خاص اصول اور کلیات کے اور اگر اُنکا علم حاصل ہو جائے تو اکثر اوقات
زمانہ آئندہ کے متعلق بہت کچھ پیشین گوئی کی جا سکتی ہے لیکن جسوقت یہی قومین ترقی کرکے
زراعتی حالت مین پہونچتی ہین تو سب سے پہلے وہ ایسی غذا استعمال کرنے لگتی ہین جو نہ صرف اپنی
ہئیت ظاہری سے بلکہ خود اپنے وجود مین بھی اُنکے اپنے افعال کا نتیجہ معلوم ہوتی ہی کیونکہ جو
کچھ وہ بوتے ہین اُسی کو وہ کاٹتے بھی ہین۔ اِسی طور سے تمام سامان معیشت جسکی اُنھین حاجت
ہوا کرتی ہی وہ براہ راست خود اُنکے حیطۂ اختیار مین آجاتا ہی اور خود اُنکی محنت ومشقت سی اُنھین
ہاتھ آتا ہی۔ اب جو دانہ وہ زمین مین ڈالتے ہین اور جس پکے ہوے دانے کو وہ کھیت مین سے کاٹتے ہین
ان دونومین جو یکسانیت کا تعلق ہوتا ہی وہ صاف نظر آنے لگتا ہی اور نتائج کی باقاعدگی کا خیال
دلمین جاگزین ہو جاتا ہی۔ اب وہ زمانہ مستقبل کا انتظار صرف یقین واذعان ہی کے ساتھ نہین
بلکہ ایسے وثوق واطمینان کے ساتھ کرتے ہین جسکا تصور بھی اُنکو اپنے پیشتر کے مشاغل مین ہو نہین
سکتا تھا۔ اِسی مقام سے واقعات کے استقلال تسلسل کا ایک دُھندلا سا خیال پیدا ہوتا ہی اور اول اول
اُنکے ذہنون مین اُس تصور کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہی جسے آگے چلکے نوامیس فطرت سے تعبیر کرتے
ہین۔ اب ترقی کے وسیع میدان مین ہر ہر قدم پر یہ تصور صاف اور روشن ہوتا چلا جائیگا جسقدر اُنکے مطالعے

کی مشق بڑھیگی جسقدر انکا تجربہ ایک وسیع سطح پر پہونچیگا اُنکو ایسی یکسانیتین نظر آتی جائینگی جنکا کبھی وہم و خیال بھی اُنکو نہوا تھا اور جنکے انکشاف سے وہ بخت و اتفاق والا اصول جو اُنھون نے اول اول قائم کیا تھا ٹوٹتا چلا جائیگا۔ پھر اس سے ذرا آگے بڑھنے پر اُنمین بسیط توجیہات کا ایک ذوق پیدا ہوگا۔ اور اُنھین مین سے کوئی شخص ایسا پیدا ہوگا جو ان انکشافات سے کلیات قایم کریگا اور اگلے مقبول عام خیالات سے نفرت کرکے یہ عقیدہ قایم کریگا کہ ہر ایک واقعہ اپنے واقعۂ ماقبل سے کسی ضروری و دعائی سلسلے کے ذریعے سے مربوط و مسلسل ہے۔ پھر وہ واقعہ ماقبل ایک اور واقعۂ ماقبل سے پیوند رکھتا ہے اور یہ کہ اِسی طور سے سارا عالم ایک ضروری سلسلہ ہے جسمین ہر شخص اپنا کام کرسکتا ہے لیکن یہ تصفیہ نہین کرسکتا کہ اُسکا کیا کام ہونا چاہیے۔

اِسی طور پر جماعت انسانی کی معمولی رفتار مین فطرت کی باقاعدگی کا روزافزون علم بخت و اتفاق کے اصول کو شکست کرکے ضروری تسلسل کے اصول کو قائم کردیا کرتا ہے۔ اور میرے خیال مین ظن غالب یہی ہے کہ اُنھین دو اصول یعنی بخت و اتفاق اور تسلسل ضروری ہی سے وہ دو اصول نکلے ہین جو بعد کو مرضی مختار[۱] اور تقدیر سے موسوم کیے گئے ہین۔ اب اسبات کا سمجھنا کچھ مشکل نہین کہ کس طور پر جماعت انسانی کی ترقی یافتہ حالت مین یہ ردّ و بدل ہوا۔ ہر ملک مین جب دولت کسی معین حد تک جمع ہوجاتی ہے تو وہان ایک انسان کی محنت کی پیدا وار اُس سے زیادہ ہونے لگتی ہے

[۱] مرضی مختار ترجمہ ہے فری ول (Free will) کا اور تقدیر ترجمہ ہے پریڈسٹی نیشن (Predistination) کا۔ اول الذکر سے یہ مراد ہے کہ انسان فاعل مختار ہے اور اپنے افعال مین کسی کا پابند نہین۔ آخر الذکر سے یہ مطلب ہے کہ تمام امور پیشتر سے مقدر ہوچکے ہین اور وہ اسیطرح واقع ہونگے جس طرح مقدر ہوچکے ہین انسان اُن مین مجبور ہے۔ قریب قریب یہی دو اصول ہین جن کو ہمارے یہان جبر و اختیار سے تعبیر کرتے ہین۔

جتنی خود اُسکی بسراوقات کو کفایت کرتی ہے۔تب اسکی کچھ حاجت نہین رہتی کہ جملہ اشخاص محنت کرین اور اس طور پر ایک جماعت علیحدہ بنجاتی ہے جسکے اکثر افراد اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تفریحی مشاغل مین صرف کرتے ہین اور بعض افراد علوم کے پڑھنے پڑھانے مین مصروف ہوجاتے ہین۔ اسی آخرالذکر گروہ مین ایسے لوگ پائے جاتے ہین جو واقعات خارجیہ سے قطع نظر کرکے صرف اپنی ہس کے مطالعے مین مشغول ہوجاتے ہین۔ اور یہی لوگ (اگر بڑی اعلیٰ درجے کی قابلیت رکھتے ہوتے ہین) ایسے نئے نئے مذہبون اور حکمتون کے موجد اور ربانی ہوتے ہین جو اپنے معتقدین و مسترشدین پر بیحد و بے انتہا اثر و اقتدار پیدا کرلیتے ہین لیکن ایسی ملتون کی مصنفین بھی اُن خصائص سے متاثر ہوتے ہین جو اُن کے زمانۂ حیات مین رائج اور شائع ہوتی ہین۔ کیونکہ کسی انسان کے واسطے یہ ناممکن ہی کہ گرد و پیش کے آرا و خیالات کے اثر سے بھاگ سکے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک نیا مذہب یا نیا فلسفہ ایجاد ہوا تو حقیقت مین وہ چندان کسی کی فکر بکر کی طبعزاد نہین ہوتا بلکہ جو کچھ ہوتا ہے اسیقدر ہوتا ہے کہ معاصر متفکرین ہین جو خیالات رواج پائے ہوئے ہوتے ہین وہ ایک نئی راہ پر لگا دیے جاتے ہین۔ چنانچہ اسی طور سے اس صورت خاص مین جو ہمارے روبرو ہے عالم خارجی مین بخت و اتفاق کا اصول عالم باطنی کی مرضی مختار کے اصول سے منطبق ہے۔ اور اسیطرح "تسلسل ضروری" کا اصول بالکل اصول "تقدیر" سے مشابہ ہے۔ فرق صرف اسیقدر ہے کہ اول الذکر وہ ہے جو ماہرین علم مابعدالطبیعات[۱۲] کی بلند پروازی سے نکلا ہے اور آخرالذکر وہ ہے جسنے اہل مذاہب کی

[۱۲] مابعدالطبیعات - یہ علم ارسطو کی بعض تصانیف سے ماخوذ ہے۔ اور اس علم مین مطلق وجود سے بحث کیجاتی ہے یعنی اُن اشیا سے جو اپنے وجود مین کسی طرح مادہ کے محتاج نہین۔ مثلاً واجب الوجود جواہر مجردہ وغیرہ۔ اسی علم مین امور عامہ سے بھی بحث کرتے ہین جیسے مباحث ہیولیٰ و صورۃ و جزء لایتجزے و حدوث و قدم وغیرہ۔ ارسطو کے نزدیک ہر ایک شے جو ہمارے سامنے بطور ایک حقیقت کے

گود مین نشو نما پائی ہے۔ سب سے پہلے جب مابعد الطبیعات کا عالم اصول بحث و اتفاق کو لیکے چلتا ہے تو اپنے نفس کے مطالعہ مین اس خود سر۔ غیر ذمہ دار اور مطلق العنان اصول کو چلاتا ہے جو اس نئے میدان مین پہونچکے مرضی مختارہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا حملہ ہے

جو کے پیش ہوتی ہے اُسکے بابت ہم یہ سوالات کر سکتے ہین کہ اُسکی اصلی حقیقت یا ماہیت یا تعریف کیا ہے۔ اُسکی ظہور کی کیا شانین ہین۔ اُسے کسنے پیدا کیا یا وہ کیونکر پیدا ہوئی اور کس غرض سے پیدا ہوئی۔ مختصر یہ کہ ہم ہر موجود کی بابت اُسکے ہیولی اور صورت اور اُسکی بدایتہ و نہایتہ کے بارے مین سوال کر سکتے ہین اور انھین کے جوابات سے جو علم مدوّن ہوتا ہے وہی حکمت مابعد الطبیعتہ کہلاتا ہے۔ یہ علم طبیعات سے بالکل جدا ہی کیونکہ طبیعات کا دار مدار محض تجربہ پر ہے اور مابعد الطبیعات کو تجربہ سے کوئی واسطہ نہین بلکہ وہ ایسے امور عامہ اور حقایق بسیطہ پر مبنی ہی جنھین تجربہ کے معیار پر آزمانا ممکن نہین۔ ارسطو کے نزدیک یہ علم نہ صرف حقایق موجودات کا علم ہے بلکہ ہمارے ادراک و شعور کا بھی علم ہی ہے۔ بلکہ یہی علم آلہی ہے کیونکہ ذات واجب الوجود ہی مبدء و منتہا کل موجودات ہے۔ اور وجود حقیقی اُسیکا وجود ہے۔ اسی وجہ سے اس علم کو الٰہیات بھی کہتے ہین۔

اس علم کی تقسیم اسطرح پر ہے کہ پہلے تو موجودات کے نفس وجود سے بحث کیجاتی ہے اور پھر اُن موجودات کے بابت جو علم ہمارا ہے اُس علم کی ماہیت پر غور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی موجود کی ماہیت و وجود پر بحث کرتے وقت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عالم خارجی مین جو اشیا نفس انسانی سے براہ راست سروکار نہین رکھتین اُنکی بابت ہکو جو کچھ علم ہوا ہی اُسکے اصل حقیقت کیا ہی۔ اور اس سوال کے جواب دینے کے واسطے خود نفس ذہن انسانی کے حقیقت پر غور کرنیکی ضرورت ہوتی ہی اسوجہ سے یہ علم اُس علم سے وابستہ ہو گیا ہی جسکا موضوع یہ ہے کہ تکمیل اور تسلسل کے ساتھ ہماری ذہنی ترکیب کے قوانین اور خواص کی تحقیقات کرے جسے علم نفس یا حکمت نفس ذہن یا فلسفہ اخلاقی سے موسوم کرتے ہین۔ ارسطو کے بر مابعد الطبیعات کے تحت مین یہ سب علوم آجاتے ہین چنانچہ بعض اوقات اُسے مطلق علم یا علم خارجی کے بابت ہمارے ادراک کی ماہیت پر محدود کرتے ہین۔ اور بعض اوقات علم نفس یا واقعات ادراک و شعور پر۔ یعنے یا تو اُنھین واقعات کو

جو بظاہر تمام دقتون کو دُور کر دیتا ہے کیونکہ آزادی مطلق رجو خود ہی تمام افعال کی مُصدر ہوا کرتی ہے) کسی سے صدور نہین پاتی بلکہ اصول بخت و اتفاق کی طرح ایک امر واقعی ہوتی ہے جسکی مزید توجیہ ہو نہین سکتی۔ پھر بعد اسکے جب کوئی اہل مذہب اصول تسلسل لازمی کو مذہبی قالب مین ڈھالتا ہے تو چونکہ اُسکے ذہن مین نظم و ترتیب اور یکسانیت کے خیالات رچے اور بسے ہوتے ہین اسلیے قدرتی طور سے وہ اس غیر متبدّل باقاعدگی کو ایک ذات واجب الوجود کے علم و قدرت کے تحت مین رکھ دیتا ہے اور اسطور پر خدا کی وحدانیت کے بلند خیال کے ساتھ یہ خیال بھی وابستہ ہو جاتا ہے کہ اُسی خدائے واحد نے ازل سے تمام ممکنات کو کلیۃً مقدر اور مقرر کر رکھا ہے۔

ہمارے وجود کے بارے مین جو کچھ گُنجلکین ہین اُنکے مٹانے کے واسطے مرضی مختار اور تقدیر کے یہ اصول جو ایک دوسرے کے ضد ہین بیشک نہایت سادہ اور بخطر طور سے مشکلکشائی کر رہی ہین اور چونکہ وہ بآسانی سمجھ مین آجاتے ہین وہ اوسط درجے کی طبیعت انسانی کے واسطے ایسے مناسب حال ہین کہ خود اس موجودہ زمانے مین بھی انسانون کا ایک گروہ کثیر اسیر مختلف الرائے ہے اور اُنھون نے نہ صرف ہمارے ذرایع آگہی کا ستیاناس کر رکھا ہے بلکہ ایسے مذہبی فرقہ پیدا کر دیے ہین جنکے باہمی مناقشات نے جماعت انسانی کو درہم برہم کر رکھا ہے اور اکثر اوقات خانگی

ص اُنکے مرتبۂ ذات مین دیکھتے ہین یا اس لحاظ سے اُنپر نظر ڈالتے ہین کہ وہ اُن حقایق سے واسطہ رکھتے مین جو نفس سے خارج ہین۔ بالفاظ دیگر موجودات کا وجود یا اُنکے بابت ہمارا ادراک و شعور یہی موضوع اس علم کے قرار پا سکتے ہین۔
اِس علم کو مابعد الطبیعۃ اس لیے کہتے ہین کہ اسکے دقیق اور نظری مسائل ایسے ہوتے ہین کہ بہت سے علوم و فنون کے پڑھنے کے بعد جب ہین او رنفس انسانی کو ایک ملکۂ راسخہ حاصل ہو چکتا ہو اُسوقت ایسے پڑھاتے ہین۔ اسکے مقابل مین بعض حکمانے ریاضی و ہندسہ وغیرہ کو ماقبل الطبیعۃ کے نام سے موسوم کیا ہی کیونکہ اُنھین طبیعات کی تعلیم سے پیشتر پڑھاتے ہین۔ فقط

تعلقات کو تلخ و بیمزہ کردیا ہے - یورپ کے زیادہ ترقی یافتہ اہل نظر مین اب یہ خیال ترقی کر رہا ہے کہ یہ دونون اصول غلط ہین یا کم از کم یہ کہ ہمارے پاس کافی شہادت اُن کے سچ ہونے کی نہین ہے اور چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اسلیے یہ بہت سودمند ہوگا اگر (قبل اسکے کہ ہم آگے بڑھین) ہم اِس مسئلہ کو اتنا اٹھا دینگے جتنا کہ وہ مشکلات جو اسکے حل کرنے مین سدّ راہ ہین اجازت دینگی -

مسئلہ مرضی مختار اور تقدیر کی ابتدا (بظن غالب) کی بابت جو کچھ مین نے بیان کیا ہو اُسکے متعلق چاہے جسقدر شبہات کیئے جائین لیکن بہر حال اِس بارے مین تو غالباً کسی کو کچھ گفتگو نہوگی کہ حقیقت مین اب کس بنیاد پر یہ دونون اصول مبنی ہین - مسئلہ تقدیر بالکل ایک مذہبی قیاس پر مبنی ہے اور مسئلہ مرضی مختار علم مابعد الطبیعات کی ایک قیاس پر - اول الذکر کے حامی ایک ایسے مفروضہ پر چلتے ہین جسکی ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ اُسکی بابت آجتک اُنھون نے کوئی معقول شہادت پیش نہین کی ہے - وہ چاہتے ہین کہ ہم یہ اعتقاد رکھین کہ خلّاق عالم نے باوجود اپنی رحمت عام کے جیسے وہ خود بخوشی تسلیم کرتے ہین ایک تحکمانہ تفریق مقبول اور غیر مقبول مین قائم کردی ہے یہ کہ اُسنے روز ازل سے کروڑہا مخلوق کے واسطے جو ابھی پیدا بھی نہین ہوئی ہے اور جسے صرف اُسکی قدرت ہی وجود مین لاسکتی ہے عذاب الیم مقدر کردیا ہے اور یہ کہ اُسنے یہ جو کچھ کیا کسی اصول معدلت کے لحاظ سے نہین کیا بلکہ شخصی خود مختار حکومت و سطوت کے زور مین کر ڈالا - اِس اصول کی سُراغ رسانی فرقۂ پروٹسٹنٹ مین کالون[۱] کی مظلوم مگر قوی دماغ تک

[۱] کالون (جان کالون) یہ شخص ایک ملت جدید کا بانی ہوا ہی اور اسی نے اُسکا نام روشن کیا ہی اُسکے عقائد مین جسقدر مہتم بالشان حصہ ہی وہ وہی ہی جسمین وہ آگسٹن کے نقش قدم پر چلا ہی - اُسکے مخصوص اصول حسب ذیل ہین -

انسان بحیثیت ایک گنہگار کے مجرم اور ردی ہی سب سے پہلا انسان جو پیدا کیا گیا تھا وہ خالق اکبر کے صورت پر اور اُسکے مشابہ تھا - اِس سے نہ صرف اُس کا

ہوتی ہے لیکن کلیسیا کی ابتدائی حالت مین اُسے آگسٹن[۱۵] نے باضابطہ طور سے ترتیب دیا تھا۔

سے اشرف مخلوقات ہونا مترشح ہوتا ہی بلکہ اُسکی اصلی
طہارت۔ دیانت اور تقدیس بھی ثابت ہوتی ہی اسی
حالت مین حضرت آدم زمین پر پھینکے گئے اور بعد اس
ہبوط کے کل بنی آدم اُنسے پیدا ہوے چنانچہ انکی ارواح
مین بدی سرایت کر گئی اور وہ نکبت و ادبار مین
گرفتار ہوے جس پر قہر ایزدی نازل ہوتا ہی اُنسے
مواخذہ کیا جاتا ہی۔ اور وہ عذاب عقاب مین گرفتار
ہوتے ہین کیونکہ خداوند کریم صرف نکوکاری اور
پرہیزگاری اور تقوے و طہارت سے راضی ہوتا
ہی۔ کوئی انسان دوسرے کے اعمال بد کیوجہ
سے پکڑا نہین جاتا نہ بنی آدم محض حضرت آدم کی
خطا پر ماخوذ کئے جائینگے البتہ اسلیے کہ اُنکی خطا کے
سبب سے ہم پر شامت سوار ہو گئی ہی اور ہم خود بدی کے
مرتکب ہوتے ہین ہم سے خود ہمارے گناہون کے بابت مواخذہ ہوگا
خدا نے بعض اشخاص کیلیے حیات دائمی اور بعض کیلیے
مواخذہ اور موت دائمی مقدر کی ہی جن لوگونکو حیات
کیلیے منتخب کیا ہو انھین وہ نجات کی طرف بلاتا ہی
اور خداوند کریم بڑھتے ہوے ایمان اور طہارت قلب
کے ساتھ اُنکا خاتمہ بالخیر کرتا ہے۔
ولادت ۱۰ جولائی ۱۵۰۹ء ۔ وفات ۲۷ مئی ۱۵۶۴ء

[۱۵] آگسٹن۔ یہ شخص لاطینی کلیسیا کے چار پیران
طریقت مین سے ایک تھا۔ ۱۳۔ نومبر ۳۵۴ء کو پیدا ہوا
ابتداً پیروان مانی مین تھا اور مدت تک حقائق حق
کی کوشش مین مصروف رہا۔ دس برس کے تجربے
کے بعد آخر کار عقائد مانی سے بیزار اور دل برداشتہ ہوکے
۳۸۳ء مین روم چلا گیا اور وہان سے میلان پہونچا۔
یہان وہ فصاحت و بلاغت کے درس دینے لگا اسی
زمانہ مین اُسنے فلسفہ افلاطون پر توجہ کی اور مسیحیون کے
صحبت کے اثر سے دین مسیحی کے بابت تحقیقات کرتا رہا
چنانچہ جس زمانہ مین افلاطون کا فلسفہ اُسکے دماغ مین بسا
ہوا تھا اُسنے انجیل کا مطالعہ شروع کیا اور بالآخر ۳۸۷ء
مین بمقام میلان اُسنے اصطباغ لیا۔ اور ایک سرگرم
و پرجوش حامی دین ہو گیا۔ یہ جو خانقاہون مین رہنے کا
سلسلہ ہی اسکا رواج دینے والا سب سے بڑھکر یہی شخص ہوا ہے۔
اُسنے پیروان مانی اور نیز دیگر عقائد و ملل والون کی
تردید مین متعدد کتابین لکھین اور ایک مدت تک اُنسے
مناظرہ و مباحثہ مین مصروف رہا۔ اُسکے عقاید مین
یہ بات تھی کہ انسانون پر جو نکبت و ادبار ہی وہ ہبوط
حضرت آدم کی وجہ سے ہی اور اسیکی وجہ سے بنی آدم
غلامی اور درماندگی مین پڑے ہین۔ مذہب اور

اور اُسنے غالباً اُسکو پیروان مانی شلہ سے مستعار لیا تھا۔ بہرکیف۔ یہ اصول دیگر خیالات سے (جو اصل اصول مین) جسقدر بے جوڑ اور بے میل ہے اُس سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو ایک علمی تحقیقات مین اسکو ایک بے برگ و ثمر قیاس سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہماری معلومات کے احاطہ سے

ما بعد الطبیعات دونون کے دلیلون سے وہ مسئلہ قضا و قدر کا قایل تھا اور اسی سے اُسنے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ کچھ انسان برگزیدہ پیدا ہوے ہین اور کچھ شامت زدہ۔ اسی سبب سے تعصب مذہبی کا رنگ اُسنے اسقدر ر چڑھا دیا تھا کہ مذہبی خطاؤن پر ملکی تعزیر کا وہ روادار تھا اور اس تعزیر مین اسقدر سختی اُسنے جائز رکھی تھی کہ محض اختلاف عقائد کی وجہ سے کسی کو جلا ڈالنا کوئی بات نہ تھی۔ اس شخص کا بڑا حصہ مسائل مذہبی پر تصنیف و تالیف کرتے گزرا اور اُسنے کلیسیا کی ایسی بے نظیر خدمت کی کہ آج وہ اراکین اربعہ مین سب سے افضل و اعلی سمجھا جاتا ہے۔ اُسنے ۲۰۔ اگست سنہ ۴۳۰ء کو وفات پائی۔

شلہ مانی۔ یہ شخص تیسری صدی عیسوی مین گزرا ہے اس بیچارے کی زندگی کے حالات مختلف وسایل سے جسقدر ہم تک پہونچے ہین وہ باہمدگر ایسے متناقض ہین کہ انپر پورا بھروسہ نہین کیا جا سکتا بہرکیف۔ یہ شخص ایک نئی ملت کا بانی ہوا۔ اُسکے خیال مین یہ بات سمائی کہ مذہب مجوس کو عیسائیت سے

ملا دینا چاہیے اور اس مجموعہ مرکب مین بدھ مذہب (جہانتک اُسے اُس سے واقفیت تھی) کے اصول بھی اضافہ کر دینا چاہیے۔ اس غرض سے کہ اُسکی سعی مشکور ہو اُسنے یہ دعوی کیا کہ حضرت مسیح نے جس فارقلیطہ کا وعدہ کیا ہے وہ مین ہی ہون جسوقت اُسنے سب سے پہلے اپنے معتقدات شائع کئے ہین اُسوقت شاپور اول عجم کا فرمانروا تھا اور ایک روایت تو یہ ہے کہ یہ فرمانروا اول اُس سے ناراض نہ تھا۔ لیکن جب مانی اُسکے بیٹے کو (جو بیمار تھا) صحیح نہ کر سکا تو اُسنے مانی کو قیدخانہ مین ڈال دیا۔ مانی قیدخانہ سے نکل بھاگا مگر پھر گرفتار ہو آیا اور قتل کیا گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مانی ایک مجوسی خاندان کا رکن تھا۔ غیر معمولی قوائے دماغی لایا تھا اور تصویرکشی اور صناعی مین اعلی دستگاہ رکھتا تھا۔ نقاشی مین کامل اور ریاضی کا بڑا ماہر تھا۔ شروع مین عیسائی ہو گیا تھا اور اہواز کے کلیسیا مین بڑے مرتبہ پر فائز تھا۔ اُسنے اپنے تئین فارقلیط موعود ظاہر کیا اور جب شاپور اول نے اُسپر مظالم کیے تو عجم

خارج ہے اور ہمکو اسکے صدق وکذب پر یقین کرنے کا کوئی ذریعہ حاصل نہین ۔

دوسرا اصول جو عرصے سے مرضی مختار کے نام سے مشہور رہے فرقہ آرمینیس سے متعلق ہوا

عمر وہ وہان سے بھاگ کھڑا ہوا اور ہندستان چین اور ترکستان مین پھرتا رہا۔ یہین وہ سال بھر تک ایک غار مین رہا۔ اب جو اس گوشۂ عزلت سے وہ برآمد ہوا تو ایک کتاب جسمین اعلیٰ درجہ کی تصویرین اور نقش و نگار تھے لیکے برآمد ہوا۔ اسی کتاب کا نام ارتنگ مانی تھا۔ جب ۲۷۲ء مین شاپور مر چکا تو وہ پھر فارس گیا۔ اسوقت ہرمز مسند حکومت پر متمکن تھا اور وہ مانی کی طرف عنایت کی نظر رکھتا تھا۔ اُسنے مانی کو اعزاز و اکرام سے لیا اور ایک قصر بلند رہنے کو دیا۔ ہرمز کے مرنے پر بہرام اُسکا جانشین ہوا جس نے بالآخر ۲۷۶ء مین اُسکی زندہ کھال کھنچوائی ۔

مانی کے عقائد مین سب سے زیادہ اہم یہ عقیدہ تھا کہ جملہ مخلوقات مرئی وغیر مرئی (جو دکھائی دیتے ہین یا نہین دیتے ہین) دو اصولون سے متفرع ہوئے ہین۔ یہ دونون اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے بالکل ایک دوسرے کی ضد ہین۔ انمین سے ایک نور ہے۔ خیر ہے۔ یزدان ہے اور دوسرا ظلمت ہے۔ شر ہے۔

اہرمن ہے۔ یہ دونوا پنے اپنے طبقات مین (جو قریب قریب ہین) رہتے ہین اور ایک دوسرے سے اتنے جُدا اور بے واسطہ ہین کہ طبقۂ ظلمت اور اُسکے مالک کو طبقۂ نور اور اُسکے مالک کے وجود کی بھی اطلاع نہین۔ اُسکے عقیدہ کے رُو سے دنیا کا انجام نار ہے جسمین طبقۂ ظلمت بالکل جلا کے خاک کر دیا جائیگا۔ نور دائمی کے طبقے مین پہونچنے کے واسطے اُسکے نزدیک یہ ضرور ہے کہ نفسانی خواہشات بالکل پست کر دالے جائین اور اسکے لیے عیش و عشرت کے جملہ امور سے قطعی اجتناب اور سخت زہد و تقویٰ پر عمل کیا جاے۔ اس ملت کے ماننے والے دو قسمون مین منقسم ہین۔ ایک فرقہ وہ ہے جسے بُرائی اور زیادہ گوئی سے بچنے کی سخت قسم کھانا چاہیے۔ گوشت۔ انڈے۔ دودہ۔ مچھلی۔ شراب اور کل منشیات ترک کر دینا چاہیے۔ دھن دولت یا کسی قسم کے مال و متاع کی فکر نہ کرنا چاہیے کسی مخلوق کو (حیوان ہو یا نبات) ستانا نہ چاہیے۔ نہ اپنے کنبے قبیلے کی خبر لینا چاہیے۔ نہ کسی ایسے شخص کی جو اپنا ہم عقیدہ ہو صدمہ دینا

لیکن حقیقت مین وہ الٰہیات کے ایک اصول انسانی ادراک کے تفوق پر قائم ہے۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہر شخص اِس بات کو جانتا اور محسوس کرتا ہو کہ وہ ایک فاعل مختار ہے اور اگرچہ کیسے ہی نازک دلائل پیش کیے جائین لیکن ہمارے سرون سے یہ سودا

ص کرنا چاہیے اور بالآخر۔ شادی یا بیاہ یا کسی اور صورت سے اپنی عصمت وعفت نہ مٹانا چاہیے۔ دوسرا فرقہ وہ ہی جو پہلے کے بہ نسبت دنیا کی نفیس چیزون سے تمتع اُٹھاتے مین آزاد ہی اور اُسکے ذمہ پہلے فرقہ والون کی خبرگیری مقدم ہے۔

پیروان مانی کے یہان آفتاب اور ماہتاب کی پرستش اِس حیثیت سے کیجاتی ہی کہ وہ مظاہر یزدانی ہین۔ اُنکے یہان نہ عبادت کے واسطے قربانگاہ ہوتی ہی نہ پُرتکلف معبد۔ اُنکے یہان جو کچھ ہین روزے ہین۔ نمازین ہین اور یا ایک صحیفۂ دینی کی تلاوت ہے۔ اِس صحیفۂ دینی کے بابت یہ سمجھا جاتا ہو کہ وہ مانی کا لکھا ہوا ہو۔ یہ لوگ اتوار کو مقدس مانتے ہین کیونکہ وہ آفتاب سے منسوب ہی۔ اور مانی کا روز وفات سال بھر مین سب سے بڑھکے برگزیدہ دن ہی۔ پیروان مانی اخلاقی حیثیت سے ایسے کٹر متعصب ہوتے ہین کہ پاکی اور طہارت اور صفائی سے زندگی بسر کر نہین سکتے۔

۱۶ھ آرمینیس یہ شخص ۱۵۶۰ء مین بمقام اودیواٹر (جنوب ہالینڈ) پیدا ہوا اور اسکی شہرت اس سبب سے بہت ہوئی کہ مذہب اصلاح یا فتہ مین کالون کے خلاف اُس نے ایک ملّتِ جدید قایم کی۔ اُسکے اصول دینی یہ تھے۔ (۱) قضاے الٰہی جب وہ خود اپنے افعال سے متعلق ہوتی ہو تو مبرم ہوتی ہی اور جب وہ افعال انسانی سے متعلق ہوتی ہو تو معلّق ہوتی ہو یعنی وہ قضا جو ایک نجات دہندہ (جیسے حضرت مسیح) کے مقرر کرنے اور بخشش کے عطا کرنے سے متعلق ہوتی ہو وہ مبرم ہوتی ہے۔ لیکن وہ قضا جو بندون کے عذاب و ثواب دیے جانے سے متعلق ہوتی ہے وہ اُنکے افعال پر معلق ہوتی ہو۔ مثلاً اگر وہ ایمان لاتے اور توبہ کرتے ہین تو اُنھین ثواب ملتا ہی اور اُنکی نجات ہوتی ہے اور اگر وہ بے ایمان رہتے یا بے توبہ کیے اُٹھتے ہین تو اُن سے مواخذہ ہوتا ہی اور اُنپر عذاب کیا جاتا ہے (۲) خداوند کریم چونکہ احکم الحاکمین ہے اسلیے اُسکی حکومت مخلوق کے مقتضاے فطرت کیے

نکل نہین سکتا کہ ہم ایک مرضی مختار رکھتے ہین - اب ایسے اعلیٰ حدود اختیارات کے تسلیم کرنے
مین (جو استدلال کے کل طریقون کو پسپا کر رہا ہے) دو مفروضات شامل ہین جنمین سے
ایک (اگرچہ ممکن ہے کہ سچ ہو لیکن) کبھی ثابت نہین کیا گیا اور دوسرا تو بےچون وچرا
غلط ہے - یہ مفروضات یہ ہین - اولاً ایک خاص خود مختار ملکہ ہے جسے ادراک کہتے ہین

کا مطابق ہوتی ہو - یعنی یہ کہ ایزدی حکومت اسطرح
چلتی ہو کہ وہ انسانی آزادی سے شانہ بشانہ رہتی
ہو - (۳) انسان اپنے بدفطرت سے بفضل خدا
آزاد اور قادر ہے کہ حق کا ارادہ کرے اور راستی
پر کاربند ہو - لیکن شامت مین مبتلا ہو کے وہ ایسا کر نہین
سکتا اور اُسے اسکی ضرورت رہتی ہو کہ ایسے
کامون کے کرنے سے پیشتر جو نیک ہین اور
جیسے خداوند کریم راضی ہو اسکی تمام قوتون مین
نئی روح پھونکی جاے - (یہی علت ہو حضرت
مسیح کی ولادت وبعثت کی) (۴) فضل ایزدی
اُن سب صفات حسنہ کو جو انسان مین ہوتے
ہین اسطرح پیدا کرتا - قائم رکھتا اور تکمیل کو پہنچاتا
ہو کہ اُسکے بغیر (اگرچہ اسمین روح تازہ بھی پھونکی
ہوئی ہو) وہ کسی نیک بات کا تصور یا ارادہ
یا اُسپر عمل بھی نہین کرسکتا - (۵) روح القدس
کی عنایت سے اولیا لوگ اتنی قوت رکھتے
ہین کہ آخر تک باوجود معصیت (آدم) اور

ذی لحم (گوشت سے بنے ہوسے) ہونے کے وہ
ثابت قدم رہ سکتے ہین لیکن اصول صحیحہ سے
وہ بھی اتنا تجاوز کر سکتے ہین کہ فضل ایزدی
بھی اُن پر اثر نہین کر سکتا - (۶) ہر دیندار کو خود
اپنی بخشش کا یقین ہو سکتا یا دلایا جا سکتا ہے
(۷) یہ ممکن ہے کہ ایک شخص جس مین نئی روح پھونکی
گئی ہو بغیر معصیت کے زندہ رہے - آرمینیس
کا قول تھا "حق حق - دینی حق ایک گھرے
کنوین مین ڈوبا ہوا ہے اور بغیر سخت کوشش
کے وہ وہان سے نکل نہین سکتا - اُس نے جسقدر
زیادہ غور کیا اُسی قدر اُسے انسان کے خود
مختاری اور قضاے مبرم کے حدود گھٹنے کا یقین
ہوا - اُس نے یہ اعتراف کیا کہ اُن لوگون کو
جو اپنے گناہون سے توبہ کرتے اور حضرت مسیح
پر ایمان لاتے ہین خدا ہی بخشش اور حیات
جاودانی عطا کرتا ہے - خدا کی یہی مرضی ہوتی
ہے کہ ہر شخص نجات حاصل کرے لیکن چونکہ

ثانیاً یہ کہ جو کچھ یہ ملکہ ظاہر کرتا ہے اُسکی تردید ہو نہین سکتی لیکن اول تو یہ کسیطرح یقینی نہین کہ ادراک بھی کوئی ملکہ ہے بلکہ بعض نہایت قابل اہل نظر کی یہ راے ہے کہ یہ ادراک صرف نفس ذہن کی ایک حالت ہے۔ پس۔ اگر واقع مین صورت حال یہی ہے تو ساری دلیل پادر ہوا ہوئی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ مان بھی لین کہ نفس ذہن کے تمام ملکات (جب اُنسے پوری طرح کام لیا جاے) یکسان صحیح و درست ہوتے ہین تب بھی کوئی شخص نفس ذہن کی ہر ایک حالت کے بارے مین (جو اتفاقیہ پیدا ہو) یہی دعوے نہین کر سکتا۔ بہر نوع۔ اس اعتراض سے درگزر کر کے بھی ہم آگے چل کے یہ جواب دے سکتے ہین کہ اگر ادراک بھی طبیعت کا کوئی ملکہ ہے تو بھی ہم ساری تاریخ کی شہادت اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے رکھتے ہین کہ یہ بالکل ہی مخدوش ہے۔ تمام اُن بڑے بڑے درجات و طبقات مین جس مین بنی آدم ترقی تہذیب کی جادہ پیمائی مین ہو کے گزرے ہین نوع انسانی بعض ایسے خصوصیات ذہنی یا معتقدات مذہبی کے سبب ممتاز رہی ہے کہ جنکا اثر اُس زمانہ کے مذہب اور فلسفہ اور اخلاق پر باقی رکھا گیا ہے۔ انھین سے ہر ایک عقیدہ جسے ایک زمانہ مین لوگ داخل ایمان سمجھتے تھے دوسرے دورے مین موجب تحقیر سمجھا گیا۔ اور پھر انہین سے ہر ایک اپنے وقت مین قلوب انسانی سے اتنا وابستہ اور اُنکے ادراک کا ایسا جزو لاینفک بنا رہا ہے جیسے وہ راے ہے جسے ہم مرضی مختار کے نام سے تعبیر کرتے ہین۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ ادراک کے یہ کل

ہو اُسے ازل سے لوگونکے باایمان یا بے ایمان ہونیکا علم حاصل ہو اسوجہ سے اُسنے ازل سے ہر ایک کی قسمت مقدر کر رکھی ہو۔

کالون اور آرمینیس کے عقائد مین جو کچھ فرق ہو یہ ہو کہ دونون اس بارہ مین جداگانہ راہ سگئے ہین

کہ گنہگارون پر فضل ایزدی کسطرح ہوگا۔ ایک کے نزدیک یہ امر پہلے سے مقدر اور مقرر ہو چکا ہو اور اُسکے نزدیک قضا سے مبرم مین سب طے ہو گیا ہے۔ دوسرے کے نزدیک کوئی امر مقدر اور مقرر نہین ہوا اور قضا کا تعلق ہو لیکن صرف اُسکا علم بانجانی کو پیشتر سے ہو۔ فقط

قرات سچ ہون کیونکہ ان مین سے بہتیرے ایک دوسرے کی نفی کرتے ہین پس تا وقتیکہ ہر ایک زمانے مین سچائی کی مختلف معیارین قرار نہ دیجائین یہ بدیہی بات ہے کہ ایک انسان کے ادراک کی شہادت ہرگز کوئی ثبوت اِس کا نہین ہے کہ وہ سچ بھی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو دو مسئلے جو بالکل ایک دوسرے کی ضد ہون چاہیے کہ وہ دونون مساوی طور سے سچ ہون - علاوہ اسکے روزمرہ کی زندگی کے طرزعمل سے ایک اور بات بھی نکل سکتی ہے - یعنی کیا بعض خاص حالات مین ہم لوگ دیو و پری اور آسیب و بلا کے وجود کا ادراک نہین کرتے ہین ؟ اور پھر کیا عام طور سے یہ تسلیم نہین کر لیا گیا ہے کہ ایسی چیزون کا کوئی وجود نہین ہے ؟ اگر اِس دلیل کے قطع کرنے کی کوشش یہ کہکے کیجاوے کہ ایسا ادراک ظاہری ہے اصلی وحقیقی نہین ہے تو مین یہ پوچھونگا کہ وہ کون شئے ہے جو اس بات کا تصفیہ کر سکتی ہو کہ فلان قسم کا ادراک اصلی وحقیقی ہے اور فلان قسم کا ظاہری اور غیر اصلی - اگر یہ پُرفخر ملکہ ہمکو بعض چیزون مین دھوکا دیتا ہے تو ہمارے پاس اسکی کیا ضمانت ہے کہ دیگر مواقع پر دھوکا نہ دے گا - اگر اسکی کوئی ضمانت نہین ہے تو پھر یہ ملکہ ہرگز لائق اعتماد بھی نہین ہے - اور اگر کوئی ضمانت ہے تو (چاہے وہ کچھ بھی ہو) اُسکے وجود ہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایسی شئے کی ضرورت ہو جسکا ملکۂ ادراک محکوم و مطیع ہو - اور اِس بات سے ملکۂ ادراک کے اعلی و افضل ہونے کا وہ اصول باطل ہوا جاتا ہے جس پر مرضی مختار کے حامی مجبور ہین کہ اپنے پورے اصول کی تعمیر قائم کرین - درحقیقت ادراک کے بطور ایک خودمختار ملکہ ہونے کی بابت جو کچھ شک و تذبذب ہے اور نیز جس طور سے اُس ملکہ نے (اگر اُسکا وجود ہے تو) خود اپنے تخیلات کی تردید کی ہے - اِن دو وجہون نے منجملہ دیگر متعدد وجوہ کے مدت سے مجھے اِس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ منفرد اشخاص کے نفوس کے معمولی مطالعے کے ذریعے سے علم مابعدالطبیعات کبھی ایک

سائنس کے درجے پر نہین پہونچ سکتا۔ ہان اُسکا مطالعہ اس طرح کامیابی سے انجام کو پہونچ سکتا ہے کہ از روے برہان لمی وہ قوانین منطبق کیے جائین جنکو تاریخ کے ذریعے سے دریافت ہونا چاہیے یعنی یہ کہ وہ قوانین جنکا سُراغ اُن آثار بسیطہ کی تنقید و تنقیح سے لگ جاتا ہے جو معاملات انسانی کا ایک سلسلۂ اعظم ہمارے پیش نظر کرتا ہے[۱۶]۔

خوش قسمتی سے اُس شخص کو جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فن تاریخ کی ایک سائنس ممکن ہے اُسے اس غرض خاص کے واسطے یہ کچھ ضرور نہین کہ تقدیر یا مرضی مختار کے اُصول مین سے کسی ایک کو وہ مانتا ہی ہو۔ اور تحقیقات کے اس درجے پر ہمکو صرف اسی قدر سروکار اُس سے ہوگا کہ وہ مندرجۂ ذیل اُمور کو قبول کرے۔ یہ کہ جب ہمسے کوئی فعل صادر ہوتا ہی تو وہ فعل نتیجہ ہوتا ہے کسی وجہ یا وجوہ تحریک کا۔ یہ کہ وہ وجوہ خود نتیجہ ہوتے ہین کچھ اسباب ماقبل کے اور یہ کہ نتیجۃً اگر ہم جملہ واقعات ماقبل سے اور اُنکی تحریکات کے جملہ قوانین سے واقف ہو جاتے تو ہم ایسے یقین کے ساتھ جو کبھی خطا نہ کرتا اُسکے فوری نتائج کے بابت پیشین گوئی کر سکتے۔ اگر مین بہت زیادہ غلطی پر نہین ہون تو یہی راسے وہ ہے جو ہر ایک ایسے شخص کو رکھنا چاہیے جسکی طبیعت کسی خاص طریقہ کی دل دادہ اور متعصبانہ نہین ہوگئی ہے اور جو اپنی رائین اُن شہادتون کے بموجب قائم

[۱۶] تقریر مندرجۂ بالا کا ماحصل راقم کے نزدیک صرف اس قدر ہے کہ مصنف مسئلۂ جبر و اختیار کے دونون پہلوؤن کو مخدوش سمجھتا ہے۔ جبر محض مین اُسنے یہ خدشہ وارد کیا ہے کہ خداوند کریم کی معدلت سے بعید ہے کہ وہ کرورہا مخلوق کو بیوجہ عذاب کے واسطے مقدر کر دے۔ اور اختیار محض کے ماننے مین اُسے یہ گفتگو ہے کہ ثابت نہین اور اسکی بنیا جس ادراک پر ہے وہ غیر محقق اور مغالطہ مین ڈالنے والا ہے۔ شریعت حقۂ اسلامیہ کے اُصول سے انسان جبر و اختیار کے درمیان مین ہے یعنی فی الجملہ مجبور ہے اور فی الجملہ مختار۔ جسقدر مجبور ہے اسی قدر بازپرس سے معاف ہے اور جس قدر مختار ہے اُسی قدر عذاب و ثواب کا مستحق اور یہی صراط مستقیم ہے۔

کیا کرتا ہی جو حقیقت مین اُسکے پیش نظر ہوتی ہین۔ مثال کے طور پر مین کہتا ہون کہ اگر مین کسی
شخص کی افتادِ طبیعت سے بخوبی واقف ہون تو اکثر اوقات مین یہ کہہ سکتا ہون کہ فلان
حالات و معاملات مین وہ اس طرح کا برتاؤ کرے گا۔ اب اگر مین اس پیشین گوئی مین ناکام
رہون تو مجھے اس ناکامی کو اس بات پر محمول نہ کرنا چاہیے کہ اُس شخص کی مرضی مختار
اور طبیعت مطلق العنان تھی۔ نہ مجھے اسکا قائل ہوجانا چاہیے کہ کوئی ما فوق الفطرت حکم محکم تھا
جسنے اُسے مجبور کر رکھا۔ کیونکہ ان دونون کا ذرہ برابر ثبوت ہمارے پاس نہین ہی۔ بلکہ مین
اس خیال پر قناعت کرونگا کہ یا تو مجھے اسکی غلط اطلاع ملی تھی کہ کن حالات و معاملات
مین وہ شخص پڑ گیا تھا یا یہ کہ مین نے کافی طور سے اُسکی طبیعت کی معمولی رفتار پر غور و مطالعہ
نہین کیا تھا۔ بہر نوع اگر مجھ مین صحیح طور سے استدلال کی قابلیت ہے اور ساتھ ہی اسکے
اگر اُس کے مزاج اور ان کل واقعات کا علم کلی حاصل ہے جو اُسکے گرد و پیش تھے تو
مین اُس طرز عمل کی پیشین گوئی کر سکونگا جو اُن واقعات کے نتیجے کے طور پر وہ اختیار
کرے گا۔

علم ما بعد الطبیعات کے اُصول مرضی مختار اور مذہبی اُصول تقدیر سے قطع نظر کرکے
ہم اس نتیجہ پر کشان کشان لائے گئے ہین کہ انسانی افعال و حرکات چونکہ اُنکے واقعات
ما قبل کی وجہ سے مقرر ہوتے ہین۔ لہذا اُن مین ایک قسم کی یکسانیت کی شان ہونا چاہیے
یعنی یہ کہ ٹھیک ایک ہی قسم کے حالات و معاملات مین ٹھیک ایک ہی قسم کے نتائج
پیدا ہونا چاہیے۔ اور چونکہ تمام واقعات ما قبل یا نفس انسانی مین ہوتے ہین یا اُس سے
خارج لہذا ہم کو صاف طور سے یہ نظر آجاتا ہے کہ نتائج مین جسقدر تغیرات ہوتے
ہین یعنی بالفاظ دیگر تمام وہ انقلابات جنکے ذکر سے تاریخ کے صفحات رنگے ہوئے ہین۔
اور نوع انسانی کی ساری گردشین۔ اُسکی ترقی۔ اُسکا تنزل۔ اُسکی شادی اور اُسکا
غم ایک دو گونہ تحریک کے نتیجے ہونا چاہیے یعنے ایک تو نفس انسانی پر آثار خارجی

کے عمل کا اور دوسرے آثار خارجی پر نفس انسانی کے عمل کا[۱]

یہی مواد ہے جسکے ذریعے سے ایک فلسفیانہ تاریخ مرتب کیجا سکتی ہی۔ ایکطرف نفس انسانی ہے جو اپنے وجود کے سارے قوانین کا تابع و متبع ہے اور جب اُسیر کارپردازان خارجی کا قابو نہین رہتا اُس وقت وہ اپنی ساخت اور ترکیب کے حالات کے لحاظ سے نشو و نما پاتا ہے۔ دوسری جانب ہم اُس شے کو پاتے ہین جسے قدرت یا

[۱] مصنف کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عقدہ کو حل کرے کہ انسان کوئی کام کرتا ہے تو کیون کرتا ہے؟ اُسنے اول ہی اول اس بات کو طے کر دیا ہے کہ انسان نہ مجبور محض ہے نہ مختار محض وہ انسان کو ایک حد تک با اختیار سمجھتا ہے اور ایک حد تک بے اختیار اور اُسکے فحوائے کلام سے یہ ٹپکتا ہے کہ وہ انسان کو اسمین بے اختیار سمجھتا ہے کہ اُس کے دلمین کوئی قصد یا ارادہ پیدا ہو یعنی بقول شاعر ؎ جو یہ دل چاہتا ہے کرتا ہے ٭ قابو اس ناسمجھ پہ کسکا ہے ٭ اُسکے نزدیک انسان اپنے دل پر اختیار نہین رکھتا جذبات کے پیدا ہونے مین اُسکا کچھ قابو نہین ہوتا لیکن قصد یا ارادہ کے پیدا ہونے کے بعد وہ اسپر عمل کرے یا نہ کرے یہ ایک حد تک اُس کے اختیار مین ہے۔ اسی طرح کسی شے کا پسند یا ناپسند کرنا دلمین کسی شوق یا خواہش کا ازخود پیدا ہو جانا بھی اُسکے بس کی بات نہین وہ اپنے مین ایسے صفات جو اُسکی بدنی ترکیب اور دماغی ساخت کے مناسب نہون پیدا نہین کر سکتا نہ اپنے رجحانات طبیعت کو جو جبلی اور خلقی ہوتے ہین وہ بدل سکتا ہے کیونکہ ان امور مین وہ مجبور ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رجحانات و جذبات کیونکر پیدا ہوتے ہین اور بنی آدم کے شمائل و خصائل مین یہ رنگا رنگی کسوجہ سے ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دریافت کیا جائے کہ انسان کے افعال ارادی مین اسکا محرک کون ہوتا ہے۔ ٭ مصنف کے نزدیک وجوہ تحریک صرف یہ ہین۔ (۱) انسان اپنے گرد و پیش جسقدر قدرتی ساز و سامان پاتا ہے وہ سانچہ ہوتے ہین جنمین اُس کی طبیعت ڈھلتی ہے۔ یہی ساز و سامان اُس مین خاص قسم کے جذبات و رجحانات پیدا کرتے ہین۔ انھین کی وجہ سے اُس مین قصد۔ ارادہ۔ خواہش۔ شوق اور متعدد صفات پیدا ہوتے ہین۔ اور انھین کے وقتاً فوقتاً تغیرات سے انسان متاثر (صفحہ ۳۶ دیکھو)

فطرت سے تعبیر کرتے ہین۔ وہ بھی اگرچہ اپنے قوانین کی محکوم ومطیع ہوتی ہے۔ لیکن علی التواتر نفس انسانی سے دست وگریبان ہوا کرتی ہے۔ کبھی وہ اُسکے جذبات کو اُبھارتی اور جوش مین لاتی۔ کبھی اُن کے اذہان کو تیز کرتی رہتی اور (اس طور سے) اُنکی حرکات و افعال کو ایسی راہ دکھاتی ہے جسکو (اگر یہ رخنہ اندازی نہ ہوتی تو) وہ کبھی اختیار نہ کرتے اسی سے ہم دیکھتے ہین کہ نفس انسانی فطرت مین ترمیم و اصلاح کرتا رہتا ہے۔ اور پھر فطرت نفس انسانی کی ترمیم و اصلاح کرتی رہتی ہے اور اسی باہمی ذوجہتین ترمیم و اصلاح ہی سے بداہتہً سارے نتائج پیدا ہونا چاہئین۔

ہوا کرتا ہے اور اُنھین کے مطابق افعال اُس سے صادر ہوتے ہین۔ مثلاً جو لوگ پہاڑی ملکون مین رہتے ہین اُنکی اور میدانی ملکون مین رہنے والون کے خصائل مین ایک تفاوت عظیم ہوتا ہے کیونکہ پہاڑون کے نشیب و فراز۔ دشوار گذار راہین۔ خطرناک جانورون کے مسکنون کا قرب اور اُن کا ہر وقت کا سامنا اور معمولی ازوقہ کا سامان فراہم نہ ہو سکنا یہ سب باتین وہان کے رہنے والون کو محنت اور جفاکشی پر مجبور۔ تکلیفون کے برداشت کرنے پر جری۔ اور خطرات مین اوسان درست رکھنے اور نڈر ہونے پر تیار کر دیتے ہین۔ برعکس اسکے میدانی ملکون والے جو بیشتر زراعت و فلاحت کے ذریعے سے ازوقہ بہم پہونچاتے ہین وہ نسبتاً سست و کاہل۔ آرام پسند اور کسیقدر کم جرات بھی ہوتے ہین۔ یا مثلاً گرم ملکون اور سرد ملکون کے رہنے والون کے شمائل وخصائل مین جو اختلافات ہوتے ہین وہ محض آثار طبعی کیوجہ سے ہوتے ہین (۲) خود انسان اپنے جد و جہد سے اپنے گرد و پیش کے قدرتی سامانون مین بہت کچھ تغیرات کرتا ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس تبدیل شدہ حالت کا اثر اُسکے سیرت وصورت اور معاشرت پر پڑتا ہے اور اُس کی طبیعت کی ایک خاص افتاد ہو جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً اُس سے وہی افعال سرزد ہوتے ہین جو مقتضائے حالت ہوتے ہین۔ مثلاً انسانون نے جنگل کاٹے۔ پہاڑ کھود ڈالے۔ دریا پاٹے۔ گاؤن اور شہر بسائے اور ہر جگہہ اپنا رنگ جمایا۔ اب ہر مقام کی حالت اور موقع کے لحاظ سے اُسکی ضرورتین اور حاجتین۔ خواہشین اور رغبتین جدا ہوگئین (صفحہ [illegible] دیکھو

سردست ہمارے سامنے جو معاملہ ہے وہ یہ ہے کہ وہ طریقہ معلوم کرین جس سے اس دُھری ترمیم و اصلاح کے قوانین دریافت ہوجائین - یہ کوشش (جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے) ہمکو اس ابتدائی تحقیقات کی راہ دکھائے گی جسکا منشا یہ تحقیق کرنا ہے کہ ان دونون (ترمیم و اصلاح) مین کون زیادہ اہم ہے یعنی یہ کہ آیا انسانی خواہشات و خیالات آثار طبیعی سے زیادہ اثر پذیر ہوتے ہین یا آثار طبیعی اُن سے زیادہ متاثر ہوتے ہین - کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جو کوئی جماعت زیادہ متاثر ہو اُسی پر (اگر ممکن ہو) دوسرے سے پہلے غور و فکر کرنا چاہیے اور یہ کچھ تو اسلیے کہ چونکہ اُسکے نتائج زیادہ نمایان ہونگے لہذا اُسکا مطالعہ کرنا زیادہ آسان ہوگا - اور کچھ اسلیے کہ اگر ہم پہلے بڑی قوت کے قوانین کے کلیے بنالین گے تو ایسے واقعات جنکی کچھ توجیہ نہ ہوسکے بہت کم رہجائین گے - لیکن اگر ہم چھوٹی قوت کے قوانین کے کلیات بنانے پر مصروف ہونگے تو نتیجہ اسکے برعکس نکلے گا - لیکن اس امتحان مین پڑنے سے پیشتر بعض اُن قطعی شہادتون کا پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا جو اس امر کے ثابت کرنے کے واسطے ہمارے قبض و اختیار مین ہین کہ آثار ذہنی ایک ترتیب و قاعدے کے ساتھ یکے بعد دیگرے ظہور پذیر ہوتے ہین اس طرح پر جو خیالات سابقاً مذکور ہوئے ہین وہ بہت قوی ہوجائین گے اور ساتھ ہی اسکے ہم اس قابل ہوجائین گے کہ یہ دیکھ لین کہ کون ذرائع ہین جو اس اعلی مبحث کی توضیح کے واسطے کام مین لائے جاچکے ہین -

---

ہر جگہ ایک نئے قسم کی سوسائٹی بنگئی اور وہ سوسائٹی بھی منجملہ اُن امور کے ہوگئی جو انسانون کی سیرت و خصلت پر موثر ہوتے ہین اور جنکے اثر سے محفوظ رہنا انسان کے اختیار مین نہین -

مختصر یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک کسی انسان کے افتاد مزاج اور عادتون کی علت وہ قدرتی یا مصنوعی ساز و سامان ہوتے ہین جو ایک انسان کے گردوپیش ہوتے ہین - یہی ساز و سامان اُسی ایک خاص رنگ مین نشو و نما کرتے ہین اور اُنھین سے اُسکے رنج و راحت عیش و کلفت - غضب و شفقت - بزدلی و جرأت وغیرہ وابستہ رہتی ہین -

ظاہر ہے کہ جو نتائج حقیقت مین پیدا ہوئے ہین وہ بیحد گران قدر ہین نہ صرف اس سطح وسیع کے لحاظ سے جسکو وہ کلیات گھیرے ہوئے ہین بلکہ اُس غیر معمولی حزم واحتیاط کے لحاظ سے بھی جنسے وہ کلیات ترتیب دیے گئے ہین کیونکہ ایسی حالت مین کہ اکثر مسائل اخلاقی کی تحقیق مذہب یا مابعد الطبیعات کے بعض اصول پر موقوف و منحصر رہی ہے۔ جس سلسلۂ تحقیقات کیطرف مین اشارہ کر رہا ہون وہ بالکل استقرائی ہے اُسکی بنیاد ایسے بیحد وشمار واقعات کے جمع کرنے اور ترتیب دینے پر مبنی ہے جو مختلف ملکون مین پھیلے ہوئے ہین اور نہایت ہی واضح ولائح صورت سے یعنی حسابی نقشونکی صورت مین پیش کیے گئے ہین۔ پھر انکو ایسے اشخاص نے یکجا کیا ہے جو اکثر یہ حالت مین صرف حکام سرکاری ہونے کی وجہ سے کوئی خاص اصول طے یا ثابت کرنا نہین چاہتے تھے اور نہ اُنکی کوئی غرض اس مین شامل تھی کہ جس بارے مین رپورٹ کرنے کی ہدایت اُنھین تھی اُسمین امر حق چھپایا جائے۔

افعال انسانی کے متعلق جو جامع ترین قیاسات ہر فریق کے مسلّمہ ہین اور ایسے حقائق سمجھے گئے ہین جنمین محل چون وچرا نہین ہے وہ اسی ذریعے سے یا اسی قسم کے دوسرے ذریعون سے لگائے گئے ہین اُنکی بنیاد علم الاعداد کی شہادتون پر قائم ہے اور وہ ریاضی کی زبان مین بیان کیے جاتے ہین اور جو شخص اس بات سے واقف ہو کہ صرف اس ایک طریقہ سے کسقدر انکشاف ہوچکا ہے وہ نہ صرف یہ تسلیم کرے گا کہ آثار ذہنی کسقدر یکسانیت کے ساتھ پیاپے ظہور پذیر ہوتے ہین بلکہ میرے نزدیک اُسے یہ آسرا بندھ جائے گا کہ جسوقت وہ قوی ذرائع کام دینے لگین گے جو معلومات کی موجودہ حالت مین بھی بفراوانی مہیا ہوسکتے ہین اُسوقت اس سے بھی زیادہ اہم اور نتیجہ خیز انکشافات ہوجائین گے۔ خیر۔ آیندہ تحقیقات کی بابت پیشین گوئی کو چھوڑ کر ہکو سردست معاملات انسانی مین اُسی یکسانیت اور باقاعدگی سے سروکار ہے جسے سب سے پہلے ماہرین

علم الاعداد سے بروے کار کیا ہے۔

افعال انسانی ایک سہل اور صاف تقسیم کے ذریعے سے دو قسمون مین منقسم کیے گئے ہین یعنی نیک و بد اور چونکہ یہ دونون اقسام ایسے ہین جنمین ایک خاص نسبت ہے کہ جب وہ جمع کیے جاتے ہین تو ہماری کل اخلاقی خصلت کا مجموعہ بنجاتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس امر سے ایک بڑھے گا اُسی انداز سے دوسرا گھٹے گا۔ پس اگر ہم کسی زمانہ مین انسانون کے کسی گروہ مین بدکاری کے بابت یکسانیت اور باقاعدگی پائین گے تو ہم سمجھ لین گے کہ انکی نکوکاری مین بھی وہی ترتیب ملحوظ ہوگی۔ یا اگر ہم اُسکی نکوکاری مین کوئی ترتیب ثابت کرسکین گے تو ہم اُسکی بدکاری مین بھی اُسی کے مساوی ترتیب کا قیاس ضرور کرلین گے۔ کیونکہ از روئے قاعدہ تقسیم افعال کے یہ دونون قسمین صرف ایک دوسرے کے متمم ہین۔ یعنی اگر ہم دوسرے پیرائے مین اسی مضمون کو ظاہر کرنا چاہین تو کہہ سکتے ہین کہ یہ بدیہی بات ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ انسان کے افعال ذمیمہ گردوپیش کی سوسائٹی کے تغیرات سے متاثر ہوتے ہین اور اُنھین کے بموجب ادلتے بدلتے رہتے ہین تو ہم اس قیاس پر مجبور ہونگے کہ اُن کے افعال حسنہ بھی اسی طرح ادلتے بدلتے ہونگے کیونکہ اُنکے جملہ حرکات مین سے حرکات بد کے نکالنے کے بعد جو باقی رہتا ہے وہی حرکات حرکات نیک ہوتے ہین اور اس سے ہم اس مزید نتیجے کے نکالنے پر مجبور ہونگے کہ یہ انقلابات نتیجہ ہوتے ہین اُن بڑے اور عام اسباب کے جو جماعت انسانی کے مجموعے پر اپنا عمل کرنے کی وجہ سے ضرور کچھ نتائج پیدا کرین گے اور اس مین منفرد اشخاص (جو جماعت کے اجزاے ترکیبی ہین) کی مرضی یا ارادہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

پس اگر انسانون کے افعال اُس سوسائٹی کی حالت کے تابع اور محکوم ہوتے ہین جسمین وہ انسان ہوتے ہین توہمکو اس طرح کی ترتیب اور باقاعدگی کے پائے جانے کی

امید ہے۔ پھر اگر ہم کوئی ایسی ترتیب اور باقاعدگی نہ پاسکین تو ہم یہ عقیدہ رکھ سکتے ہین کہ اُنکے افعال محض ایسے متلوّن اور شخصی اصول پر منحصر ہین جو ہر شخص کے واسطے مخصوص ہین۔ مثلاً مرضی مختار یا اسی قسم کے کسی دوسرے اصول پر لہذا سب سے بڑھ کی کار آمد اور اہم یہ بات ہے کہ ہم اس امر کا یقین حاصل کرین کہ آیا کسی جماعت خاص کی ساری اخلاقی خصلت مین کچھ ترتیب اور باقاعدگی ہوتی بھی ہے یا نہین اور یہ ٹھیک اُن مسائل مین سے ایک مسئلہ ہے جسکے طے کرنے کے واسطے علم الاعداد نے ہمکو نہایت گرانبہا سامان مہیا کر دیا ہے۔

چونکہ وضع قوانین کا اصلی منشا مجرم کے مقابلے مین مجرم کی حفاظت کرنا ہے۔ پس اسکا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کی سلطنتون نے جب علم الاعداد کی اہمیت اور سودمندی کو جانا تو اُنھون نے ایسے جرائم کے اعداد و شمار مہیا کرائے جنکی تعزیر اُنکو دینا چاہیے تھی۔ چنانچہ اسکی شہادتین جمع ہوتی چلی گئین حتے کہ اب اُس کا ذخیرہ ایک خاص مجموعۂ علمی کی حیثیت مین ہو گیا ہے جسمین وہ شرحین اور حاشیے بھی شامل ہین جو اُس سے متعلق ہین اب یہ ضخیم مجموعۂ واقعات ہے جسکی اس ہوشیاری کے ساتھ تالیف و ترتیب اور راس عمدگی و وضاحت کے ساتھ تنقید کی گئی ہے کہ انسانی اخلاق کے بابت اب اُس سے وہ سبق لیے جاسکتے ہین جو زمانۂ گذشتہ کے سارے مجموعۂ تجربات سے لیے نہین جاسکتے لیکن چونکہ اس مقدمۂ کتاب مین یہ ممکن نہین کہ ہم ایک مکمل روئیداد اُن تمام قیاسات و نتائج کی پیش کرسکین جنھین علم الاعداد کی واقعی حالت سے نکال سکنے پر ہم قادر ہین اسلیے مین اسی پر قناعت کرون گا کہ دو تین بہت ضروری اور مفید امور پر نظر ڈالون اور اُنکے باہمی ربط و تعلق کو دکھاؤن۔

یہ بہت اچھی طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ تمام جرائم مین جرم قتل ایک ایسا جرم ہے جو بالکل خود سرانہ اور غیر منضبط ہے۔ کیونکہ جب ہم اس بات پر نظر کرتے ہین کہ گو یہ جرم ایسا

ہے جسکا ارتکاب عام طور سے جبھی ہو سکتا ہے جبکہ ایک مدت دراز تک سیہ کاری
مین مبتلا رہتے رہتے بدکرداری کی عادت سی ہو گئی ہو۔ لیکن اکثر اوقات وہ ایک
فوری نتیجہ ہوتا ہے یکایک اشتعال طبع کا۔ یہ کہ اگر کبھی اُسکا منصوبہ پیشتر سے بھی باندھا جاتا
ہے تب بھی اُس خیال سے کہ دار وگیر نہو اُسکے ارتکاب کے واسطے عمدہ موقع ہاتھ
آنے کی ضرورت ہوتی ہے (جو شاذ ہی ہاتھ آتا ہے) اور اکثر اسی موقع کے تاک مین
مجرم کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہ اسی کے واسطے مجرم کو گھات مین لگا رہنا اور ایام
گذاری کرنا پڑتی ہے اور ایسا موقع ملجانے کی تلاش رہتی ہے جو اُسکے اختیار مین نہین
ہوتا۔ پھر جب وہ وقت آبھی جاتا ہے اسوقت ممکن ہے کہ اُس کا دل پس وپیش
کرے اور اُسوقت اس سوال کا جواب کہ اُسے ارتکاب جرم کرنا چاہیے یا نہین
چند متضاد تحریکون کے موازنے پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً قانون کا ڈر۔ مذہب نے جو
عذاب کی وعیدین کی ہین اُنکا خوف۔ خود اپنے نفس لوّامہ کی نیش زنی۔ آیندہ ندامت
وشرمساری کا اندیشہ نفع کی چاٹ۔ حسد اور انتقام کا جوش اور خیالات نامرادی کا ہجوم
جب ہم ان سب کو یکجا جمع کرتے ہین تو اسباب کا ایک ایسا اُلجھاوا پڑتا ہے کہ ہم
معقول طور سے اس امر سے نا اُمید ہو سکتے ہین کہ جن نازک اور متزلزل ذرائع سے جرم
قتل کا ارتکاب یا امتناع ہو سکتا ہے اُس مین کوئی ترتیب یا باقاعدگی ملے گی بھی
لیکن اب یہ دیکھنا چاہیے کہ صورت حال کیا ہے؟ حالت یہ ہے کہ جرم قتل کا ارتکاب
اس ترتیب اور باقاعدگی سے کیا جاتا ہے اور بعض معلوم حالات واسباب سے اسقدر
یکسان واسطہ وتعلق رکھتا ہے جتنا موسمون کا تغیر وتبدل اور طوفان کا مد وجزر۔
ایم کیٹلٹ صاحب جنھون نے اپنی ساری عمر مختلف ملکون کے اعداد وشمار کے جمع
کرنے اور ایک عنوان سے ترتیب دینے مین صرف کردی بیان کرتے ہین کہ اُنکی
سراپا محنت جستجو کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہر ایک امر جو جرائم سے متعلق ہے اس مین

ایک ہی عدد اس تواتر سے بار بار پایا جاتا ہے کہ اُسکی بابت غلطی کا احتمال بھی نہین ہوسکتا
اور یہ کہ یہی حالت اُن جرائم کی ہے جو انسانی پیش بندی کے احاطے سے بالکل دور ہین
مثلاً جرم قتل ہے جو اکثر ناگہانی نزاع باہمی کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ نزاع ایسے
سببون سے اُٹھ کھڑے ہوتے ہے جو بظاہر بالکل اتفاقی ہوتے ہین - بیشک ہم تجربے
سے جانتے ہین کہ نہ صرف اسی قدر ہے کہ ہر سال قریب قریب ایک ہی تعداد مین قتل
واقع ہوتے بلکہ یہ بھی ہے کہ جن آلات سے قتل واقع ہوتے ہین وہ بھی قریب قریب
ایک ہی تناسب سے استعمال کیے جاتے ہین - یہ ۱۸۳۵ء کا بیان ہے اور اُس شخص کی
زبان سے نکلا ہے جو مسلمہ طور سے یورپ مین اول درجے کا ماہر علم الاعداد تھا اور اُسکی
بعد جسقدر تحقیقات کی گئی اُس نے اس انکشاف کی تائید ہی کی - بلکہ اخیر زمانے کی
تحقیقاتون سے یہ عجیب وغریب بات متیقن ہوگئی ہے کہ جرائم کا یکسان طور سے مکرر سہ کرر
واقع ہونا اُس سے زیادہ صاف وصریح اور پیشین گوئی کے قابل ہے جتنا وہ قوانین
طبیعی ہین جو ہمارے امراض اور فنائے اجسام سے متعلق ہین - مثلاً ۱۸۲۶ء اور ۱۸۴۴ء
کو درمیان فرانس مین اُن اشخاص کی تعداد جنپر جرم قائم کیے گئے ایک عجیب اتفاق سے
جنس ذکور کی اُن اموات کے برابر تھی جو ایک ہی میعاد کے اندر پیرس مین واقع
ہوئین - فرق اس قدر تھا کہ جرائم کی تعداد مین (سال بسال) جو کمی بیشی ہوا کی وہ حقیقت
مین اُس سے کم تھی جو اموات مین ہوئی - پھر ہر ایک جرم مین علیحدہ علیحدہ یکسان
باقاعدگی معلوم ہوئی اور ہر جرم یکسان اور موقّت تکرار واعادہ کا تابع نظر آیا -
حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اُن لوگون کو عجیب معلوم ہو گی جن کا یہ عقیدہ ہو کہ افعال
انسانی بہ نسبت سوسائٹی کے عام حالت کی زیادہ تر ہر شخص واحد کے خصوصیات طبیعت
پر منحصر ہین لیکن ابھی ایک اور حالت جو اس سے زیادہ حیرت انگیز ہے باقی رہتی ہے
منجملہ عام اور مندرجۂ رجسٹر جرائم کے خودکشی سے بڑھ کے کوئی جرم ایسا نہین ہے

جو بالکل منفرد اشخاص پر منحصر ہو۔ کیونکہ لوٹ مار کی کوششین تو ممکن ہے کہ کامیابی کی ساتھ
روک دی جائین اور اکثر روک دی جاتی بھی ہین۔ مثلاً کبھی تو وہی شخص جسپر حملہ ہوتا ہے
وہ مزاحم ہو جاتا ہے۔ اور کبھی حکام معدلت اُن مین خلل انداز ہوتے ہین۔ لیکن جرم
اقدام خودکشی اس قسم کی خلل اندازی سے پاک ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو ہلاک کرنا
ٹھان لیتا ہے اُس کے لیے مرتے وقت کسی دشمن کے حرکات مذبوحی بھی مانع نہین
ہو سکتے۔ اور چونکہ وہ حکام مجازی کی روک ٹوک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے
اس لیے اُس کا یہ فعل گویا ساری دنیا سے الگ تھلگ ہو کے صادر ہوتا ہے اور
بیرونی طور سے کوئی اُس کا ہاتھ پکڑنے والا ہوتا نہین ہے اور اسی وجہ سے صاف
صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل بہ نسبت کسی اور جرم کے زیادہ تر خود اُسکے اپنی مرضی
کے بموجب واقع ہوتا ہے۔ پھر ہم یہ بھی کہ سکتے ہین کہ عام طور سے دیگر جرائم کی بہ نسبت
اس خودکشی کے جرم پر یار آشناؤن کے بھڑکانے کا اثر بہت کم پڑتا ہے اور اس
طور سے چونکہ کوئی ساتھی سنگھاتی بھڑکانے والا نہین ہوتا لہذا خودکشی کرنے والے
لوگ اُن خارجی تعلقات کے اثر سے آزاد ہوتے ہین جو شاید اُنکی مرضی مختار کو پابند
کر دیتے۔ اس لیے بہ تقاضائے فطرت یہ خیال بہت صحیح ہے کہ جرم خودکشی کو ایسے
عام اصول کا پابند کر سکنا یا اُس مین ایسی باقاعدگی کا سُراغ پا سکنا عملاً ممکن نہین۔ یہ
کیونکہ یہ جرم ایسا ہے جو بالکل دل کی ایک لہر پر موقوف اور اپنے مرتبۂ ذات مین
حد سے زیادہ منفرد ہے اُس کو قانون کے شکنجے مین کس لینا اور اس پر قابو پا جانا غیر ممکن ہے
اور اس کے وقوع مین نہایت چالاک پولیس والے کا بھی کچھ بس نہین چل سکتا
پھر ایک اور روک ایسی ہے جو ہمارے خیالات کی رفتار مین حارج ہے اور وہ یہ ہے
خودکشی کے بارے مین بہتر سے بہتر شہادت بھی ہمیشہ ناقص ہی ہوگی۔ مثلاً ڈوبنے
سے جو موتین واقع ہوتی ہین ممکن ہے کہ وہ خودکشی مین داخل کیجائین حالانکہ حقیقت مین

وہ اتفاقی ہون۔ اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اتفاقی سمجھی جائین حالانکہ وہ بالقصد ہوئی ہون۔ یہی بات ہے جس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی دل کی لہر پر موقوف اور قابو مین آنے والی نہین بلکہ ثبوت کے لحاظ سے بالکل مخفی اور تاریک بھی ہے اوران وجوہ سے یہ کچھ بیجا نہین۔ اگر اس امر سے نا اُمیدی ہوجائے کہ کبھی اُن اسباب عامہ کا پتہ بھی لگے گا جس سے خودکشی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

چونکہ اس جُرم کے یہ خصوصیات ہین اسلیے یہ بیشک ایک حیرت انگیز بات ہے کہ اُس کے متعلق جسقدر شہادت ہمارے پاس موجود ہے وہ صرف ایک بڑے نتیجے پر دال ہے اور اُس سے ہمارے دلون مین کوئی شک اس بارے مین باقی نہین رہتا کہ خودکشی نتیجہ ہوتی ہے سوسائٹی کی عام حالت کا اور یہ کہ ہر منفرد مجرم صرف اُسی روش پر چلتا ہے جو حالات و اسباب ماقبل کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے سوسائٹی کی ایک معلوم حالت مین اشخاص کی ایک مقررہ تعداد کو اپنی جان آپ ہلاک کرنا چاہیے۔ بس یہی قانون عام ہے اور یہ خاص مسئلہ کہ کون کون شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا حقیقت مین مخصوص قوانین پر منحصر رہے گا اور وہ مخصوص قوانین (اپنے مجموعۂ عمل مین) بالضرور اُس بڑے قانون معاشرت کے تابع ہونگے جسکے تحت مین وہ سب قانون ہین اور اُس بڑے قانون کی قوت اتنی زبردست ہے کہ نہ زندگی کی محبت سے اُس قانون کے عملدرآمد مین کچھ بھی خلل پڑ سکتا ہے نہ عالم آخرت کے خوف سے مین اس عجیب و غریب باقاعدگی کے اسباب کی تنقیح بعد کو کرونگا لیکن اس باقاعدگی کے وجود سے ہر ایک ایسا شخص واقف و مطلع ہے جو اخلاقی اعداد و شمار مین کچھ بھی درک رکھتا ہے۔ جن مختلف ملکون کے بابت ہمارے پاس نقشے موجود ہین وہان ہم دیکھتے ہین کہ سال بسال ایک ہی تعداد اور تناسب سے لوگ خود اپنی جانین ہلاک کرتے ہین حتے کہ اگر ہم اس کا بھی لحاظ کرلین کہ کامل شہادت فراہم ہونا

کس قدر احتمال ہے تب بھی یہ فرض کر کے کہ معاشرت کے حالات مین کوئی بیّن کمی بیشی نہ ہوگی ہم زمانۂ آیندہ کے بارے مین اموات اختیاری کی تعداد کی پیشین گوئی کرین گے اور اس مین غلطی کا احتمال نہایت کم ہوگا خود اسی لندن مین جہان ایسے انقلابات ہروقت واقع ہوا کرتے ہین جو دنیا کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ محل عیش و عشرت دار السلطنت کے واسطے لازمی ہین ہم دیکھتے ہین کہ اس معاملہ مین اسقدر باقاعدگی ہے کہ شاید قوانین معاشرت کی بڑے خوش عقیدہ شخص کو بھی اُتنے کی اُمید نہین ہو سکتی تھی کیونکہ پولٹیکل ہیجان - تجارتی ہیجان اور گرانی غلہ سے جو مصیبت پیدا ہوتی ہے وہ سب خودکشی کے سبب واقع ہوتے ہین اور یہ سارے اسباب وقتاً فوقتاً ادلتے بدلتے رہتے ہین - بااین ہمہ اس دار السلطنت اعظم مین ہرسال قریب ۲۴۰ - اشخاص کے اپنی جانین آپ ہلاک کرتے ہین اور غیر مستقل اسباب سے جو کمی بیشی خودکشی کی تعداد مین ہوتی ہے اُس مین سب سے بڑی تعداد ۲۶۶ - اور سب سے کم تعداد ۲۱۳ ہے - سنہ ۱۸۴۶ع مین چونکہ ریلوے کے حادثے کے سبب سے بہت ہیجان ہوا تھا اسوجہ سے لندن مین ۲۶۶ خودکشیان ہوئین سنہ ۱۸۴۷ع مین حالات کچھ سدھر چلے اور تعداد گھٹ کے ۲۵۶ تک پہونچی سنہ ۱۸۴۸ع مین ۲۴۷ کی نوبت آئی - سنہ ۱۸۴۹ع مین ۲۱۳ ہوئی اور سنہ ۱۸۵۰ع مین ۲۲۹ -

جس ترتیب اور باقاعدگی سے سوسائٹی کی ایک ہی حالت مین ایک قسم کے جرائم ضروری طور سے بکرّات و مرّات ہوتے ہین اُسکی بابت جسقدر شہادتین ہمارے پاس موجود ہین ان مین کا ایک جزء اور بہت ہی قلیل جزء یہ ہے جو ہمنے پیش کیا ہے - اور اس شہادت کے پورے زور و قوت کے اندازہ کرنے کے لیے ہم کو صرف یہ بات ذہن نشین کرنا چاہیے کہ ہمنے جو واقعات بیان کیے ہین کچھ بالقصد جنکے نہین بیان کیے ہین بلکہ جرائم کی بابت جو مبسوط نقشے بنائے گئے ہین اُن سے یہ کلیات اخذ کیے گئے

ہین اور یہ نقشے ایسے باقاعدہ مرتب ہوئے ہین جنمین لکھوکہا مشاہدات منضبط کیے گئے ہین - یہ مشاہدات ایسے ملکون پر حاوی ہین جو تہذیب و تمدن کے مختلف درجات مین ہین جنمین گونا گون خیالات و آرا پھیلے ہوئے ہین جنمین اخلاق و سیرت کی روسے بہت بڑے بڑے اختلافات ہین - اگر ہم اسپر یہ اضافہ کرین کہ یہ اعداد اُن لوگون نے جمع کیے ہین جو خاص اسی خدمت پر مامور تھے جنکے پاس احقاق حق کے تمام وسائل مہیا تھے اور جنکی کوئی غرض اسمین شامل نہ تھی کہ لوگون کو خواہ مخواہ فریب دین تو یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جرائم کا ایک معین تعداد اور یکسان ترتیب سے واقع ہونا ایسی بات ہے جسکا اُس سے زیادہ بین اور قطعی ثبوت موجود ہے جتنا انسان کی اخلاقی تاریخ مین کسی اور بات کا ہے - ہم یہان شہادت کے متوازی سلسلے (جو بڑی ہوشیاری سے قائم کیے گئے ہین) بالکل ہی مختلف حالات و اسباب مین پاتے ہین اور وہ سب کے سب ہمین ایک ہی راہ دکھاتے اور ایک ہی نتیجہ نکالنے پر مجبور کرتے ہین یعنی یہ کہ انسانی جرائم نتیجہ ہوتے ہین اُس سوسائٹی کی حالت کے جسمین وہ فرد خاص (جو مجرم ہوتا ہے) نشو و نما پاتا ہے نہ کہ خود اُس شخص کی خباثت نفس کے - یہ وہ قیاس صریح ہے جو بہت مبسوط اور واضح شہادت پر مبنی ہے اور وہ شہادت ایسی ہے جو سارے زمانے کے ہاتھون مین پہونچ سکتی ہے اور اسی وجہ سے نہ اُسے کوئی تبدیل کر سکتا ہے نہ اُن تمام قواعد کلیہ کے روسے جو علم ما بعد الطبیعات والون یا اہل مذاہب کے ہاتھون مین ہین (جنھون نے زمانہ گذشتہ کے واقعات کو پراگندہ و مختل کر رکھا ہے) کوئی شخص اُسپر کچھ حرف رکھ سکتا ہے -

ناظرین واقف ہین کہ کسطرح عالم طبیعی مین نوامیس فطرت کی کارگزاری مین اکثر خلل پڑ جایا کرتا ہے - اُنکو اس کی بھی اُمید ہوگی کہ اخلاقی دُنیا مین اُسی طرح کے فتور پڑتے ہونگے - اسطرح کے فتور دونون مقامات پر ادنے درجے کے قوانین سے پیدا ہوتے ہین کہ جو خاص موقعون پر بڑے قوانین سے ٹکرا جاتے ہین اور اس طور

پر انکی بندھی ٹکی چال مین خلل انداز ہوجاتے ہین اسکی ایک عمدہ مثال فن میکانکس[١]
سے ملتی ہے اُسمین ایک خوشنما اصول وہ ہے جسے متوازی الاضلاع قوتین سے
نامزد کرتے ہین اور جسکے بموجب دو متوازی الاضلاع کی قوتون مین وہی نسبت ہوتی
ہے جو اُن دونون کے قطرون مین باہم ہوتی ہے - یہ وہ قانون ہے جس سے بڑے
نتائج نکالے جاسکتے ہین اور اُسکا تعلق ایسے اہم قوائے میکانیہ سے ہے جیسے تحصیل
وتحلیل قوسے - اور کسی شخص نے جو اُس شہادت سے واقف ہے جسپر وہ مبنی ہے
اُسکی صحت مین کبھی چون وچرا نہین کی ہے لیکن جسوقت ہم اُس اُصول سے عملی کام
لینے پر متوجہ ہوتے ہین - اُس وقت ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُصول دیگر قوانین سے

[١] میکانکس - (علم میکانات) وہ فن ہے جسمین قوتون اور اجسام پر اُن قوتون کے عمل کی ماہیت سے بحث کیجاتی ہے - خواہ وہ عمل بلاواسطہ ہو یا بواسطہ آلات اور کلون کے - اس علم کا موضوع یہ مادہ پر قوت کا عمل ہی اسلیے اسے علم مادہ وحرکت یا مادہ واثر جے کہ سکتے ہین - مادہ پر قوت کا جو عمل ہوتا ہے اُسکی حقیقت تو بطور دباب کے ہوتی ہے یا بطور تحریک کے - اور اُس سے حرکت پیدا ہو بھی سکتی ہے اور نہین بھی - اگر قوتون مین اتنا تناسب قایم ہوتا ہے کہ جس جسم پر اُن کا اثر ہے وہ ایک حالت موازنہ ومعادلتہ مین قائم رہتا ہی تو اُنکے اعمال کی تحقیق میکانکس کے اُس شاخ مین کیجاتی ہی جو اسٹیٹکس کہلاتی ہی جسکا موضوع یہ اجسام بحالت سکون یا موازنہ ہوتے ہین اور جسمین سکون پیدا کرنے یا تبدیلی حرکت سے روکنے کی بابت قوت کا جو عمل ہوتا ہے اُس سے بحث کرتے ہین - اگر قوتون مین اتنا تناسب قائم ہوتا ہی کہ اُس سے حرکت پیدا ہوتی ہے تو اُسکی تحقیق ڈائنامیکس مین کی جاتی ہے جسکا موضوع یہ مادہ وحرکت ہوتا ہے اور جس مین جسم متحرک کی ماہیت اور نیز سبب حرکت سے بحث کیجاتی ہی - پھر جسم سیال (جسمین رقیق چیزین اور بخارات شامل ہین) کے بارہ مین اگر اُن کے موازنہ یا معادلہ سے بحث ہوتی ہے تو اسکو ہائیڈرااسٹیٹکس سے موسوم کرتے ہین اور اگر ان کی حرکت کے تبدیلی یا سکون سے بحث ہوتی ہے - تو ہائیڈروڈائنامیکس کہتے ہین -

اس فن کو اگلے فلسفیون کے ہاتھون بہت کم مدد ملی تھی - صرف حکیم ارشمیدس نے اس کے بعض بعض اجزاء کی بنیاد ڈالی تھی - البتہ سولھوین

جکڑا ہوا ہے مثلاً ہوا کے تصادم اور اُن اجسام کے اختلاف ثقل نوعی وجنسی سے جنپر ہم عمل کررہے ہین اور یہ قوانین اُن اجسام کی کیمیائی ترکیب اور (جیسا بعضون کا خیال ہے) نظم ذراتی (ہیولائی) سے پیدا ہوئے ہین - پس اس طور سے جو خلل اندازیان واقع ہوتی ہین تو اُنکے سبب سے وہ صاف اور سادہ فعل قانون میکانی کا جاتا رہتا ہے بااین ہمہ اگرچہ اُس قانون کے نتائج مین پیاپے خلل پڑتا ہے لیکن وہ قانون بحال خود اچھوتا باقی رہتا ہے اور ٹھیک اسی طرح معاشرت کا یہ قانون اعظم بھی کہ انسان کے اخلاقی افعال صرف اُنکی اپنی ارادہ کا نتیجہ نہین ہوتے بلکہ اسباب ماقبل کا نتیجہ ہوتے ہین - بجائے خود اگرچہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اُسکے عملدرآمد مین کچھ آشفتگی وخلل اندازی ہو لیکن اُس کی صحت وصداقت پر حرف نہ آئے اور یہی بات اُن خفیف تغیرات کی توجیہ کے واسطے کافی ہے جو ہمکو کسی ملک کے سال بسال تعداد جرائم

صـــہ صدی عیسوی کے بعد سے اہل مغرب نے اس فن کے تدوین شروع کے اُسوقت گلیلیو نے اسکے اصول کو ریاضی کی شکلون مین بیان کیا ۱۶۸۶ء مین سر اسحاق نیوٹن کی ایک تصنیف نے اس فن کے بنیاد تجربہ پر مضبوطی سے درقابل اطمینان طور پر قائم کی اور اُسوقت سے سلسلہ کے ساتھ اس فن کے ایسے کامل اور ماہر پیدا ہوے جنکے بدولت یہ فن معراج کمال کو پہونچا اور آج اُسکے حیرت انگیز کرشمون سے سارا زمانہ واقف ہی کیونکہ یہ دخانی انجن یہ بڑی بڑی کلین - یہ بادپیما سواریان سب اسی کی بدولت ایجاد ہوئین اور چلین اور انھین کی روزافزون ترقی سے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا ایک بین ثبوت ملتا ہے -

اس علم کے اولین اصول جنکے تحقیق وانکشاف کا سہرا نیوٹن کے سر ہے یہ ہین (۱) ہر جسم اپنی حالت سکون یا بخط مستقیم مسلسل حرکت مین اُسوقت تک قائم رہتا ہی جبتک وہ کسی قوت کے سبب اپنی حالت کی تبدیلی پر مجبور نہو (۲) مقدار حرکت کی تبدیلی مقدار قوت کے تناسب سے ہوتی ہے اور اُسی خط مستقیم مین واقع ہوتی ہے جسمین وہ قوت عمل کرتی ہی - (۳) ہر حرکت قصری کے واسطے ایک مساوی اور مقابل حرکت طبیعی ہی یعنے دو جسمون کے باہمی حرکات ہمیشہ مساوی یا مقابل سمتون مین مایل ہوتے ہین - وقس علیٰ ہذا

مین نظر آتے ہین۔ بیشک جب ہم اس بات پر نظر کرتے ہین کہ اخلاقی دُنیا مین عالم طبیعی کے بہ نسبت کسقدر زیادہ ساز و سامان ہین تو حیرت اسپر ہوتی ہے کہ یہ تغیرات اور زیادہ کیون نہین ہوتے اور اس لحاظ سے کہ یہ تغیرات بہت خفیف ہوتے ہین ہمکو اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ معاشرت کے اُن وسیع قوانین مین (جنمین اگرچہ متواتر خلل اندازی ہوتی ہے پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک رُکاوٹ کو سر کر لیتے ہین اور جنپر بڑے بڑے اعداد و شمار کی مدد سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مشکل سے کوئی نمایان فتور پیدا ہوتا ہے) اہم نتائج پیدا کرنے کی قوت کتنی بڑھی ہوئی ہے۔

صرف یہی نہین ہے کہ انسانون کے جرائم مین نتیجے کی یکسانیت ظہور دکھا رہی ہو بلکہ سال بھر مین جتنے معاہدے شادی بیاہ کے ہوتے ہین انکی تعداد بھی مجرد اشخاص کے رجحان مزاج اور طبیعت کی رغبت سے طے نہین ہوتے بلکہ بڑے اور عام واقعات جنپر اشخاص کا کوئی قابو نہین چل سکتا اس کا تصفیہ کرتے ہین چنانچہ اب یہ بات دریافت ہو گئی ہے کہ شادیونکو غلے کے نرخ سے ایک بندھی ٹکی نسبت ہوتی ہے اور انگلستان مین سو برس کے تجربے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ شادیون کا تعلق ذاتی خواہشات سے نہین ہوتا بلکہ اُنکا انعقاد عوام الناس کے بڑے طبقے کی اوسط آمدنی سے وابستہ رہتا ہے حتیٰ کہ یہ شاندار مذہبی اور معاشرتی تقریب غلے کے نرخ اور مزدوری کی شرح کے ساتھ نہ صرف گھٹتی بڑھتی بلکہ اُسی کے تابع و محکوم بھی رہتی ہے اور اسی طرح دیگر معاملات مین بھی یکسانیت دریافت ہو گئی ہے اگرچہ اس یکسانیت کے اسباب و وجوہ ابھی معلوم نہین ہوئے ہین۔ مثلاً یہ ایک عجیب معاملہ ہے کہ ہم اس بات کو ثابت کر سکتے ہین کہ قوت حافظہ کی غلط کاریان بھی اسی ضروری اور غیر متبدل قاعدے کے تحت مین اپنا جلوہ دکھا رہی ہین۔ لندن اور پیرس کے ڈاکخانون نے ابھی حال مین کچھ حسابی نقشے شائع کئے ہین۔ جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سال بہ سال کتنے خطوط ایسے ہوئے ہین جنپر خط لکھنے والون نے بھولے سے پتہ لکھا ہی نہین اور گردوپیش کے حالات کے اختلافات کو پیش نظر

رکھ لینے کے بعد) سال بسال جو نقشے بنتے ہین وہ ایک دوسرے کی نقلین معلوم ہوتے ہین یعنی ہر سال ایک ہی تعداد خط لکھنے والون کی یہ چھوٹی سی بات بھول جایا کرتی ہے اور اس طور پر ہم ہر زمانۂ آئندہ کی بابت سچ سچ یہ پیشین گوئی کر سکتے ہین کہ کتنے اشخاص کی قوت حافظہ ہین ذراسی بات اور (جیسا بظاہر معلوم ہوتا ہے) اتفاقی معاملے مین خطا کر جائینگی۔

جو لوگ واقعات کی باقاعدگی کی بابت ایک مستقل خیال رکھتے ہین اور جنھون نے مضبوطی سے اس صداقت کبرے کو پکڑ لیا ہے کہ افعال انسانی کی رہنمائی چونکہ واقعات ماقبل کرتے ہین اس لیئے وہ حقیقت مین ادلتے بدلتے نہین ہین۔ بلکہ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہین تلون ہوتا ہے لیکن اصل مین وہ ایک جزء ہوتا ہے اُس وسیع اور عالمگیر نظام عالم کا جسکا کوئی مکمل خاکہ بھی ہمکو اپنی معلومات کی اِس موجودہ حالت مین نظر نہین آسکتا۔ وہی لوگ اِس رمز کو سمجھ سکتے ہین (جو تاریخ کی کنجی اور اسکی جڑ بنیاد ہے) کہ یہ واقعات جو ابھی پیش کیئے گئے ہین بجائے اسکے کہ عجیب ہون وہی ہونگے جنکی توقع کیجاتی ہے اور جو پیشتر سے معلوم ہونے چاہیئے تھے۔ درحقیقت ترقی تحقیقات کی یہ چال اسقدر تیز اور مستعدانہ ہے کہ مجھے اسمین بہت ہی کم شبہہ ہے کہ قبل اسکے کہ ایک اور صدی ختم ہو سلسلۂ تحقیقات کامل و مکمل ہو چکے گا اور اُسوقت مشکل سے کوئی ایک مؤرخ ایسا نکلے گا جو اخلاقی دُنیا مین اس ایک لخت باقاعدگی کو اسیطرح تسلیم نہ کرتا ہوگا جسطرح آج کوئی فلسفی ایسا نہین ملسکتا جو مادی دُنیا کی باقاعدگی کو تسلیم نہ کرتا ہو۔

یہ کہا جائیگا کہ جو شہادت پیشتر اِس بارے مین دی گئی ہے کہ ہمارے افعال تابع ہین کسی قانون کے یہ علم اعداد سے ماخوذ ہے اور یہ شاخ ایسی ہے جو اگرچہ ابھی عالم طفولیت مین ہے مگر اُسنے فطرت انسانی کے مطالعے پر ایسی روشنی ڈالی ہے جتنی جملہ علوم سائنس (تجربیات و محسوسات) نے ملکے ڈالی ہے۔ بیشک اگرچہ ماہرین علم الاعداد نے اس مبحث عظمیٰ کے طے کرنے مین اُس طریق استدلال سے جو دیگر مقامات پر کامیاب ثابت ہو چکا ہے سب سے پہلے کام لیا ہے اور اگرچہ اُنھون نے اعداد و شمار سے کام لیکے ایک بہت زبردست انجن احقاق حق کے واسطے لگا دیا

ہے لیکن ہمکو صرف اسی بنیاد پر نہ تو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اور ذرائع و وسائل ایسے باقی نہین رہے
ہین جنسے اُسکی نشو و نما اسی طرح نہ ہو سکے نہ ہمکو یہ قیاس کر لینا چاہیئے کہ چونکہ ابتک علوم طبیعی
تاریخ پر چسپان نہین کیے گئے ہین لہذا وہ اس قابل نہین کہ اُنکو چسپان کر سکین حقیقت مین اسبات
کو دیکھکے کہ کسقدر پے در پے انسان عالم خارجی سے دست گریبان ہوتا رہتا ہے یہ یقین ہوتا ہے
کہ افعال انسانی اور قوانین طبیعی مین کوئی قریبی تعلق ضرور ہوگا۔ پس اگر اب تک یہ کوشش
نہین کی گئی کہ فن تاریخ پر طبیعات کے سائنس منطبق کیئے جائین تو اُسکی وجہ یا تو یہ ہو کہ اہل تاریخ
کو یہ تعلق باہمی نظر نہین آیا ہے۔ یا یہ کہ اگر اُنھون نے اس تعلق کو دیکھ بھی لیا ہے تو وہ اُس علم
نابلد تھے جس سے اُسکی تاثیرات کا سُراغ لگا سکتے اور اسی سے تحقیقات کے دو بڑے
صیغہ جات یعنی عالم ظاہری اور باطنی کے مطالعے مین ایک خلاف فطرت تفرقہ قائم ہے
اور اگرچہ اہل یورپ کے علوم و فنون کی اس موجودہ حالت مین بعض آثار (جنمین کوئی غلطی
نہین ہے) اسکے نظر آتے ہین کہ اس حدِ فاصل مصنوعی کے توڑ دینے کی آرزو کی گئی ہے پھر بھی
یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس مقصد عظمیٰ کے حاصل کرنے کے لیے اب تک واقع مین کچھ بھی نہین
کیا گیا ہے۔ اہل اخلاق۔ اہل شریعت اور اہل مابعد الطبیعات اپنے سلسلۂ مطالعہ کی
ترقی مین مست ہین اور اہل سائنس کی کوششون کو ادنیٰ درجے کی سمجھکے اُن کی کچھ وقعت
نہین کرتے بلکہ اکثر اوقات اُن کی تحقیقاتون پر یہ حملہ کرتے رہتے ہین کہ وہ مذہب کے حق
مین خطرناک اور عقل انسانی کے وسائل کی بابت ہم مین اسطرح کا اعتماد پیدا کرتے ہین جو
سزاوار نہین ہے۔ برعکس اسکے جو لوگ حکمت طبیعی کی نشو و نما کر رہے ہین وہ چونکہ اپنے
آپ کو ایک ترقی کن جماعت جانتے ہین اس لیے قدرتی طور سے اپنی کامیابی پر نازان ہین
اور جب وہ اپنی تحقیقاتون کا مقابلہ اپنے مدمقابل فریق کی زیادہ رُکی تھمی حالت سے کرتے
ہین تو وہ ایسے مشاغل سے بیزار ہو جاتے ہین جنکی بے تمیزی اب مشہور ہو چلی ہے۔
اب یہ ایک مورخ کا کام ہے کہ وہ دونون فریق کے درمیان ایک حدِ وسط بنے اور

یہ دکھا کر کہ کون حد ہے جہان دونون کے مطالعۂ علمی کو ہم آغوش ہونا چاہیئے اُن کی لنترانیونکو کم کرائے۔ اِس مصالحت کی شرائط کا طے کر دینا گویا مکملۂ تاریخ کے واسطے ایک بنیاد قائم کردینا ہوگا کیونکہ تاریخ افعال انسانی سے بحث رکھتی ہے اور چونکہ افعال انسانی صرف نتیجہ ہوتے ہین آثار داخلی و آثار خارجی کے تصادم کے اِس لیے یہ ضروری ہو کہ اِن آثار و مظاہر کی اعتباری اہمیت جانچی جائے اور جس حدتک کہ اُن کے قوانین کا علم حاصل ہے اُنکی تحقیق و تفتیش کیجائے اور آئندہ انکشاف کے جو ذرائع اِن دو بڑے گروہون (یعنی فطرت اور نفس انسان کے مطالعہ کرنے والون) کے پاس ہین اُنکا صحیح اندازہ کیا جائے۔ مین کوشش کرون گا کہ آئندہ دو بابون مین یہ مہم سر کرون۔ اور اگر اِس کوشش مین مین کامیابی سے قریب بھی ہو جاؤن تو کم از کم یہ کتاب اِس بارے مین ضرور قابل تعریف ہوگی کہ اُس نے اُس عمیق غار کے بھرنے مین کچھ مدد کی جو ہمارے معلومات کی کمی کی وجہ سے ایسے علوم کو ایک دوسرے سے جُدا کیئے ہوئے ہے جو (فی الحقیقت) بالکل ملے ہوئے ہین اور جنہین کبھی جُدائی نہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ونصلّی علےٰ رسولہ الکریم

باب دوم

قوانین طبیعی کی تاثیرات سوسائٹی کی ترکیب اور اشخاص کے خصائل پر

جب ہم اس کا کھوج لگاتے ہین کہ وہ کون کار کنان طبیعی ہین جنکا نہایت قوی اثر نسل انسانی پر پڑتا ہی تو ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ وہ چار عنوانون کے تحت مین آسکتے ہین یعنی - اقلیم[1]

[1] اقلیم - (یہ ترجمہ ہو انگریزی لفظ کلائمٹ کا جو یونانی لفظ کلیمہ - یا قلیم سے ماخوذ ہو اور غالباً عربی مین لفظ اقلیم یونانی لفظ کا معرّب ہی - جس کے اصلی معنی ڈھال یا جھکاؤ کے ہین لیکن اصطلاح مین اسے کسی خطۂ زمین کے لیے بلحاظ قطب کی طرف اسکے جھکاؤ کے اور نیز بلحاظ اُس تاثیر کے جو شعاع آفتابی کے سیدھے یا ترچھے ہونے سے حرارت پر پڑتی ہے بولتے ہین) اس لفظ کو نہ صرف کسی مُلک یا مقام کے درجات حرارت و رطوبت کے لحاظ سے استعمال کرتے ہین بلکہ عموماً وہان کے موسمی حالات و کیفیات کے لحاظ سے استعمال کرتے ہین جن کا اثر عالم نباتات و عالم حیوانات پر پڑتا ہی - زمانۂ قدیم مین نظام بطلیموسی کی رو سے کرۂ ارض کے رُبع مسکون کی تقسیم سات اقلیمون پر کیگئی تھی - یہ تقسیم صرف خط استوا کے قُرب و بُعد کے لحاظ سے تھی کیونکہ اُسوقت زیادہ تر شعاع آفتابی حرارت پیدا کرنیوالی سمجھی جاتی تھین لیکن زمانہ حال کے محققین نے مختلف مقامات کی موسمی حالتون کے اختلاف و تغیر کے بابت یہ طے کیا ہی کہ وہ متعدد اسباب کے متحدہ عمل سے پیدا ہوئی ہین جنمین سے

غذا۔ سرزمین اور عام منظر فطرت۔ آخرالذکر سے میری مراد اُن مظاہر سے ہے جو اگرچہ خصوصیت کے ساتھ نظر کے سامنے ہوتے ہین لیکن خواہ بذریعۂ نگاہ یا اور حواسون کے توسط سے تلازم تصورات کی (یعنی ایک خیال کی ملنے کی طرف) رہنمائی کرتے ہین اور اسی

لئے یہ چار سبب زیادہ سربرآوردہ ہین۔(۱) اُس مقام کا خط استوا سے فاصلہ۔ اسکا یہ اثر ہے کہ جو مقام جسقدر زیادہ خط استوا سے قریب ہو اُسمین اُسیقدر زیادہ سیدھی شعاعین آفتاب کی پڑتی ہین اور اُسیقدر زیادہ وہ مقام آفتاب سے اکتساب حرارت کرتا ہے اور اسیطرح اس کے برعکس یعنی جو مقام سب سے زیادہ دور ہے وہان خطوط شعاعی کے بیجھ ترچھے ہو جانے سے حرارت آفتاب کا اثر سب سے کم پڑتا ہے۔ چنانچہ جو ملک خط استوا کے بالکل نیچے ہین وہ سب سے زیادہ گرم ہین اور جو ملک قطبین سے قریب ہین وہ سب سے زیادہ سرد ہین (۲) اُس مقام کی سطح سمندر سے بلندی۔ اس کا یہ اثر ہے کہ جسقدر کوئی مقام سمندر سے زیادہ بلند ہوتا ہے اُسی قدر (بوجہ کرۂ زمہریر سے قرب کے) وہان درجات حرارت گھٹے ہوئے ہوتے ہین۔ حتّٰی کہ منطقۂ حارہ مین بھی جو خط استوا سے قریب تر ہین بلند پہاڑونکی چوٹیان برف سے ڈھکی رہتی ہین (۳) اُس مقام کا سمندر سے فاصلہ۔ اسکا یہ اثر ہے کہ جس قدر کوئی مقام سمندر سے قریب ہوتا ہے اُسی قدر وہانکی

آب وہوا مین مساوات اور یکرنگی ہوتی ہے۔ چنانچہ جو مقامات سمندر سے بالکل قریب اور ایک ہی عرض البلد کے نیچے ہین وہان دن کے مختلف گھنٹون اور سال کے مختلف مہینون مین اوسط موسمی حالت مین بہت ہی کم اختلاف ہوتا ہے۔ اور وہان درجات حرارت مین یکایک انقلاب بہت کم ہوا کرتے ہین۔(۴) اُس مقام پر جو ہوائین چلا کرتی ہین۔ عملی طور سے کسی مقام کے موسم کا تصفیہ ہوائے محیط کی حرارت اور رطوبت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ہوائین کسی مقام پر چلا کرتی ہین اُنکی وجہ سے ایک طرف تو سمندر مین تموّج پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف بادل آتے اور برستے ہین اور یہ دونون امر ایسے ہین جو موسمی حالت پر نمایان اثر ڈالتے ہین۔ اگر ہوا نے کسی مقام تک پہونچنے مین زیادہ حصہ سمندر کا طے کیا ہے تو وہان بارش زیادہ ہوگی لیکن اگر وہ سمندر کی طرف سے آئی ہین مگر اُنھون نے سمندر کو طے نہین کیا ہے تو بارش زیادہ نہوگی۔

بنا پر اُنھون نے مختلف ملکون کے رہنے والون کو خاص تصورات کا عادی بنا دیا ہے۔ انھین چار عنوانون مین سے کسی ایک کے تحت مین وہ سب آثار خارجی آسکتے ہین جن سے انسان پر مستقل اثر پڑا کیا ہے۔ انہین سے آخر الذکر (جسے مین نے عام منظر فطرت سے تعبیر کیا ہی)

لہذا اقلیم سے ہماری مُراد وہ حالت طبیعی کسی مقام کی ہی جو اپنی ہیئت اور ساخت کے لحاظ سے خاص قسم کے اثر حیوانات اور نباتات پر ڈالتی ہے اور اسی معنومین یہ لفظ یہان استعمال کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر اسے آب و ہوا کا مترادف سمجھنا چاہیئے۔

۲۔ غذا۔ واضح ہو کہ انسان کو بقائے حیات کے واسطے ابتدا ہی سے اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ وہ کچھ نہ کچھ کھاتا پیتا رہے۔ یہی غذا بدل ما یتحلل کرتی اور جسم کے نقصانات کو پورا کرتی رہتی ہے۔ انسان کی زندگی کے واسطے غذا کی ضرورت ہر شخص جانتا ہے۔ اس مقام پر صرف یہ بتانا ہے کہ اُس سے کون کون غرضین پوری ہوتی ہین۔

زمانۂ حال کے محققین نے عناصر کی جو تحقیق کی ہے اُسکی رو سے ساٹھ اجزائے مفردہ ایسے ہین جنسے کل اشیاء عالم مرکب ہین۔ اور جن کا تجزیہ نہین ہوسکتا۔ انسان بھی ایک مخلوق ہے جسکی ترکیب جسمانی منجملہ ان ساٹھ اجزا کے صرف چند اجزا سے ہوئی ہے جیسے کاربن ہائیڈروجن۔ نائٹروجن آکسیجن

فاسفورس۔ البومن وغیرہ وغیرہ۔ اب جو غذا انسان کھاتا ہی اُسکی سب سے پہلی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ وہ ان اجزائے مفردہ کو اُس کے جسم مین مہیا کرتی رہے

چونکہ مختلف ملکون کی آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے جسم انسانی مین ان اجزا کا باہمی تناسب مختلف ہوا کرتا ہی اور یہ اختلاف موسم کی تبدیلیون سے اور بھی بڑھ جایا کرتا ہے اسلئے مختلف ملکون اور مختلف موسمون کے لحاظ سے انسانون کی غذاؤن مین اختلاف ضروری ہو جاتا ہی اور انسان کے لیے ہر حال مین یہ لازمی ہوتا ہی کہ جس وقت اُسکی اجزائے بدنی مین سے کسی مین کوئی کمی واقع ہو اُسوقت وہ ایسی چیزین کھائے پیئے جو اُنھین اجزا کی پوری کر دینے والی ہون تاکہ اعتدال مزاجی قائم رہے۔ مثلاً جن انسانون کے بدن مین آکسیجن۔ کاربن۔ نائٹروجن یا ہائیڈروجن کی ضرورت زیادہ ہو اُنکو ایسی غذائین زیادہ کھانا چاہیئے جنمین یہی چیزین زیادہ ہون جیسے جانورون کے گوشت دودھ۔ انڈا۔ غلہ۔ ترکاریان شکر نشاستہ مکھن چربی

قوت متخیلہ کو مشتعل اور برانگیختہ اور متعدد اوہام اور وساوس کو (جو علم کی ترقی مین ٹرے سدِ راہ ہین) پیدا کرکے اپنے نتائج ظاہر کرتی ہے اور چونکہ کسی قوم کے عالم طفولیت مین اسطرح کے اوہام اور وساوس کی قوت سب پر غالب ہوتی ہے اسلیئے یہ ایک امر واقعی ہی گھی۔ بلکہ جن انسانون کو فاسفورس کی ضرورت زیادہ ہو اُنکو گوشت۔ ہڈیان۔ ترکاریان اور مچھلی زیادہ کھانا چاہیئے۔ جسطرح انسانون کی غذاؤن مین ملکون اور موسمون کے اختلاف سے تغیّر ہوا کرتا ہی اسیطرح مختلف غذاؤن کے عادی ہوجانیسے انسانون کے شمائل وخصائل بھی مختلف ہوجایا کرتے ہین۔ پس غذاؤن کی تحقیق سے دو نتیجے مرتب ہوتے ہین۔ ایک تو بعض قسم کی غذاؤن کے استعمال سے اُسکے مذاق طبیعت اور رجحانات کا پتہ لگتا ہی اور اُسکی جسمانی ترکیب مین اخلاط کا باہمی موازنہ معلوم ہوتا ہی۔ مثلاً جس قسم کی غذائین وہ کھاتا ہی وہ دلالت کرتی ہین اس بات پر کہ اُسکی طبیعت مین کون خلط کس پر غالب ہی جس کی وجہ سے تقاضائے طبیعت یہی ہوتا ہی کہ وہ اُس خاص قسم کی غذا کا استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ اُنھین غذاؤن کے اثر پر انسانون کی توالد وتناسل اور باہمی معاشرت موقوف ہی۔ اور انسانونکے کسی گروہ کی روزانہ خورش کے معلوم ہوجانسے ہم اُسکی معاشرتی تعلقات کی بابت نہایت کارآمد نتائج نکال سکتے ہین۔

۳۵ سرزمین۔ ترجمہ ہے انگریزی لفظ سوائل کا جس سے زمین کا وہ طبقہ بالائی مراد ہوتا ہی جس پر پودھے اُگتے ہین۔ واضح ہو کہ زمین کے طبقات کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہی کہ مختلف ملکونکی زمین مین جو کچھ اختلاف ہی وہ صرف سطح بالائی کے چند طبقات مین ہی نیچے کے طبقات مین زیادہ فرق نہین ہی۔ اسی سطح بالائی کے اختلاف سے ہر ملک کے نباتات مین یہ رنگارنگی نظر آتی ہی کہ بعض قسم کے درخت بعض زمینون مین پیدا ہوتے ہین اور بعض مین نہین ہوتے۔ اور یہی اختلافات وتفرقہ بالواسطہ ایک سبب ہوا کرتا ہی مختلف ملکون کے حیوانات کے شمائل وخصائل کے اختلافات کا۔ اگرچہ نباتات کی پیدائش مین ہر مقام کی اقلیمی حالت بھی مؤثر ہوتی ہی لیکن تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ اکثر مقامات جنکی اقلیمی حالت یکسان ہی وہان ایک ہی قسم کے درخت یا تو زمین پر جمتے ہی نہین یا جم بھی جاتے ہین تو پھل پھول نہین لاتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ سرزمین کے اجزائے ترکیبی کو بھی بہت کچھ

کہ مناظر فطرت کی رنگا رنگی نے انسانی طبیعتوں اور خصلتوں کو گوناگون کر دیا ہے اور قومون کے مذاہب و ملل مین وہ مخصوص شانین پیدا کر دی ہین جنکا مٹانا بعض موقعون پر ناممکن ہوتا ہے۔ جہانتک ہماری واقفیت ہے باقی تین کارکنون یعنی اقلیم۔ غذا و سرزمین کا کوئی دخل نباتات کی روئیدگی و بالیدگی اور برگ و بار لانے مین ہے۔

۵۵ عام منظر فطرت واضح ہو کہ کسی ملک کے عام منظر فطرت سے مراد علی العموم وہ کل موجودات فطری ہین جن کو ہم عالم خارجی سے تعبیر کرتے ہین۔ جنمین سے زیادہ تر بذریعۂ نگاہ کے ہمارے پیش نظر ہوتے ہین۔ جیسے سمندر۔ دریا۔ پہاڑ۔ ریگستان و بیابان صحرا و مرغزار۔ آسمان کی مخصوص کیفیت اور فضائے محیط کی ایک خاص حالت وغیرہ وغیرہ۔

یہ بدیہی بات ہو کہ ان سب آثار فطری کو انسان مختلف حواسون کے ذریعے سے محسوس کرتا ہے اور اس احساس سے اُس کے قلب پر گوناگون کیفیات طاری ہوتی ہین۔ مثلاً سمندر کا مد و جزر۔ اُس کا زور شور سے بہنا۔ نگاہ کے سامنے ایک ناپیدا کنار چادر آب کا پھیلا ہونا۔ اُسکی موجون کا تلاطم۔ اُن پر آفتاب کی کرنون کا چمچمی سے پڑنا پہاڑونکا سر بفلک کشیدہ ہونا۔ اُنکی چوٹیون کا برف سے ڈھنکا ہونا۔ اُنپر نباتات کی افراط یا تفریط۔ اُن کے درون کا دشوار گذار اور ہولناک ہونا۔ اُنکی وادیون مین کہین رنگا رنگ قدرتی چمن کھلے ہونا کہین سبزہ زار کے درمیان کسی چشمے کے مصفا پانی کا بہنا۔ جنگلو نمین بڑے بڑے جھلا بڑو درختون کا مہیب صورت سے استادہ ہونا اُنکے اوپرا و رنیچے موٹی مہین بیلون کا پھیلا ہونا۔ اُنمین خوفناک درندون کا ڈہکنا اور غرانا۔ ریگستانمین ریگ کے تودون کا ادھر سے اُدھر ہو جانا۔ اُنمین لوؤنکا چلنا۔ اور دور دور تک درختون کا سایہ تک نظر نہ آنا۔ مرغزارونمین سبزۂ مخملی کا بچھا ہونا اُنمین خوبصورت اور نازک کمر جانورونکا کلیلین کرنا اور زقندین بھرنا۔ آسمان پر کسی جگہ تارون بھری رات مین کہکشان کی ٹھنڈی سڑک کا لطف دکھانا کہین چاندنی چھٹکنا کہین آفتاب کا نیلگون آسمان مین طلوع ہونا کبھی شفق پھولنا۔ کبھی دھنک کا اپنی رنگا رنگی دکھانا۔ کبھی بادلون کا گرجنا بجلی کا چمکنا گھنگھور گھٹاؤن کا اُٹھنا ٹھنڈی ہواؤنکا چلنا۔ کوئل اور پپیہے کا کوکنا۔ پانی کا رم جھم برسنا۔ قدرتی چمنون سے خوشبوؤن کی لپٹون کا آنا نسیم سحر کا چلنا مرغان سحر کا زمزمہ سنج ہونا۔

براہ راست اثر اس قسم کا نہین ہی لیکن (جیسا مین ابھی ثابت کرونگا) اُنھون نے بہت ہی مہتم بالشان نتائج اور تاثیرات سوسائٹی کے عام نظم و تربیت مین پیدا کیے ہین اور اُسکے سبب سے قومون مین وہ عظیم اور نمایان اختلاف نمودار ہوئے ہین کہ جنکی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ جن مختلف اقوام مین نوع انسانی منقسم ہے اُنمین ضرور کوئی اُصولی اور بُنیادی اختلاف ہے۔ اگرچہ ہر ایک قوم کی وہ اصلی مخصوصات جو اُسے دوسری قومون سے ممیز و ممتاز کرتے ہین بالکل فرضی ہین پھر بھی اقلیم۔ غذا اور سرزمین کے اختلاف سے جو نیرنگیان پیدا ہوگئی ہین وہ اس قابل ہین کہ اُنکی قابل اطمینان توجیہ و تشریح کیجائے۔ اور اگر یہ سمجھ مین آجائین گی تو پھر اُن سے وہ ساری مشکلین آپ سے آپ سلجھ جائین گی جو ابتک تاریخ کے مطالع کو تاریکی مین ڈالے ہوئے ہین۔ نظر برین میرا یہ قصد ہی کہ اولاً مین اُن تین کارکنان اعظم کی جانچ پرتال اُس حد تک کرون جہانتک کہ وہ انسان سے (اُسکی حالت معاشرت مین) واسطہ رکھتے ہین اور اُن قوانین کا (اسقدر تیقن کے ساتھ جس قدر کہ علوم طبیعی کی موجودہ حالت سے حاصل ہو سکے) سراغ لگا کے

یہ اور اسی قسم کی ہزارہا باتین ہین جنھین ہم اپنے حواسون کے ذریعے سے محسوس کرتے ہین اور اُنکی وجہ سے کبھی ہماری طبیعتین شگفتہ ہوتی ہین کبھی پژمردہ و افسردہ۔ کبھی دلونمین اُمنگ پیدا ہوتی ہی کبھی خوف غالب آتا ہی۔ کبھی گذرے ہوے زمانہ کی یاد ستاتی ہی اور کبھی بچھڑے ہوے دوستون اور عزیزون کی جدائی بیقرار کرتی ہی۔ کبھی کام کرنے کی ہمت اور عزلت پیدا ہوتی ہی اور کبھی شوق آسائش پانون پھیلا کر لیٹنے پر اُبھارتا ہے۔ کبھی شعر و سخن پر دل مائل ہوتا ہے۔ کبھی راگ رنگنی کے چھیڑنے کی دُھن سماتی ہے۔

چونکہ ہر مُلک کی مخصوص حالت کے لحاظ سے وہان عالم خارجی کی کیفیت بھی جُدا گانہ ہوتی ہی اسوجہ سے اُس کی مختلف تاثیرات نے مختلف ملکون کے باشندون کے شمائل و خصائل پر عجیب و غریب اثر دکھائے ہین۔ کسی ملک کے باشندے کالے ہین تو کسی مُلک کے گورے۔ کسی ملک کے باشندے قدآور۔ تنومند اور قوی الجثہ ہین تو کسی مُلک کے کمزور نحیف اور پستہ قد کسی ملک کے باشندے سخت محنتی جفاکش۔ بُردبار ہین تو کسی ملک کے آرام طلب محنت سے نفور اور عیش پسند

پھر مین باقی ماندہ کارکن یعنی عام منظر فطرت کی جانچ کرونگا اور پھر مین یہ کوشش کرونگا کہ اُن نہایت اہم اختلافات کو دکھاؤن جو اُس کی رنگا رنگی سے مختلف ممالک مین ظاہر ہوئے ہین۔

لہذا اقلیم۔غذا اور سرزمین سے مین آغاز کلام کرتا ہون۔یہ ایک بدیہی بات ہے کہ یہ تینون قوتین بجدّے ایک دوسرے پر منحصر ہین۔یعنی کسی ملک کی اقلیم مین اور جو غذا وہان پیدا ہوتی ہو اُسمین بہت ہی قریبی تعلق ہوتا ہے۔پھر یہی غذا بہت کچھ اُس سرزمین سے متاثر ہوتی ہے جسمین وہ پیدا ہوتی ہو۔جیسے مثلاً زمین کی بلندی یا پستی اور ہوا کی حالت وغیرہ۔یعنی مختصر الفاظ مین یہ غذا اُن تمام حالات وکیفیات سے اثر پذیر ہوتی ہو جن کے مجموعہ کو وسیع معنون مین جغرافیۂ طبعی سے موسوم کرتے ہین۔

پس جب ان کارکنان طبعی مین ایسا گہرا اتحاد ہو تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ہر ایک عنوان پر جدا جدا غور نہ کرین بلکہ اُن سب کی متحدہ کارروائی سے جسقدر نتیجے ظاہر ہوتے ہین اُنمین سے ہر ایک نتیجہ کا جداگانہ عنوان قائم کرکے اُس کے اوپر غور کرین اس طور سے ہم اِس پورے مسئلہ کے جزئیات پر نہایت وسیع نظر سے احاطہ کرسکین گے اور اُن آثار کو (جو بجائے خود غیر منفک ہین) جُدا کر دکھانے مین جو زحمت اور پریشانی پیش آتی اُس سے بچ جائین گے۔اور پھر ہم نہایت صاف طور سے یہ دیکھ سکین گے کہ کسی سوسائٹی کی ابتدائی حالت مین فطرت کی قوتین انسان کی قسمت پر کس حد تک قابل لحاظ اثر ڈالتی ہین۔

اقلیم۔غذا اور سرزمین سے جس قدر نتیجے کسی گروہ پر مترتب ہوتے ہین اُن سب مین دولت کا فراہم ہونا سب پر مقدم اور متعدد حیثیتون سے سب سے زیادہ اہم بھی ہے۔کیونکہ اگرچہ علم کی ترقی آل کار مین دولت کی افزونی مین آسانی اور سرعت پیدا کرتی ہے۔لیکن سوسائٹی کی پہلی ترکیب و قوام مین اوّل دولت جمع ہویگی تب علم آسکے گا جسوقت تک

ہر متنفس خود اپنی ضروریات زندگی کے مہیا کرنے مین مصروف اور مشغول ہوگا نہ تو کسی کو اعلیٰ مشاغل کا ذوق وشوق ہوگا نہ اسکی فرصت۔ اور اُسوقت کوئی سائنس بھی پیدا نہو سکیگی اُسوقت انتہا سے انتہا اسی قدر ہوسکتا ہو کہ محنت بچانے اور مشقت مین کفایت شعاری کرنے کے واسطے کچھ بدنما بدقوارہ آلات اور اوزار ایسے ایجاد ہو جائین جن کو وحشی اور ناتربیت یافتہ انسان بھی (باقتضائے ضرورت) ایجاد کرسکتے ہین۔

سوسائٹی کی اسطرح کی حالت مین پہلی اور بڑی ضروری کارروائی جو ہوسکتی ہے وہ دولت کا جمع کرنا ہو کیونکہ بغیر دولت کے فرصت واطمینان نصیب نہین ہوسکتا اور بغیر فرصت و اطمینان کے علم ہاتھ نہین آسکتا۔ اگر کسی سوسائٹی کی یہ حالت ہو کہ اُس کے افراد جس قدر کماتے ہون اُسی قدر خرچ بھی کرڈالتے ہون تو اُس سوسائٹی مین کسی کے پاس نہ کچھ باقی بچتا ہوگا نہ کوئی پونجی جمع ہوتی ہوگی اور جب کوئی سرمایہ ہی جمع نہوگا تو سوسائٹی کے وہ افراد جو بیکار[ﮫ] ہون گے اور کسی کام سے لگے ہوئے نہون گے اُنکی بسراوقات کا کوئی سامان ہی نہوگا۔ لیکن اگر اُس سوسائٹی کی کمائی اُس کے خرچ سے زیادہ ہوگی تو اُسکی کمائی مین سے کچھ نہ کچھ ضرور پس انداز ہوتا رہیگا۔ اور یہی توفیر مسلمہ اصول کے بموجب خود بخود بڑھتی ہی رہیگی اور بالآخر ایک ایسا اندوختہ فراہم ہوجائیگا جس سے اُسیوقت یا بعد چندے ہر ایسے شخص کی اعانت اور دستگیری ہوسکے گی جو اپنی پیدا کی ہوئی دولت پر بسر کرنیوالا نہوگا۔

اور اُس وقت سب سے پہلے اہل دانش وبینش کی ایک جماعت کا وجود حیز وقوع مین آجانا ممکن ہوجائیگا۔ کیونکہ اب جاکے پہلے پہل سوسائٹی مین ایک اندوختہ ایسا موجود ہوگا جس کے ذریعے سے بعض افراد اُس شے کو اپنے مصرف مین لاسکین گے جسے خود اُنھون نے پیدا نہین کیا ہو۔ اور اِس طور سے وہ اِس قابل ہون گے کہ اپنے آپ کو ایسے اشغال مین

ﮫ اِس گروہ کو بیکار یا بےمشغلہ بھی کہہ سکتے ہین اور بے کمائی والا بھی۔ یعنی وہ گروہ جو اپنی مشقت سے کچھ پیدا نہین کرتا اور اپنی پیدا کی ہوئی دولت پر بسر نہین کرتا ۱۲

مصروف کرین جنمین وہ اِس ابتدائی حالت مین پڑھی نہین سکتے تھے جبکہ اُنکی روزمرّہ کی ضرورتون کا تقاضہ یہ تھا کہ اُنھین فرصت و اطمینان نصیب ہی نہو۔[٥٦]

اِسی سے یہ بات ہی کہ معاشرت کی کل ترقیون مین دولت کی فراہمی سب پر مقدم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دولت کے بغیر وہ علم جس پر (مین آگے چل کے ثابت کرونگا کہ) ساری تمدنی ترقی کا دار و مدار ہی اُسکی تحصیل کا نہ شوق پیدا ہو سکتا ہے نہ اُس کے واسطے فرصت میسّر آسکتی ہی۔ اب یہ بدیہی بات ہی کہ ایک ایسی جماعت مین جو بالکل جاہل ہو جس سرعت کے ساتھ دولت پیدا ہوگی وہ (ابتداءً) موقوف ہوگی اُس جماعت کے مرز بوم کی خصوصیات پر۔ پھر زمانہ مابعد مین اور جب دولت کا کچھ سرمایہ جمع ہو چکے گا اُسوقت کچھ اور اسباب اپنا فعل کرنے لگین گے۔ لیکن قبل اس کے کہ ایسا واقع ہو ترقی صرف دو باتون پر منحصر ہوگی اول۔ اُس توجہ اور باقاعدگی پر جس سے لوگ محنت و مشقت کرین گے۔ دوسرے اُس پیداوار پر جو فطرت کی فیاضی سے محنت و مشقت کے صلہ مین ملیگی۔ اور یہ دونون سبب بھی بجائے خود نتیجہ ہون گے۔ اپنے طبیعی پیشرو اسباب کے۔ کیونکہ محنت و مشقت کے صلہ مین جو پیداوار حاصل ہوتی ہی وہ زمین کی زرخیزی اور حیثیت کے بموجب ہوتی ہی۔ اور یہ زرخیزی زمین کے بجائے خود کچھ تو زمین کے اجزائے کیمیائی کے اتصال باہمی کے موافق ہوتی ہے۔ کچھ اس حساب سے کہ کس قدر وہ زمین دریاؤن یا دیگر اسباب فطری کے ذریعے سے سیراب ہی اور کچھ اُس حرارت اور رطوبت کے تناسب سے کہ جو گرد و پیش کی ہوا مین ہوتی ہے۔[٥٧] پھر جس توجہ اور باقاعدگی

---

[٥٦] یعنی اب یہ نوبت آئیگی کہ بعض افراد محنت کرین گے اور محنت کر کے دولت جمع کرین گے اور بعض افراد فکر معاش سے فارغ ہو کے حقائق اشیاء کی تلاش و فکر مین مصروف ہون گے۔

[٥٧] مصنف کا مطلب یہ ہی کہ وہ زمین کی زرخیزی کے تین سبب قرار دیتا ہی اور انھین تین اسباب کے تناسب پر زمین کی زرخیزی کو مبنی بتاتا ہی۔ (١) زمین کے اجزائے کیمیائی کا باہمی اتصال۔ (٢) زمین کی سیرابی کے وسائل بذریعۂ آبپاشی۔ (٣) ہوائے محیطی کی حرارت اور رطوبت۔ اُسکی تفصیل آگے چل کے بیان ہوگی۔

سے لوگ محنت ومشقت کرتے ہین وہ بالکل موقوف ہوتی ہے اقلیم کے اثر پر اور اُس کے
اظہار کی دو شکلین ہوتی ہین - پہلی شکل (جو زیادہ صاف ہے) یہ ہے کہ اگر حرارت بہت سخت
ہوگی تو آدمی نہ تو کام کرنے پر راغب ہونگے نہ (ایک حد تک) وہ چالاکی اور پھرتی کے ساتھ
اُس قسم کی محنت کے شایان ہون گے جو زیادہ دھیمی آب وہوا (یا اقلیم) ہین وہ بطیب خاطر
کرگزرتے - دوسری شکل (جس پر اگرچہ بہت کم نظر ڈالی گئی ہی مگر ہے وہ بھی بہت اہم) یہ ہے کہ
ایک محنت کرنیوالے پر اقلیم کا اثر صرف اسی قدر نہین ہوتا کہ وہ اُسمین مستعدی یا چستی و
چالاکی پیدا کرتی ہے بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اُسکی عادتونین ایک باقاعدگی پیدا کردیتی ہے -
چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ جو لوگ اقصاے شمال مین رہتے ہین اُنمین کبھی وہ مستقل اور ایک لخت
محنت کیئے جانے کی شانین نہ پیدا ہوئین جن کے واسطے منطقۂ معتدلہ کے باشندے معروف اور
ممتاز ہین - اسکی وجہ اُسوقت صاف نظر آنے لگتی ہے کہ جب ہم اِس بات کو پیش نظر رکھتے ہین
کہ اقصائے شمال کے مُلکونمین موسم کی سختی و شدت اور بعض فصلون مین روشنی کی کمی کے سبب سے
وہان کے باشندون کے واسطے یہ ناممکن ہوجاتا ہے کہ وہ گھرون سے باہر نکل کے اپنے معمولی
کاروبار مین مصروف رہ سکین - اسکا نتیجہ یہ ہے کہ کاروباری لوگ مجبورًا اپنے معمولی کاروبار
بند کرکے غیر منتظم عادتون کے خوگر ہوجاتے ہین - اُنکی محنت ومشقت کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے
اور اُنمین وہ جزم واستقلال باقی نہین رہتا جو عرصۂ دراز کے مسلسل اور بے خلل جاری رہے
ہوئے عملدرآمد سے ہمیشہ پیدا ہوجاتا ہے اور اسطور پر اُن لوگون کا یہ خاصۂ طبیعت ہوجاتا ہی
کہ وہ لمقابلۂ ایسے اشخاص کے کہین زیادہ متلون اور غیر مستقل مزاج ہوتے ہین جنکے یہان کی اقلیمی
حالت معمولی کاروبار کو ایک ترتیب اور قاعدہ سے چلاتی رہتی ہی - بیشک یہ اصول اسقدر
زبردست ہے کہ ہم اسکی تاثیر عملی کو نہایت ہی متضاد حالات مین بھی مشاہدہ کرتے ہین مثلاً بلحاظ آئین
حکومت - قوانین - مذہب اور طرز معاشرت کے جس قدر فرق سویڈن اور ناروے سے اسپین
اور پرتگال مین ہے اُس سے زیادہ کا تصور بھی نہین ہوسکتا لیکن اِن چارون ملکونمین ایک امر

خاص قدر مشترک ہے۔ یعنی انمین سے ہر ایک ملک مین زراعت مین لگاتار مشقت کرنا ممکن نہین ہے۔ انمین سے دونون جنوبی ملکون (اسپین اور پرتگال) مین موسم کی حرارت اور یبوست سے اور اُسکے سبب سے جو حالت بین کی ہے اُس سے مشقت مین خلل پڑجایا کرتا ہے اور دونون شمالی ملکون (سویڈن اور ناروے) مین جاڑے کی شدت اور دن کے چھوٹے ہونیسے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ انجام یہ ہے کہ چارون قومین (جو ان ملکون مین آباد ہین) اگرچہ اور حیثیتون سے بہت کچھ مختلف الحال ہین لیکن بلحاظ خصائل طبعی کے اپنے تلوّن اور بے استقلالی مین مشہور اور ضرب المثل ہین۔ اور یہ لوگ مقابلے مین اُن لوگون کے بالکل عکس معلوم ہوتے ہین جو ایسے ملکون مین رہنے کے سبب سے منضبط اور معیّن عادتین رکھتے ہین جہان کا موسم کاروباری لوگون کے معاملات مین بہت کم خلل انداز ہوا کرتا ہے اور اُنھین مجبور کردیتا ہے کہ وہ زیادہ مستقل اور مسلسل اشتغال مین مصروف ہین۔

یہ ایسے بڑے اسباب طبیعی ہین جن پر دولت کا پیدا کرنا منحصر ہے۔ اگرچہ کچھ شک نہین کہ ان کے سوا اور بھی حالات و اسباب ہین جو معقول قوت کے ساتھ اپنا فعل کر رہے ہین۔ اور سوسائٹی کی ترقی یافتہ حالت مین وہ بھی انھین کے برابر بلکہ بعض اوقات انسے بھی زیادہ اپنا اثر دکھاتے ہین لیکن یہ کسی قدر زمانہ مابعد مین ہوتا ہے اور دولت کے ابتدائی مدارج کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا دارومدار بالکل سرزمین اور اقلیم (کی نوعیت) پر ہوتا ہے۔ یعنی جس قدر محنت و مشقت کیجاتی ہے اُسکی حسب حیثیت صلہ تو سرزمین سے ملتا ہے اور خود محنت و مشقت کرنیوالے مین اقلیم کے اثر سے ہمت و حوصلہ اور استقلال پیدا ہوتا ہے۔ اب اِن دونون اسباب طبیعی کے بیحد زور و قوت کے ثابت کرنے کے واسطے گزشتہ واقعات (تاریخی) پر صرف سرسری نظر ڈالنے کی حاجت ہے۔ کیونکہ تاریخ مین کوئی شہادت اِس امر کی نہین ملتی ہو کہ کسی مُلک مین خود اُسکی اپنی کوشش سے تمدن کا سایہ اُسوقت پڑا ہو جبکہ وہان اِن دو اسباب مین سے کوئی ایک سبب بھی عمدہ طور سے

موجود نہو۔ چنانچہ ایشیا مین تمدن ہمیشہ اُس وسیع خطہ مین محدود رہا جہان زرخیز اور دریا برآمد سرزمین نے انسان کے لئے وہ سرمایۂ دولت مہیا کیا کہ جس سے حصہ پائے بغیر کوئی دماغی ترقی شروع ہوہی نہین سکتی۔ یہ وسیع خطہ (بعض استثنائ کے ساتھ) مشرقی چین سے شروع ہوکر ایشیائے کوچک۔ فنیشیا۔ اور فلسطین کے سواحل تک چلا گیا ہے اور اسی چوڑے چکلے منطقہ کے شمال مین ایک طویل سلسلہ اُس ویران ملک کا ہے جسمین ہمیشہ وحشی اور خانہ بدوش جرگے بستے رہے ہین اور یہ لوگ زمین کی بے فیضی کے سبب برابر غربت اور افلاس کے پنجے مین گرفتار رہے ہین اور جبتک اُس سرزمین مین رہا کئے کبھی اپنی وحشیانہ حالت سے سر اُٹھا سکے۔ اب یہ امر کہ یہ کس قدر اسباب طبیعی پر موقوف و منحصر ہے اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ اُنھین منگول اور تاتاری جرگون نے چین۔ ہندوستان اور فارس مین بڑی بڑی سلطنتین قائم کین اور اُنھین نے ہر ایسے موقع اور مقام پر تمدن کا وہ درجہ طے کیا جو زمانۂ قدیم

---

۵۸ فنیشیا۔ اسے کنعان بھی کہتے ہین۔ وہ ملک جو قریب ۳۴۔ ۳۶۔ درجے عرض البلد شمالی کے واقع ہے۔ اس کے مغرب مین بحر مڈیٹرینین شمال و شرق مین ملک شام اور جنوب مین کوہ جودی ہے۔ اسکا مجموعی رقبہ دو ہزار میل مربع ہے۔ طول مین دو سو میل تک چلا گیا ہے۔ لیکن عرض مین کسی جگہ بیس میل سے زائد نہین۔ اس ملک کی پیداوار کی برآمد نہ جسمین سرو شمشاد۔ صنوبر۔ دیودار۔ کھجور۔ انجیر۔ تاڑ۔ زیتون وغیرہ کے پھل اور درخت بھی تھے اس کو بہت شہرت دے رکھی ہے۔ یہان میوۂ نمین شفتالو۔ خوبانی۔ انار۔ بادام۔ ترنج۔ گنا۔ انگور۔ اور کیلا۔ بافراط ہوتا ہے۔ پھر ریشم۔ روئی۔ نیل اور تمباکو بھی یہان پیدا ہوتے ہین اور چونکہ بکثرت بھیڑین بکریان اور شہد کی مکھیان ہوتی ہین اسوجہ سے گوشت۔ دودھ اور شہد کی بھی کمی نہین ہوتی۔ اس ملک مین قیمتی دھاتین نہین ہین لیکن لوہا بہت ہے۔

۵۹ فلسطین۔ (ارض مقدس) جنوب غرب ایشیا کا ایک ملک ہے جسمین شام کا جنوبی حصہ شامل ہے۔ اسکے مغرب مین بحر مڈیٹرینین۔ مشرق مین وادی جارڈن شمال مین کوہ لبنان کا سلسلہ اور جنوب مین دشت سُنا ہے۔ انھین حدود کے اندر ارض یہود واقع ہے جسمین تاریخ عالم کے نہایت اہم واقعات پیش آئے اور معرکہ آرائیان ہوئی ہین۔

کی عروج یافتہ سلطنتون کے تمدن سے کسی طرح رتبہ مین کم نہ تھا - وجہ یہ ہوئی کہ جنوبی ایشیا
کے شاداب و سیراب میدانون مین فطرت نے دولت کے تمام سامان جمع کر دیئے تھے
اور جب یہ وحشی قومین وہان پہونچین تو اُنھون نے پہلے پہل وہین کچھ شایستگی پائی[۵۵] - پھر تو
خود اُنھون نے اپنی قوم کے علوم و فنون قائم اور مدوّن کیئے - اور حسن معاشرت قومی کے
واسطے ادب آداب قرار دیئے - حالانکہ جب تک وہ اپنے اصلی وطن مین رہے اُن مین سے
ایک بات بھی نہ کر سکے - اسی طور پر عرب لوگ جب اپنے ملک مین تھے تو وہان کی سرزمین
کی بیحد بیوست کے سبب سے بالکل وحشی اور غیر متمدن تھے - کیونکہ اُن کے یہان (اُسیطرح
جیسے اور مقامات مین) بیحد غربت و افلاس کا نتیجہ بیحد جہالت تھی - لیکن ساتوین صدی
(عیسوی) مین اُنھون نے فارس کو فتح کر لیا - آٹھوین صدی مین اسپین کا بہترین حصہ اُنکے
قبض و دخل مین آگیا - نوین صدی مین پنجاب اور بعد چندے قریب قریب کل ہندوستان پر اُن کا
عمل دخل ہو گیا - اور ابھی اُن کو اپنے نئے مفتوحہ ممالک مین قدم جمائے ہوئے بہت زمانہ
بھی نہین گذرا تھا کہ اُنکی عادتون اور خصلتون مین ایک انقلاب ہوتا نظر آنے لگا - یعنے وہ
لوگ جو اپنے وطن مالوف مین خانہ بدوش وحشیون سے بہتر حالت مین نہ تھے پہلی مرتبہ
دولت جمع کرنے کے قابل ہوئے اور اس لیئے اول اول اُنھون نے کچھ ترقی اسباب
تمدن مین کی - ملک عرب مین انکی حیثیت ایک خانہ بدوش چرواہون کی قوم کی تھی
اپنے نئے مسکنون مین وہ بڑی بڑی سلطنتون کے بانی ہوئے اور اُنھون نے شہر بسائے -
مدرسے قائم کیئے - کتب خانے کھولے - اور اُن کے مصارف کے واسطے جائدادین وقف
کر گئے - چنانچہ اُنکی عظمت و شوکت کی یادگارین ابتک قرطبہ - بغداد اور دہلی مین دکھائی
دیتی ہین - ٹھیک اسیطرح عربستان کے قریب شمال کی جانب ایک ریگستانی قطعہ ہے جو بحر احمر
کے حائل ہونے کے سبب سے عرب سے کچھ تھوڑا جدا ہو گیا ہے - یہ قطعہ پورے افریقہ کو چھائے ہوئے

[۵۵] مثلاً تبت کے تاتاریون کے بابت اس بات کے باور کرنیکے وجوہ ہین کہ اُنھون نے اپنی الف بے ہندوستان سے پائی -

ہوئے ہی۔ ایک ہی عرض البلد کے نیچے واقع ہی۔ اور پچھم طرف بحر اطلانٹک کے سواحل تک چلا گیا ہی۔ عربستان کی طرح یہ بالکل بیہڑا ور بنجر ہے اور اِسی سبب سے عربستان کی طرح وہان کے باشندے بھی ہمیشہ وحشی اور غیر متمدن رہے اور محض اسوجہ سے کہ اُنھون نے کبھی دولت جمع نہین کی اُنھون نے کبھی کوئی علم حاصل نہین کیا لیکن اِس بیابان عظیم کا شرقی حصّہ دریائے نیل کی موجون سے سیراب ہوتا ہے اُسکی طغیانی کے ذریعے سے وہانکی رگیستانی زمین ایک زرخیز دریابرآر مٹی سے پٹ جاتی ہے کہ جو مشقت کا صلہ بافراط دیتی ہے اور سچ یہ ہے کہ اُس پر جس قدر تردد کیا جاتا ہے اُس کا معاوضہ غیر معمولی طور سے ملجاتا ہی اسکا نتیجہ یہ ہی کہ اُس مقام پر دولت بہت سُرعت کے ساتھ جمع ہو گئی اور اُسکے باشندون میں علم کی نشو و نما نہایت عجلت کے ساتھ ہو گئی۔ اور یہی پتلی سی چیٹ مصری تمدن کی مرکز ہو گئی۔ یہ تمدن اگرچہ نہایت مبالغہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن بہر نوع افریقہ کی دیگر اقوام کے مقابلے مین نہایت ممتاز اور نمودار ہے۔ کیونکہ افریقہ کی کسی اور قوم نے ابتک یہ قابلیت حاصل نہین کی کہ خود اپنی ترقی کی راہ نکالتی یا کسی حد تک بھی اُس جہالت سے سر اُبھارتی جسمین فطرت کی بے فیضی نے وہان کے باشندون کو ڈال رکھا ہے۔

یہ خیالات صاف صاف ثابت کر رہے ہین کہ تمدن کے ابتدائی دو سببون (سرزمین اور اقلیم) مین سرزمین کی شادابی و زرخیزی وہ سبب ہے جس نے دنیائے قدیم مین سب سے زیادہ اثر دکھایا ہے۔ لیکن یورپ کے تمدن مین دوسرا کارکن (یعنی اقلیم) بہت قوی اور متاثر ثابت ہوا ہے۔ اور (جیسا ہم دیکھ چکے ہین) اُس کا اثر کچھ تو محنت مشقت کرنے والون کی محنت کرنے کی قابلیت پر ہوتا ہی اور کچھ اُنکی عادتون کی باقاعدگی یا بیقاعدگی پر۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر اختلاف سبب مین ہوتا ہی اُسیقدر نتیجہ مین بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ ہر ایک تمدن مین سب سے پہلے دولت کا فراہم ہونا لازم ہے لیکن جو امور بعد کو واقع ہوتے ہین وہ (کمتر نہین بلکہ بیشتر) اُن حالات و اسباب پر موقوف و منحصر ہوتے ہین جنمین دولت

ہج ہوئی ہوتی ہے۔ مثلاً ایشیا اور افریقہ مین حالت یہ تھی کہ زمین زرخیز اور شاداب تھی
اور اُس سے پیدا وار با فراط و فراوانی ہوتی تھی لیکن یورپ مین اقلیم موافق تھی جس سے
محنت و مشقت مین کامیابی ہوتی تھی۔ اول الذکر حالت مین نتیجہ موقوف تھا سرزمین اور
اُس کی پیداوار کے تعلق پر۔ یون سمجھنا چاہیئے کہ نتیجہ موقوف تھا محض اُس عمل پر جو عالم
خارجی کا ایک حصہ دوسرے حصے پر کرتا تھا۔ آخرالذکر حالت مین نتیجہ موقوف تھا اقلیم اور
محنت کرنے والے کے تعلق پر۔ یعنی نتیجہ موقوف تھا محض اُس عمل پر جو عالم خارجی (خود اپنے
اوپر نہین بلکہ) انسان پر کرتا تھا۔ اِن دونو قسم کے تعلقات مین چونکہ اول الذکر کم پیچیدہ ہے
اس لئے اُسمین خلل پڑنے کا احتمال کم ہے اور اسیوجہ سے وہ بہت جلد اپنا کرشمہ دکھانے
لگا۔ یہی وجہ ہو کہ تمدن کی رفتار مین ایشیا اور افریقہ کے شاداب قطعات گوئے سبقت لیگئے
لیکن اگرچہ اُن کا تمدن مقدم ہوا پھر بھی وہ سب سے اعلیٰ و افضل یا سب سے زیادہ مستقل
ہونے سے بہت دور رہا۔ اور چونکہ (بلحاظ اُن حالات کے جن کو مین ابھی بیان کرون گا)
اصلی ترقی جو فی الحقیقت موثر ہے وہ فطرت کی فیاضی پر منحصر نہین ہے بلکہ خود انسان ہی کی جدوجہد
پر موقوف ہو۔ اسیوجہ سے یہ بات ہے کہ یورپ کا تمدن جو اپنی ابتدائی حالت مین اقلیمی
کیفیت کا محکوم تھا اُس نے نشو و نما کی وہ صلاحیت ثابت کر دکھائی جس کا کوئی پتہ نشان بھی
اُن تمدنون مین کہین نہ تھا جنکی ابتدا سرزمین سے ہوئی تھی۔ کیونکہ فطرت کی قوتین (باوجودیکہ
بظاہر اُنمین بے پایان وسعت ہو پھر بھی) محدود اور ٹھہری ہوئی ہین اور کم از کم یہ ہو کہ ہمارے
پاس کوئی بھی ثبوت اُسکا نہین ہے کہ وہ کبھی بڑہی ہین یا یہ کہ کبھی بڑھ سکین گی۔ برخلاف
اِس کے انسان کی قوتین (جہانتک کہ تجربہ اور قیاس کو دخل ہے) نامحدود ہین اور ہم کوئی
شہادت ایسی نہین رکھتے جس کی بنا پر کوئی فرضی اور خیالی حد بھی اُسکی قرار دے سکین اور
سمجھ سکین کہ بس انسان کی عقل یہین تک پہونچ کے تھم جائیگی اور اس سے آگے نہ بڑھ سکی گی۔
اور چونکہ یہ قوت نفس انسان کی جو اپنے وسائل ترقی کو خود بڑہاتی ہے انسان ہی کے واسطے

مخصوص ہو اور نہایت نمایان طور پر اُس کو اُس شے سے ممتاز کر رہی ہے جسے عالم خارجی سے تعبیر کرتے ہین لہذا بداہتہً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقلیمی حالت کی جس وساطت سے اسکی ہمت ہندصنعتی اور اُسکے پاس دولت فراہم ہوتی ہے وہ بہ نسبت سرزمین کی وساطت کے اُسکی ترقی کے واسطے زیادہ مفید اور کارآمد ہے۔کیونکہ اگرچہ سرزمین بھی دولت فراہم کراتی ہے لیکن وہ انسان کے قویٰ مین کوئی تحریک یا جوش پیدا نہین کرتی بلکہ اُسکے ذریعے سے جو دولت فراہم ہوتی ہے وہ صرف سرزمین کی حالت اور پیداوار (جو فوراً پیدا ہوتی ہے اُس) کی مقدار یا قیمت کے باہمی تعلق کی وجہ سے ہی۔

یہان تک تو اُن مختلف طریقون سے بحث ہوئی جنمین اقلیم اور سرزمین سبب ہوتی ہین دولت پیدا ہونے کا۔لیکن ابھی ایک اور امر باقی ہے کہ وہ ابھی اسیکے برابر یا اس سے بھی بڑھکے اہمیت رکھتا ہی۔یعنے جب دولت پیدا ہوچکتی ہے تو اُسوقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تقسیم کیونکر کیجائے۔یعنی کون حصہ تناسب طبقۂ اعلیٰ کو دیا جائے اور کون طبقۂ ادنیٰ کو۔سوسائٹی کی ترقی یافتہ حالت مین یہ بات موقوف ہوتی ہے بعض نہایت پیچیدہ حالات پر جن کا مطالعہ اس موقع پر ضروری نہین ہے لیکن سوسائٹی کی نہایت ابتدائی حالت مین اور قبل اسکے کہ معاملات مین شایستگی اپنا اثر ڈالے اور تہذیب و ترقی کا دور شروع ہو (میرے خیال مین یہ بات ثابت کیجا سکتی ہی کہ) دولت کی تقسیم بھی اُسکے پیدا ہونے کیطرح بالکل قوانین طبیعی کی محکوم ہوتی ہے۔اور طرّہ یہ ہے کہ قوانین ایسے موثر ہین کہ اُنھون نے کرۂ ارض کے بہترین حصے کے باشندون کو یکسان طور سے مسلسل اور لاعلاج عالم غربت مین ڈال رکھا ہے۔اگر یہ دعویٰ (ہمارا) پایۂ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے تو ان قوانین کا بیحد اہم ہونا ثابت ہوجائیگا۔کیونکہ درانحالیکہ دولت ایک یقینی ذریعہ قوت کا ہے یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ (اگر اور سب حالات بالکل مساوی فرض کرلئے جائین تو) تقسیم دولت کے بارے مین کوئی تحقیق جستجو کرنا گویا تقسیم قوت کے بارے مین

تحقیق وجستجو کرتا ہو۔ اور اِس لئے ایسی تحقیق وجستجو اُس پولٹیکل (سیاسی) اور سوشل (معاشرتی) تفاوت درجات کی اصل و بُنیاد پر روشنی ڈالے گی جن کے ظہور اور بقا کے بعد مقابلہ ومعارضہ نے ہر متمدن ملک کی تاریخ کے بڑے حصّے کو گھیر لیا ہے[لله]۔

لله مصنف کا یہ مطلب ہے کہ دُنیا مین انسانون کے درمیان جو مختلف طبقات و درجات قائم ہین اُنکی اصل بُنیاد یا دولت ہے یا اقتدار دنیوی۔ مثلاً بعض گروہ باعتبار دولتمندی کے دوسرے گروہ سے اعلی سمجھے جاتے ہین اور یہ دنیوی وجاہت و سربلندی کے اوس سے افضل مانے جاتے ہین۔ اور یہ دنیوی سربلندی اگرچہ علمی قابلیت یا مذہبی تقدس یا فضائل اخلاق یا دلیرانہ کارنامجات وغیرہ سے وابستہ ہوتی ہو۔ لیکن دراصل انکی بنیاد بھی دولت کیجانب سے اطمینان و فراغت حاصل ہونے پر قائم ہوتی ہے۔ پس گویا سب کی اصل دولت ٹھہرتی ہے اور اگر یہ امر دریافت ہو جائے کہ دُنیا مین کس قاعدے یا قانون سے دولت مختلف طبقو نمین تقسیم ہوتی ہے اور کسطرح دولت کی کمی یا بیشی سے ایک گروہ تو معزز و مقتدر اور سربلند ہو جاتا ہے اور دوسرا گروہ اُس کا مطیع و منقاد و فرمانبردار رہتا اور اُسکی جوتیان اُٹھایا کرتا ہی تو اس امر کے دریافت کرنے سے یہ منکشف ہو جائیگا کہ دُنیا مین یہ جو ہزارون قسم کی تفریقین ذات برادری کی ہین اور یہ جو شرافت اور نجابت حکومت و امارت۔ کے مختلف درجات قائم ہو گئے ہین انکی اصل وحقیقت کیا ہی۔ کیونکہ ان امور کی تحقیق سے یہ واضح ہو جائیگا کہ دُنیا مین یہ جسقدر تنازع للبقا (یعنی زندگی کا جھگڑا) ہے جسکی رو سے ہر زبردست اپنے زیردست کو اپنا محکوم و مطیع بنانا یا صفحۂ ہستی سے اُسے مٹا دینا چاہتا ہو اور ہر اونچے طبقے والا اپنے سے نیچے طبقے والے کو مغلوب رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جسکی وجہ سے طرح طرح کی خانہ جنگیان میدان داریان ہوا کرتی ہین اور رقابتین و منافقتین برپا رہتے ہین جنکے ذکر سے تاریخین بھری پڑی ہین اِن سب کی کنہ حقیقت سے حجاب اُٹھ جائیگا۔ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ تاریخونکے صفحات اسکی شہادت دے رہے ہین کہ محض دنیوی امارت و ریاست و عزت و جاہ کے واسطے ملکون اور قومون مین برسہا برس جنگ و جدل رہا کی ہے۔ اور اسیکا یہ نتیجہ ہوا کیا ہو کہ بہت سی قومون کا

اگر ہم اس مسئلے کی ایک عام حیثیت پر نظر ڈالین تو کہہ سکتے ہین کہ جب ایک بار دولت کی پیدائش اور فراہمی ٹھیک طور پر شروع ہو جاتی ہے اُسوقت وہ دو گروہون مین تقسیم ہو جاتی ہے یعنی مشقت کرنے والے گروہ اور مشقت نہ کرنے والے گروہ مین۔ اور بحیثیت ایک جماعت کے یہ دوسرا گروہ قابلیت مین زیادہ ہوتا ہے (اسے ہم کارفرما گروہ کہتے ہین) اور پہلا گروہ تعداد مین زیادہ (اسے ہم کارکُن گروہ کہتے ہین) جس سرمایہ سے دونون گروہون کی پرورش ہوتی ہے اُسے براہ راست طبقۂ ادنیٰ والے (یعنی کارکُن لوگ) پیدا کرتے ہین کہ جن کے قواے طبیعی کو (کارفرما لوگ) طبقۂ اعلیٰ والے (اپنی غالب ہنرمندی کے ذریعے سے) ایک راہ دکھاتے ہین مجتمع اور منتفق کرتے ہین اور کفایت شعاری سے صرف کراتے ہین۔¹ اب کارکُن اشخاص کو جو کچھ صلہ ملتا ہے وہ تو اُنکی اُجرت یا مزدوری سے نامزد کیا جاتا ہے اور کارفرما اصحاب کو جو کچھ صلہ ملتا ہے وہ ہم اُنکا

نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا اور صرف تاریخ کے صفحات پر رہ گیا۔ بہت سے ملک تباہ اور بڑے بڑے شہر خاک سیاہ ہو گئے۔ پس چونکہ ان سب انقلابات اور محاربات کی بُنیاد وہی تقسیم دولت کے قوانین طبیعی ہین اس لئے لازم ہے کہ [illegible] اُصول کلیہ اور امور ابتدائیہ کو دریافت کرین جنکے روسے دولت پیدا ہوتی ہے اور مختلف طبقات انسانی مین تقسیم ہوا کرتی ہے۔

¹ اسے یون سمجھنا چاہئیے کہ جیسے زمیندار اور ٹھیکہ دار تو پہلے گروہ مین ہین اور کاشتکار اور مزدور دوسرے گروہ مین۔ زمیندار اور ٹھیکہ دار صرف یہی کرتے ہین کہ خود کوئی محنت نہین کرتے اور اپنے ہاتھ پاؤن نہین تھکاتے بلکہ کاشتکارون اور مزدورون سے کام لیتے ہین۔ جو کام دس بیس آدمیون کے ملکے کرنے کے ہوتے ہین اُنکا اہتمام کرتے ہین اور اُس کی نگرانی رکھتے ہین اور بسبب اپنی قابلیت اور تجربہ کاری کے ایسی ترکیبین سوچتے اور اُن پر عمل کرتے ہین جن سے تھوڑی محنت مین بڑے کام ہو جائین اس نگرانی اور کارفرمائی کے صلے مین اُن کو ایک حصہ اُس پیداوار کا ملتا ہے جو کاشتکارون اور مزدورون کی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ ۱۲

منافع کہلاتا ہی - پھر آگے چل کے ایک اور گروہ پیدا ہو جاتا ہی جو سرمایہ دار (یعنی آمدنی سے پس انداز کرنیوالا) گروہ ہوتا ہی - یہ ایسی جماعت ہوئی ہے جو نہ کارکن ہوتی ہے نہ کارفرما بلکہ وہ اشخاص کا ایسا مجموعہ ہوتا ہے جو اپنا اندوختہ اور سرمایہ کارفرما اشخاص کو مستعار دیا کرتا ہے اور اس قرضہ کے عوض اُس صلہ کا ایک جزو لے لیا کرتا ہے جو کارفرما اصحاب کو ملتا ہے - اِس صورت سے سرمایہ دار اشخاص کو بوجہ اس کے کہ اُنھوں نے اپنے اندوختہ کے خرچ کرنیسے احتیاط کی (اور اُسے اپنے صرف مین نہ لائے) بلکہ کارفرما اصحاب کی ضرورت پر کام آنے کے واسطے لگا رکھا) صلہ ملا کرتا ہے اور یہ صلہ اُن کے سرمایہ کے سود سے موسوم ہوتا ہے - پس - یہ سہ گانہ تقسیم یون ٹھہری - سود - منافع - اور اُجرت - لیکن یہ انتظام بعد کو مکمل ہوتا ہی کیونکہ یہ اُسی وقت ظہور پذیر ہو سکتا ہے جب دولت معتدبہ طور سے فراہم ہو چکتی ہے لیکن سوسائٹی کی جس حالت (ابتدائی) پر ہم غور کر رہے ہین اُسمین یہ تیسرا گروہ علیحدہ طور سے موجود نہین ہو سکتا[۱۲۵] - لہذا - ہماری موجودہ ضرورت کے لحاظ سے اسیقدر کافی ہو کہ ہم تحقیق کر لین کہ وہ کون قوانین طبعی ہین کہ جو دولت کے جمع ہوتے ہی اُسکی تقسیم کا تناسب کارکن اور کارفرما جماعتون[۱۲۶] مین قائم کرتے ہین -

اب یہ بدیہی بات ہو کہ اُجرت چونکہ قیمت ہوتی ہے محنت و مشقت کی لہذا اُسکی شرح دیگر ضروریات زندگی کی طرح نرخ بازار کے بموجب گھٹتی بڑھتی رہیگی - اگر کسی مقام پر مشقت کرنیوالے مزدور اُس سے زیادہ ہونگے جتنے وہان درکار ہین تو مزدوری

---

[۱۲۵] کیونکہ ابتدائی حالت مین تو یہی کارفرما گروہ سرمایہ دار گروہ بھی ہوتا ہے اور وہ اپنی عقل اور دولت دونون کے ذریعے سے کارکن گروہ کو مسخر کیئے رہتا ہو - اپنی عقل کے زور سے وہ اُن پر حکومت کرتا ہے اور اپنی دولت کی وجہ سے وہ اُنھین اپنے سے جُدا ہونے نہین دیتا اور ہمیشہ قابو مین رکھتا ہو -

[۱۲۶] یعنی یہ بات تحقیق کرنا ہو کہ جو دولت پیدا ہوتی ہو اُسکا کون حصہ کارفرما جماعت کے ہاتھ مین جاتا ہو اور کون حصہ کارکن لوگونکی قسمت مین آتا ہے -

گھٹ جائیگی اور اگر مزدوروں کی مانگ رسد سے زیادہ ہوگی تو مزدوری کا نرخ چڑھ جائیگا
تو اب اگر ہم کسی ملک مین یہ فرض کرلین کہ وہان ایک معینہ رقم کارکنون اور کارفرمائون
مین تقسیم کرنے کے واسطے ہی تو وہان اگر کارکنون کی تعداد مین کچھ بھی بیشی ہوگی تو اُسکا
یہ اثر ہوگا کہ ہر ایک کو جو صلہ (یا معاوضہ) ملتا ہی وہ گھٹ جائیگا۔ اور (اگر ہم اُن رخنہ پرداز
اسباب کو نظرانداز کرڈالین جو ہر ایک عام طرز خیال پر موثر ہوتے ہین تو) یہ معلوم ہوگا کہ
مآل کار مین مزدوری کا مسئلہ (گویا بالکل) آبادی کا مسئلہ ہی۔ کیونکہ اگرچہ وہ رقم جو حقیقت
مین بطور اُجرت (یعنی مزدوری مین) دیجاتی ہے اُسکی مجموعی مقدار اُس سرمایہ کی
زیادتی پر موقوف ہوتی ہی جسمین سے مزدوری دیجاتی ہے۔ پھر بھی ہر ایک شخص کو جو رقم
مزدوری مین ملتی ہے وہ مزدوری پانیوالون کی تعداد کی زیادتی کے مطابق گھٹ جائیگی
یہان تک کہ دیگر حالات کی وجہ سے خود سرمایہ اتنا بڑھتا رہے کہ جسقدر مزید مطالبات
بڑھتے جائین اُن کے لئے کافی ہوتا چلا جائے۔ [1]

اب اِس بات کا جاننا بہت ہی کارآمد ہے کہ وہ کون اسباب ہین جو مزدوری
کے بڑھانے مین بحد معین ہوتے ہین۔ لیکن ہمکو سردست اُس سے چندان سروکار نہین
ہمارے سامنے جو مسئلہ ہے وہ دولت کی فراہمی کا مسئلہ نہین ہے بلکہ اُسکی تقسیم کا مسئلہ
ہے اور ہماری غرض یہی ہے کہ یہ جان لین کہ وہ کون اسباب طبیعی ہین جو آبادی کو بسرعت
بڑھا کے مزدوری کے بازار مین اثردحام پیدا کردیتے اور اس طور پر اوسط شرح مزدوری کو

[1] ظاہر ہے کہ مزدوری کا گھٹنا بڑھنا یا تو اُس رقم مجموعی کی کمی زیادتی پر منحصر ہوگا جو مزدوری مین دیجاتی ہے یا اُن مزدورون کی تعداد کی قلت وکثرت پر جو اُس مین حصہ پاتے ہین لیکن بہرنوع ایک معین سرمایہ کے تسلیم کرلینے پر یہ یقینی ہی کہ ہر ایک شخص کے حصے مین جو کمی بیشی ہوگی وہ تحض حصونکی کمی بیشی پر موقوف ہوگی۔ یعنی جسقدر زیادہ حصون مین اُسے تقسیم کرینگے اُسیقدر ہر حصہ گھٹ جائیگا۔ اور جس قدر کم حصون مین اسے تقسیم کرینگے اُسیقدر ہر حصہ بڑھ جائیگا۔

بہت ہی اُتار دیتے ہین۔

تمام اُن کارکنان طبیعی مین جنسے مزدوری پیشہ جماعت کا اضافہ ہوتا ہے غذا سب سے زیادہ مؤثر اور عالمگیر کارکن ہے۔ اگر دو مُلک جو اور حیثیتون سے مساوی ہون صرف اِس بارے مین مختلف ہون کہ ایک مین قومی غذا[۱۵] ارزان اور بافراط موجود ہو اور دوسرے مین گران اور کمیاب۔ تو جس مُلک مین غذا ارزان اور بفراوانی ہوگی اُسکی آبادی ضرور اُس سے زیادہ سُرعت کے ساتھ بڑھیگی جس سُرعت سے اُس مُلک کی آبادی بڑھیگی جہان غذا کمیاب اور گران ہوگی۔ اور اِسی دلیل کی رو سے اول الذکر مُلک مین مزدوری کی شرح دوسرے مُلک کے بہ نسبت گھٹی رہیگی۔ اور یہ صرف اِسوجہ سے کہ وہان مزدوری کا بازار ہمیشہ کافی طور سے پٹا پڑا رہیگا (یعنی وہان مزدورون کی ریل پیل ہوگی) لہذا۔ اُن قوانین طبیعی کی بابت کوئی تحقیقات کرنا جن پر کسی مُلک کی غذا موقوف و منحصر ہوتی ہی ہمارے موجودہ اغراض و مقاصد کے اعتبار سے بیحد اہم ہی۔ اور خوش قسمتی سے یہ معاملہ ایسا ہی کہ کیمسٹری[۱۶]

۱۵؎ یعنی وہ غذا جو اُس قوم کے اکثر افراد کی معمولی خورش ہوتی ہے جیسے اہل بنگال کی قومی غذا مچھلی۔ بھات یا افغانیون کی قومی غذا مختلف قسم کے گوشت اور میوہ جات ہین۔

۱۶؎ کیمسٹری۔ علوم طبیعی کی وہ شاخ ہے جس مین (۱) دو یا زیادہ چیزون کے ملنے سے جو ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہی اور جس کے خواص اپنے اجزائے ترکیبی کے خواص سے جُدا ہوتے ہین۔ اُس سے یا۔ (۲) ایک مرکب شے کی تجزی سے جو اجزائے مفرد الگ الگ ہو جاتے ہین اُس سے بحث کیجاتی ہے۔ چونکہ اجزا کی تحصیل و تحلیل بغیر اسکے کہ اُن کے خواص کا علم کامل نہین ہو سکتی اسلئے یہ لازم آتا ہی کہ اِس علم مین بالکل مفرد اور عنصری اجزاء پر اسیطرح نظر ڈالیجائے جسطرح مرکبات پڑ ڈالی جاتی ہے۔ اس لئے اس کے دائرۂ بحث مین اجزاء مفردہ سے مرکب بنانا اور اشیاء مرکب کے اجزاء مفردہ نکالنا داخل ہوتا ہے۔ اور پھر اُن اجزاء کے خواص کا جاننا بھی۔

زمانۂ قدیم مین جو شایستہ قومین گذری ہین اُن مین سب سے زیادہ مصریون نے اِس علم

(علم کیمیا) اور فزیالوجی (علم خواص اعضا) کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ہم اِس قابل ہین کہ جنچے ہوئے اور ٹھیک نتائج پر پہونچ سکتے ہین۔

جو غذا انسان کھاتا ہے اُس سے دو اور صرف دو اثر ایسے پیدا ہوتے ہین جو اُسکے

مین کمال پیدا کیا تھا۔ یہ لوگ اشیاء کے خواص سے واقف اور اُنکو بایکدگر ترکیب دیکے بڑے بڑے کام نکالنے مین ماہر تھے حتیٰ کہ وہ اپنے مُردون کی نعشون پر ایسے مصالحہ لگاتے تھے جنسے وہ بیجان بدن مدتہائے دراز تک سڑنے گلنے سے محفوظ رہتے تھے۔ اِن لوگونمین ریشم کے رنگنے مختلف دوائین تیار کرنے۔ صابون بنانے انگوری شراب کھینچنے۔ سرکہ وغیرہ بنانے کا رواج تھا۔ مصریون کے بعد چینیون کا درجہ تھا۔ یہ لوگ بھی صنعت کے لحاظ سے یگانۂ روزگار تھے اور صباغی۔ بارودسازی کاغذسازی اور علی الخصوص چینی برتنون کے بنانے کے فنون مین اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ اہل مصر سے یہ فن رومیون اور یونانیون نے سیکھا لیکن اُنھون نے خود اُسپر بہت کم اضافہ کیا بلکہ اُنکی ہمت زیادہ تر اُس شاخ پر مائل رہی جسے اب ہوسی سے تعبیر کرتے ہین یعنی ادنے درجے کے فلزات کی قلب ماہیت کرکے اُن سے سونا چاندی بنانا۔ آٹھوین صدی عیسوی سے پیشتر یہ فن اہل عرب تک پہونچا۔ اور اُن کے ہاتھون اُسنے بہت کچھ ترقی پائی سترھوین صدی کے آخر اور اٹھارھوین صدی کے آغاز مین یہ فن اہل یورپ کے ہاتھون صحیح اصول پر قائم ہوا چونکہ اِس فن کے مہمات مسائل مین اجزائے مفردہ کی تنقیح مقدم ہے۔ اِس لئے اہل یورپ نے اشیاء عالم کے تجزیہ کرکے یہ طے کیا کہ کل مفردات (یا عناصر) جن سے اشیاء عالم ترکیب پاتے ہین اور جنکی مزید تحلیل و تجزیہ ہو نہین سکتی۔ شمار مین چونسٹھ ہین۔ یہ رائے اگلی تحقیق کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اقوام سابق چار یا پانچ عنصر کے قائل تھین یعنی آب و خاک و آتش و باد۔ اور اہل ہند کے نزدیک ایک پانچوان عنصر ایتھر بھی تھا اور اہل چین کے نزدیک آب و خاک و آتش اور دہات اور لکڑی لیکن جدید تحقیقات کے روسے یہ کل اشیاء مرکب ہین مثلاً پانی کی تجزیہ کرنیسے یہ معلوم ہوا کہ وہ دو جزو یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مرکب ہے۔

۲۔ فزیالوجی۔ اِس فن مین علی العموم اُن آثار سے جو اشیاء ذی روح مین معمولاً پائی جاتی ہین۔ اُن کا

بقاء حیات کے لئے ضروری ہوتے ہین - اولاً اُسمین وہ حرارت حیوانی (یا غریزی) مہیّا کرنا جس کے بغیر افعال حیات رُک جاتے ہین اور ثانیاً اُس کے اعضائے بدن یعنی ترکیب جسمانی مین جو انحطاط ہوتا رہتا ہے اُسکا بدل کرتے رہنا (جسے اصطلاح حکماء مین بدل ماتحلّل سے تعبیر کرتے ہین) انمین سے ہر ایک مقصد کے واسطے ایک جُدا گانہ غذا ہوتی ہی- ہمارے جسم کی حرارت کا درجہ ایسے اشیاء سے قائم رہتا ہی جنمین نائٹروجن نہین ہوتا اور غیر ازوٹی کہلاتی ہین اور ہماری ترکیب بدنی مین جسقدر انحطاط ہر لحظہ ہوا کرتا ہی اُسکا بدل اُن اشیاء سے ہوتا ہے جو ازوٹی کہلاتے ہین جنمین نائٹروجن ضرور ہوا کرتا ہے اول الذکر حالت مین غیر ازوٹی غذا کا کاربن اُس آکسیجن سے ملجاتا ہے جسے ہم بذریعہ تنفّس جذب کرتے ہین اور اُس سے وہ حرارت داخلی مشتعل ہوا کرتی ہے جس سے ہماری حرارت غریزی از سرِ نو پیدا ہوتی رہتی ہے - آخر الذکر حالت مین چونکہ نائٹروجن مین آکسیجن کے لئے کشش بہت کم ہوتی ہے اس لئے نائٹروجن والی یا ازوٹی غذا مشتعل ہونے سے بچی اور (اس طور پر محفوظ رہکر) اجزائے بدن کی بدل ماتحلّل مین صرف ہوتی رہتی ہے - اور روزانہ زندگی مین تحلیل ہونے سے جو نقصان ترکیب بدنی کو پہونچتا ہے اُسکی تلافی کردیا کرتی ہے -

غذا کی یہ دو بڑی تقسیمین ہین اور ان دونون تقسیمون کو انسان سے جیسے تعلقات ہین اُن تعلقات کا انتظام جن قوانین کی رو سے ہوتا ہے اگر انکی تحقیقات ہم کرین تو ہمکو معلوم ہوجائے کہ ہر ایک تقسیم مین سب سے اہم کارکن اصلی حالت (یا آب و ہوا) ہے - جب

صہ اصول و قوانین سے جنکے وہ تابع ہوتی ہین اور اُن اسباب سے جن پر وہ مبنی ہوتی ہین بحث کی جاتی ہے - مختصر یہ ہے کہ یہ علم حیات کی ایک اہم شاخ ہے اور اسی وجہ سے بعض اہل فن نے اسے بیالوجی کی جگہہ استعمال کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ دونون فن بالکل ایک ہین - لیکن درحقیقت فزیالوجی سے بیالوجی کچھ زیادہ ہے - کیونکہ فزیالوجی وہ شاخ بیالوجی کی ہے - جو مختلف اعضا و جوارح کے اصلی اعمال و حرکات سے بحث کرتی ہے - ۱۲

انسان گرم ملک مین رہتے ہین تو وہان اُنکی حرارت غریزی سرد ملک کے برخلاف بآسانی
قائم و برقرار رہتی ہے۔ اور اسلئے وہان اُن کو اُس غیر ازدتی غذا کی بہت کم ضرورت
ہوا کرتی ہے جس کا اصلی منشا یہ ہوتا ہے کہ جسم کی حرارت کو ایک معین درجہ پر قائم رکھے۔
اسی طور سے وہ لوگ جو گرم ملک مین رہتے ہین اُنھین بہت کم ازدتی غذا کی حاجت
ہوا کرتی ہے کیونکہ بحالت مجموعی اُنکو جسمانی مشقتون کا اتفاق بہت کم ہوا کرتا ہے اور
اس سلئے اُنکی بدنونمین انحطاط زیادہ سرعت کے ساتھ نہین ہوتا ہے۔

اب چونکہ گرم مُلک کے باشندے اپنی فطری اور معمولی حالت مین غذا کم کھاتے
ہین بہ نسبت سرد ملک کے باشندون کے۔ لہذا۔ اس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر
اور حالات مساوی ہون تو جو ملک گرم ہین اُنمین سرد ملکون کی بہ نسبت آبادی کا اضافہ
بہ سُرعت ہوگا۔ عملی اغراض کے واسطے یہ بات کچھ قابل لحاظ نہین ہے کہ جس شئے سے
انسانون کی بسر اوقات ہوتی ہے اُسکی افراط و فراوانی اُس سبب سے ہے کہ وہان وُہ
شئے مہیا زیادہ ہوتی ہے یا اس سبب سے کہ صرف کم ہوتی ہے۔ جب انسان کم کھاتے
ہین اُسوقت بھی وہی نتیجہ نکلتا ہی جو نتیجہ اُسوقت نکلتا ہے جب اُن کے پاس خورش کا
سامان زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ (دونون صورتونمین یہی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ) ایک ہی
مقدار غذا کی زیادہ دنون تک چلتی ہے۔ پس اس طور سے آبادی مین بہ سُرعت
بڑھنے کی قوت سرد ملک کی بہ نسبت گرم مُلک مین زیادہ ہوتی ہے کیونکہ سرد ملک مین
اگر سامان رسد بافراط و فراوانی مہیا بھی ہو تو اقلیمی حالت کی وجہ سے وہ جلد صرف
ہوجائے گا۔

یہ پہلی حیثیت ہے جسمین اقلیمی حالت کا تعلق بہ توسط غذا کے آبادی کے قوانین سے
اور پھر اسکے سبب سے تقسیم دولت کے قوانین سے ہوتا ہے۔ لیکن ایک اور حیثیت بھی ہی
کہ جو اسی قیاس کے قدم بقدم چلتی ہی۔ اور جو اسی مذکورۂ بالا دلیل کو اور قوت دیتی ہی

یعنی یہ کہ سرد ملکو نمین نہ صرف انسان اسپر مجبور رہتے ہین کہ وہ گرم مُلک والون کے بہ نسبت زیادہ کھائین بلکہ اُنکی غذا اگران بھی ہوتی ہے - یون کہنا چاہیئے کہ اُسکی دستیابی زیادہ مشکل ہوتی ہے اور اُس کے واسطے زیادہ محنت ومشقت صرف کرنیکی حاجت پڑتی ہے اُس کی وجہ جسقدر مختصر طور سے ممکن ہوگا مین بیان کرونگا - اور بجز اُن امور کے جن کا تذکرہ اِس دلچسپ بحث کے ٹھیک سمجھنے کے واسطے ضروری ہے اور کوئی جزئیات بیان نہ کرون گا -

جیسا ہم دیکھ چکے ہین غذا کے صرف دو مقصد ہوتے ہین یعنی جسم کی حرارت کا قائم رکھنا اور بدل ما یتحلل کرتے رہنا - انمین سے پہلا مقصد یون حاصل ہوتا ہے کہ ہمارے پھیپڑون مین ہوا کا آکسیجن داخل ہوتا ہے اور پھر ہمارے سارے بدن مین دورہ کرکے وہ اُس کاربن سے ترکیب پاتا ہے جو ہم غذا کے ذریعے سے بدن مین پہونچاتے ہین - چونکہ یہ کبھی ممکن نہین کہ آکسیجن اور کاربن کی ترکیب صحیح بغیر ایک کافی مقدار حرارت پیدا کیئے واقع ہوسکے اس لیئے جب بدن انسانی مین آکسیجن اور کاربن ترکیب پاتے ہین تو بدن انسان اپنے ضروری درجۂ حرارت پر قائم رہتا ہے - پھر بذریعۂ اُس قانون کے جس سے ماہرین علم کیمیا بہت اچھی طرح واقف ہین دیگر اجزاے مفردہ (یا عناصر) کی طرح کاربن اور آکسیجن صرف ایک معین تناسب سے ترکیب پاتے ہین - چنانچہ اعتدال (یا صحت) مزاج قائم رکھنے کے واسطے اسکی حاجت ہوتی ہے کہ جس غذا مین کاربن ہو وہ بمطابقت مقدار اُس آکسیجن کے بدلتی رہے جو ہمارے بدنون مین داخل ہوتا ہے - پھر اسیطرح یہ بھی ضروری ہے کہ جب کبھی خارجی سردی بدن کے درجۂ حرارت کو کم کیا کرے اُس وقت ہم اِن دونون اجزائے ترکیبی کو بڑھایا کرین - اب یہ بالکل کھُلی ہوئی بات ہے کہ ہر ایک سرد مقام مین یہ ضرورت (یعنے ایسی غذا کھایا کرنا جسمین بہت زیادہ کاربن شامل ہو) دو مختلف طریقون سے بڑھ جائے گی - اول چونکہ وہان ہوا زیادہ ہوتی ہے

(یا کثیف) ہوگی اسوجہ سے انسان ہر مرتبہ سانس لینے مین اُس سے زیادہ مقدار آکسیجن جذب کرینگے جتنی وہ ایسے مقام پر کرتے جہان کی ہوا بوجہ حرارت کے لطیف ہوتی رہتی ہے ثانیًا۔ سردی اُن کے تنفّس مین سہولیت پیدا کرکے اُنھین اُسپر مجبور کرے گی کہ ممالک حارہ کے باشندون کی بہ نسبت زیادہ جلد جلد سانسین لین اور اس طور پر جو آکسیجن وہ اوسط کے حساب سے جذب کرتے ہین اُسکی مقدار بڑہائیگی۔ اِنھین دونون وجوہ سے چونکہ آکسیجن کا انجذاب زیادہ ہوگا لہذا یہ ضروری ہوگا کہ کاربن کا صرف بھی زیادہ ہو کیونکہ انھین دونون اجزاے ترکیبی کے ایک مقرر تناسب کے ساتھ ترکیب پانے ہی سے جسم کا درجۂ حرارت اور ترکیب بدنی کا موازنہ (یا اعتدال) قائم رہ سکتا ہے۔

علم کیمیا اور علم خواص اعضا کے اِن اصول کی رہبری سے ہم اِس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ جسقدر زیادہ کوئی ملک (جسمین انسان بستے ہین) سرد ہوتا ہے اُسیقدر وہان کے باشندون کی غذا مین کاربن زیادہ شامل ہوتا ہے۔ اور اگرچہ یہ بالکل نرا کھرا ایک قیاس علمی ہے لیکن یہ واقعی تجربے پر مبنی ہے۔ ارض شمالی (قطبین کے نزدیک) کے رہنے والے بہت کثیر مقدار مین وہیل مچھلی کا تیل اور چربی کھاتے ہین۔ حالانکہ منطقۂ حارہ (خطوط سرطان وجدی کے نیچے) کے رہنے والے اگر یہی غذا کھائین تو اُن کا فی الفور خاتمہ ہوجائے۔ اور اسوجہ سے اُنکی (منطقۂ حارہ کے رہنے والون کی) معمولی غذا کلیتًا میوے۔ چاول اور بقولات (یعنی ترترکاری اور ساگ پات) ہوتے ہین۔ اب نہایت ہوشیاری سے کیمیائی تحلیل وتجزیہ کے ذریعے سے یہ محقق ہوگیا ہے کہ ارض شمالی کے باشندون کی غذا مین کاربن زیادہ ہوتا ہے اور منطقۂ حارہ کے باشندون کی غذا مین آکسیجن زیادہ۔ اور بغیر اس کے کہ ہم زیادہ جزئیات کی تفصیلون مین پڑین (کہ جو اکثر ناظرین کو نامطبوع ہونگی) عمومی حیثیت سے یہ کہہ سکتے ہین کہ دُہنیات وروغنیات مین بقولات کے بہ نسبت کاربن چھ گونہ زیادہ ہوتا ہے اور آکسیجن بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لیکن اسٹارچ (نشاستہ) جس کا رواج

بہت عالمگیر ہے اور جو بلحاظ تغذیہ کے عالم نباتات مین نہایت اہم جزء ہے۔ نصف
اکسیجن ہوتا ہے۔

اِس حالت اور اِس مسئلے سے جو ہمارے پیش نظر ہے جیسا کچھ باہمی تعلق ہے وہ
بیحد عجیب ہے کیونکہ یہ بہت حیرت انگیز امر ہے (اور ایسا امر ہے جس کی طرف مین بالتخصیص
توجہ دلاؤنگا) کہ کسی زیادہ عام قانون کی وجہ سے (جس سے ہم ناواقف ہین) جس غذا
مین زیادہ تر کاربن ہوتا ہے وہ بہ نسبت اُس غذا کے جسمین کاربن کم ہوتا ہے زیادہ
قیمتی ہوتی ہے۔ دُنیا مین بقولات (جنمین اکسیجن نہایت قوی الفعل جزء ہے) کی بہت افراط
ہے۔ وہ بغیر کسی خطرے کے بلکہ قریب قریب بلا کسی دقت اور زحمت کے دستیاب
ہوتی ہین۔ لیکن وہ غذا جسمین زیادہ تر کاربن ہوتا ہے اور جو ایک سرد ملک مین بقاءِ حیات
کے واسطے بیحد ضروری ہوتی ہے وہ اسقدر آسانی سے اور خود بخود پیدا نہین ہوسکتی اور
بقولات کیطرح اُسے زمین اُگل نہین دیتی۔ بلکہ اُسمین قوی و زبردست اور خوفناک جانورون
کی چربی اور تیل وغیرہ داخل ہوتے ہین اور اُنکی دستیابی کے واسطے آدمی کو بڑی جان جوکھم
اُٹھانا اور نہایت محنت کرنا پڑتی ہے۔ اور اگرچہ یہ تقابل نہایت انتہائی حالات مین کیا گیا ہے[1]
لیکن پھر بھی یہ کھُلی ہوئی بات ہے کہ جسقدر زیادہ کوئی انسانی جماعت کسی ایک منتہا سے قریب
پہونچتی ہے اُسی قدر زیادہ وہ اُن شرائط کی تابع اور پابند ہوتی ہے۔ جن کا وہ منتہا محکوم
و تبع ہوتا ہے[2] اور بطور ایک قاعدۂ کلیہ کے یہ واضح ہے کہ جسقدر کوئی ملک زیادہ سرد ہوگا

[1] مصنف کا یہ مطلب ہے کہ جن سرد اور گرم ملکون کا مقابلہ کیا گیا ہے وہ انتہا درجے کی سرد و گرم فرض کئے گئے ہین اور اُن کے درمیان بہت سے درجے اور بھی نکلتے ہین جن کے حالات بلحاظ وہان کے درجات حرارت و برودت کے مختلف ہوتے ہین۔

[2] لیکن بہرکیف۔ یہ قاعدہ کلیہ ہر جگہ ٹھیک اترتا ہے کہ جسقدر زیادہ کوئی ملک سرد ہوتا ہے اُسیقدر زیادہ وہان کے باشندون کی غذا مین کاربن شامل ہوتا ہے اور جسقدر زیادہ کوئی ملک گرم ہوتا ہے اُسیقدر زیادہ وہان کے باشندون کی غذا مین اکسیجن ہوتا ہے

اُسیقدر وہان کے باشندون کی غذا مین کاربن زیادہ ہوگا اور جسقدر وہ ملک زیادہ گرم ہوگا اُسیقدر وہان کے باشندون کی غذا مین آکسیجن زیادہ ہوگا۔ پھر چونکہ کاربن والی غذا عالم حیوانات سے حاصل ہوتی ہے اِس لئے اُس کا ملنا بہ نسبت آکسیجن والی غذا کے زیادہ دقت طلب ہوتا ہے کیونکہ وہ عالم نباتات سے حاصل ہوتی ہے۔ اسکا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ جن قومون کے یہان اقلیم کی برودت نے زیادہ کاربن والی غذا کو لازمی کردیا ہے وہ قومین اپنے عالم طفولیت ہی مین زیادہ دلیرانہ اور رہادرانہ خصلت کے جوہر دکھایا کی ہین بہ نسبت اُن قومون کے جنکی معمولی قوت لایموت (چونکہ زیادہ آکسیجن والی ہوتی ہے اِس لئے) آسانی سے اور حقیقت مین محض فطرت کی فیاضی سے مفت اور بلا کسی دقت یا خرخشہ کے حاصل ہوجاتی ہے۔ اِس ابتدائی اختلاف سے ایسے نتایج ظاہر ہوتے ہین جنکی سُراغ رسانی سے مجھے فی الحال کچھ سروکار نہین ہے کیونکہ اسوقت میرا مقصد اسیقدر ہے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ یہ غذا کا اختلاف کسطرح اُس تناسب پر موثر ہوا کرتا ہے جس سے دولت مختلف طبقات مین تقسیم ہوتی ہے۔

؎ اِس کلیہ کے ثبوت مین ایک طرف ارض تسعین اور دوسری طرف منطقۂ حارہ کے باشندون کی غذا کا تذکرہ مصنف نے کیا ہے کہ جنمین ایک انتہا درجے کے سرد اور دوسرے انتہا درجے کے گرم ملک مین رہتے ہین پھر بطور نتیجہ کے یہ دکھلادیا ہے کہ ایک کی غذا مین درندون کے لحم و شحم زیادہ ہوتے ہین اور دُوسرے کی غذا مین بقولات و میوہ جات۔ اِن دونون سرون کے درمیان ایک طرف تو منطقۂ حارہ کے قریب کے ملکونمین گرمی زیادہ اور دوسریطرف ارض تسعین کے قریب کے ملکونمین سردی زیادہ ہوتی ہی حتیٰ کہ منطقۂ معتدلہ تک پہونچتے پہونچتے نہ سردی زیادہ رہتی ہی نہ گرمی بلکہ ایک حالت اعتدال پیدا ہوجاتی ہی۔ پس اِن مقامات کے باشندون کی غذا بمناسبت ملک کی حرارت یا برودت کے ہوتی ہی اگر حرارت زیادہ ہوتی ہی تو آکسیجن آمیز غذا زیادہ مستعمل ہوتی ہی اور اگر برودت زیادہ ہوتی ہی تو کاربن آمیز اسطور سے یہ قاعدہ کلیہ ہر ملک پر چسپان ہوتا ہی اور ہر جگہہ ایک ہی نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ فقط۔

جس طور سے تقسیم دولت کا یہ تناسب بدلتا رہتا ہے وہ (مجھے امید ہے کہ) مذکورۂ بالا دلائل سے واضح ہو گیا ہوگا۔ لیکن اگر اُن واقعات کا اعادہ کیا جائے گا جن پر یہ دلائل مبنی ہین تو غالبًا یہ اعادہ فائدے سے خالی نہوگا۔ وہ واقعات یہ ہین۔ مزدوری کی شرح آبادی کے حساب سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے یعنی جب مزدوری کے بازار مین مزدورون کی افراط ہوتی ہے اُسوقت مزدوری گھٹ جاتی ہے اور جب اُس مین تفریط ہوتی ہے تو یہ بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ آبادی خود متعدد اسباب خارجی سے متاثر ہوا کرتی ہے لیکن پھر بھی وہ فراہمی غذا کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی جب غذا با فراط ہوتی ہے اُسوقت وہ بھی بڑھتی ہے اور جب غذا کمیاب ہوتی ہے اُسوقت یا تو وہ ایک حالت پر رکی رہتی یا گھٹتی ہوئی رہتی ہے۔ پھر بہ نسبت گرم ملکون کے سرد ملکون مین وہ غذا جو مدار حیات ہوتی ہے بدقت دستیاب ہوتی ہے اور نہ صرف بدقت ملتی ہے بلکہ اُسکی حاجت بھی زیادہ مقدار مین ہوا کرتی ہے۔ حتّٰی کہ انھین دونون وجوہ سے اُس آبادی کے بڑھنے مین بہت کم مدد ملتی ہے جس سے مزدوری کے بازار مین افراط و فراوانی ہوا کرتی ہے۔ اب اگر ہم اِس طول تقریر کے نتیجے کو نہایت ہی سادہ طور سے بیان کرنا چاہین تو کہہ سکتے ہین کہ گرم ملکونمین تو نہایت قوی اور مستقل رجحان اِس جانب ہوتا ہے کہ مزدوری کم ہو لیکن سرد ملکون مین اس کے برعکس یہ رجحان ہوتا ہے کہ مزدوری زیادہ ہو۔

اب اگر ہم اِس اصول اعظم کو عام سلسلۂ تاریخ پر منطبق کرین گے تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہر ایک طرف اُسکی صحت و صداقت کی شہادتین مہیّا ہین حقیقت مین کوئی ایک مثال بھی اُس کے برخلاف نظر نہین آتی۔ ایشیا مین۔ افریقہ مین۔ اور نیز امریکہ مین کل قدیم تمدن گرم اقلیم مین قائم ہوئے۔ اور اِن سب مقامات مین مزدوری کی شرحین نہایت کم تھین اور اِسی بُنیاد پر مزدوری پیشہ لوگ نہایت ادنیٰ درجے کی حالت مین

رہے تھے۔ جب یورپ مین تمدن پھیلا تو گویا اول اول ایک سرد اقلیم مین تمدن کا دور دورہ
ہوا یہی بنیاد ہے کہ وہان مشقت کا صلہ (یعنی مزدوری کا نرخ) بڑھ گیا اور دولت کی تقسیم اُس سے
زیادہ مساوات کے طور پہ ہوئی جتنی کہ اُن ملکون مین ممکن بھی نہ تھی جہان غذا کی افراط نے
آبادی کو بڑھا رکھا تھا۔ اِس اختلاف و چکونگی نے (جیسا کہ ہم ابھی دیکھین گے) بہت سے
نہایت ہی اہم پولٹیکل اور سوشل نتائج پیدا کیے۔ لیکن قبل اِس کے کہ ہم اُنسے بحث
کرین یہ کہے دیتے ہین کہ جو کچھ ابھی بیان ہو چکا ہے اُسمین جو ایک بظاہر مستثنٰے ہے وہ بھی
عجیب طریقے سے قانون کلّی کی تصدیق کر رہا ہے۔ ایک اور صرف ایک ہی مثال ایسی ہے
جسمین ایک بڑی یوریپین قوم کے ہاتھ مین نہایت ارزان قومی غذا تھی۔ اِس قوم کی بابت
مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ وہ باشندۂ آئرلینڈ تھے۔ دو سو برس سے زیادہ
ہوئے کہ آئرلینڈ مین مزدوری پیشہ لوگ خاصکر آلو کھا کھا کے بسر کرتے رہے ہین یہ آلو اُنکے
ملک مین اول اول سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوایل مین آیا
تھا۔ اب آلو کے مخصوصات مین یہ بات ہے کہ گزشتہ وباء عام[٩٤] سے پیشتر وہ اُن سب غذاؤن
کی بہ نسبت جو اُسکے برابر صحت بخش ہین زیادہ ارزان تھا۔ اور غالباً ابتک ارزان ہے۔
اگر ہم اُس کی پیداوار کی قوت[٩٥] کو اُسکی مقدار تغذیہ سے مقابلہ کرتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اگر معمولی زمین کے ایک ایکڑ مین آلو بوئے جائین تو اُس سے اتنے آدمیون کی

[٩٤] یہ اشارہ اُس وباء طاعون کی طرف ہے
جسنے ١٦٦٥ع مین قریب قریب نصف لندن کو تباہ
و برباد کر دیا تھا۔ اِس وباء عام کے دردناک
واقعات پر مستقل کتابین لکھی گئی ہین اور
مدت تک اُس کے افسانہ ہائے غم لوگون کو
رُلاتے رہے ہین۔

[٩٥] آلو مین یہ قوت ہے کہ اگر ایک بو یا جائے تو اُس سے
کئی پیدا ہون اور اسیکے ساتھ اُسمین یہ صفت ہے
کہ تھوڑے کھا لینے سے پیٹ بھر جاتا ہے تو دو صورت
سے آلو کو گیہون پر فضیلت حاصل ہے یعنی ایک تو
پیدا زیادہ ہوتا ہے اور دوسرے تھوڑے مین
خورش کا کام نکل جاتا ہے۔ ١٢

پرورش ہو سکتی ہے جو اُس سے دوچند ہون گے جتنے اشخاص کی پرورش اُسی زمین پر اگر گیہون بوئے جاتے تو ہوتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جس مُلک مین انسانون کی بسراوقات آلوؤن پر ہوتی ہے وہان (اگر اور حالات مساوی ہون تو) بہ نسبت اُس مُلک کے جہان انسانون کی بسراوقات گیہون سے ہوتی ہے آبادی دوچند سُرعت سے بڑھ جائیگی اور یہی بات ہو جو حقیقت مین واقع ہوئی ہے۔ ابھی چند سال گذرے جب صورت معاملات وباء عام اور ترک وطن کے سبب بالکل تبدیل ہوگئی تھی ورنہ اُس سے پیشتر آئرلینڈ کی آبادی سالانہ تین فیصدی کے حساب سے بڑھ رہی تھی اور انگلستان کی آبادی اُسی زمانے مین ڈیرہ فیصدی کے حساب سے اُسکا نتیجہ یہ تھا کہ دولت کی تقسیم اِن دونون ملکونمین بالکل ہی جُداگانہ طور پر تھی۔ خود انگلستان مین بھی آبادی کی ترقی کسیقدر زیادہ تیزی سے ہوتی ہے اور چونکہ مزدوری کے بازار مین مزدورونکی ریل پیل ہوتی ہے لہذا مزدوری پیشہ لوگ خاطر خواہ طور سے اپنی مشقت کا صلہ نہین پاتے۔ لیکن جس حالت مین ابھی چند سال ہوئے آئرلینڈ والے مجبورًا بسر کر رہے تھے اُس کے مقابلے مین انگلستان والے شاہانہ شان و شکوہ سے رہتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ وہ لوگ جس مصیبت مین مبتلا ہو رہے تھے وہ ہمیشہ اُن کے حکمرانون کی جہالت اور نیز اُس فضیحت آمیز بدعملی کے باعث جو (ابھی تھوڑا زمانہ ہوا جبتک) انگلستان کے دامن عظمت پر نہایت سیاہ داغ تھے المضاعف ہوتی رہی تھی۔ بہرنوع۔ نہایت موثر سبب یہ تھا کہ اُن کے یہان مزدوری کی شرح اسقدر گھٹی ہوئی تھی کہ جس کے سبب سے وہ لوگ نہ صرف آسایش سے محروم تھے بلکہ اُنھین متمدن زندگی کے معمولی لوازمات بھی میسر نہ تھے اور یہ سقیم حالت نتیجہ تھی غذا کے ارزان ہونے اور بفراوانی ملنے کا۔ کیونکہ اسی وجہ سے انسانون کی تعداد اسقدر سُرعت کے ساتھ بڑھتی رہی کہ مزدوری کے بازار ہمیشہ پٹے پڑے تھے۔ یہ سلسلہ اِس حد تک بڑھا کہ ایک ہوشیار نظر باز جس نے بیس برس ہوئے

آئرلینڈ کا سفر کیا تھا اُس نے یہ بیان کیا کہ اُسوقت مزدوری کی شرح چار پنس روزانہ تھی۔ اور یہ کہ انھین مسلسل باکارین اِس حقیر کفاف کے ملتے رہنے کی بھی توقع نہ تھی۔

ارزان غذا کے یہ نتائج اُس ملک مین پیدا ہوا کیے ہین جہان یورپ کے دیگر ممالک سے زیادہ قدرتی وسائل موجود ہین اور اگر ہم کسی وسیع پیمانہ پر قومون کی معاشرتی اور تمدنی حالت کی تحقیق کرینگے تو ہم اِسی اصول کو ہر جگہ عمل پیرا پائین گے۔ ہم دیکھین گے۔ کہ اگر اور سب حالات مساوی ہون تو ایک قوم کی غذا اُس کی تعداد کے گھٹنے بڑھنے کا تصفیہ کرتی ہے اور اُسکی تعداد مین اضافہ اُسکی مزدوری کی شرح کا تصفیہ کرتی ہے پس مزید بران ہمکو یہ بھی معلوم ہو گا کہ جب مزدوری کی شرح سلسلے کے ساتھ گھٹی ہوئی ہوتی ہو اُس وقت چونکہ دولت کی تقسیم مین مساوات بالکل قائم نہین رہتی۔ لہذا۔ پولٹیکل قوت اور سوشیل اثرات غیر مساوی ہون گے۔ اِسے یون سمجھنا چاہیے کہ ابتدائی حالت مین کسی قوم کے طبقۂ اعلیٰ اور طبقۂ ادنی کا معمولی اور اوسط تعلق اُن خصوصیات فطری پر موقوف و منحصر ہوتا ہو جن کے طریق عمل کے ظاہر کرنے کی مین نے کوشش کی ہو۔ اب جو ہم اِن سب باتون کو یکجا کرین گے تو مجھے یقین ہے کہ (ایسی وضاحت سے جس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا) ہم یہ دریافت کر سکین گے کہ عالم طبیعی اور عالم اخلاقی مین کیسا قریبی تعلق ہے۔ وہ کون قانون ہین جن کا یہ تعلق تابع اور محکوم ہوتا ہو اور وہ کیا وجوہ تھے جیسے اتنے قدیم تمدنون نے ایک خاص حد تک نشو و نما پائی اور پھر اِسطرح زوال پذیر ہو گئے جس سے وہ نہ تو فطرت کے دباؤ کو ٹال سکے نہ اُن خارجی مزاحمتون سے سر بر ہو سکے جن کے سبب سے اُنکی ترقی کی رفتار قاطبتہً رُکی ہوئی تھی۔

اگر سب سے پہلے ہم ایشیا کیطرف رُخ کرینگے تو دیکھینگے کہ وہ جسیمہ آثار خارجی اور آثار داخلی[۱] کے تصادم

[۱] یعنی انسانی طبیعت پر گرد و پیش کے سامان اور آثار فطری کے اثر یا گرد و پیش کے سامانون اور آثار فطری پر انسانی طبیعت کے اثر کی تشریح ایسے ہی مقامات کے مطالعہ سے ہو سکتی ہو جہان یہ دونون عمدہ حیثیت سے کر رہے ہون۔

سے تعبیر کرتے ہین اُسکی ایک عمدہ مثال وہان پیش نظر ہوتی ہے۔ ایشیائی تمدن (اُن اسباب سے جو بیان ہو چکے ہین) ہمیشہ سے اس زرخیز قطعہ مین محدود رہا ہے جسمین دولت آسانی سے مہیا ہو سکتی ہو۔ اسی وسیع منطقہ مین دُنیا کے بعض نہایت ہی سرسبز قطعات شامل ہین اور اُسکے تمامی ممالک مین ہندوستان ہی وہ مُلک ہے جسمین قدیم ترین زمانہ سے سب سے بڑھا چڑھا تمدن رہا ہے۔ اور چونکہ ہندوستان کے بارے مین کسی رائے کے قائم کرنے کیلئے ایشیا کے کسی دوسرے حصّے کے بہ نسبت سامان اور مواد بکثرت موجود ہی۔ لہذا مین یہ قصد کرتا ہون کہ اُسے بطور نمونہ کے منتخب کرون۔ اور اُسی کے ذریعے سے اُن قوانین کی توضیح کرون جو اگرچہ علم سیاست مدن۔ علم کیمیا اور علم خواص اعضا سے استقراءً ماخوذ ہین۔ لیکن اُنکی تصدیق ایسی وسعت نظری کے ساتھ ہو سکتی ہے جس کے واسطے صرف فن تاریخ سامان بہم پہونچا سکتا ہے۔

ہندوستان مین قطعی ایسی حرارت کی شدت وسختی سے وہ قانون اپنا عمل کر رہا ہے جسکی وجہ سے معمولی غذا بجائے اسکے کہ کاربن آمیز ہو آکسیجن آمیز ہوتی ہے۔ یہ ایک دوسرے قانون کی وجہ سے لوگون کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی خورش عالم حیوانات سے نہ لین بلکہ عالم نباتات سے لین جسمین نشاستہ سب سے اہم جزو ترکیبی ہوتا ہے۔ پھر درجات حرارت کے بڑھے ہوے ہونیسے لوگ ایسی محنت کرنے سے قاصر رہتے ہین جسمین سخت جفاکشی اور عرقریزی کرنا پڑتی ہے اور اس سبب سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی غذا کھائین جس کا بدل بفراوانی ملتا ہو اور جسمین یہ بات پائی جاتی ہو کہ تھوڑی مقدار مین تغذیہ (اخلاط) کی قوت زیادہ ہو۔ اب اگر یہ مندرجہ بالا خیالات صحیح ہون تو چاہیے کہ اقوام ہند کی معمولی غذا مین کچھ خصوصیات پائے جائین۔ چنانچہ وہ خصوصیات پائی جاتی ہین۔ یعنی بہت ابتدائی زمانے سے ہندوستان مین عام طور سے جو غذا رائج ہے وہ چاول ہی کہ جسمین اور غلّون کے بہ نسبت تغذیہ کی قوت زیادہ ہے۔ اُسمین نشاستہ کا جزو

بہت غالب ہوتا ہے اور اُسکے بونے مین مشقت کرنے والے کو بحساب اوسط اسقدر معاوضہ ملتا ہی جو کم از کم ساٹھ[1] گونہ ہوتا ہے۔

اِس طور پر یہ ممکن ہی کہ چند قوانین طبیعی کی تطبیق سے اِس بارے مین پیشین گوئی کیجا سکے کہ کسی مُلک کی قومی غذا (یعنی وہ غذا جسے عام طور سے اُس ملک کے عام باشندے کھاتے ہون کیا ہو گی۔ پھر۔ اس کے بعد جو لازمی نتائج ہین اُنکی بابت بھی پیشین گوئی ہو سکے گی۔ اِس حالت مین جو بات ایسی ہے کہ کچھ کم قابل تذکرہ نہین ہی وہ یہ ہے کہ اگرچہ اُس جزیرہ نما (یعنی ہندوستان) کے جنوبی حصے مین چاول کا چلن اُسقدر نہین ہے جیسا کبھی پیشتر تھا لیکن اُس کے عوض کوئی حیوانی غذا رائج نہین ہے بلکہ ایک اور غلہ جسے راگی کہتے ہین چاول کا قائمقام ہو گیا ہے۔ بہر نوع۔ اصلی چاول اُن حالات کے لحاظ سے جو مین نے بیان کیئے ہین اِسقدر وہان کے واسطے موزون ہے کہ ایشیا کے گرم ترین ملکو نمین قریب قریب سب کہین عام طور سے وہی کھایا جاتا ہی اور وہین سے اوقات مختلف مین وہ دُنیا کے دیگر حصص مین منتقل ہوتا رہا ہے۔

اقلیم اور غذا کے اِن مخصوصات کے نتیجے کے طور پر ہندوستان مین دولت کی تقسیم اُسی طرح غیر مساوی ہوئی ہے جسطرح ہمکو ایسے ملک مین ہونیکی توقع ہونا چاہیئے تھی جہان مزدوری کا بازار ہمیشہ پٹا پڑا رہتا ہے۔ اگر ہندوستان کے قدیم ترین زمانے کے وقائع (یعنی دو اور تین ہزار برس کے پُرانے وقائع) پر ہم نظر ڈالتے ہین کہ جو اب تک محفوظ رکھے گئے ہین۔ تو ہمکو اسکی شہادت ملتی ہے کہ اُسوقت بھی یہی سب حالات در پیش تھے جو اَب پیش پا افتادہ ہین اور ہم اسپر اعتماد کر سکتے ہین کہ یہی حالات و معاملات ٹھیک اُسوقت تھے جب ابتدائے سرمایہ کی فراہمی واضح طور سے شروع ہوئی تھی۔ ہم دیکھتے ہین کہ اُسوقت بھی طبقۂ اعلیٰ والے بیحد دولتمند تھے اور طبقۂ ادنیٰ والے نہایت مفلس و محتاج۔ ہم دیکھتے ہین کہ جنکی مشقت سے دولت پیدا ہوتی تھی وہ خود دولت کا سب سے کم حصہ پاتے تھے۔

[1] یعنی اگر چاول کا ایک دانہ بویا جاوے تو کم از کم اس سے ساٹھ دانے پیدا ہوتے ہین ۱۲

اور سب سے جُدا حصہ طبقۂ اعلی والے یا تو لگان یا منافع کے نام سے مہضم کر جاتے تھے۔ اور چونکہ عقل و دانش کے بعد دولت ایک مستقل ذریعۂ قوت ہے اِس لیے قدرتی طور سے یہی واقع ہوتا رہا کہ دولت کی تقسیم مین جس درجہ زیادہ عدم مساوات رہی اُسیقدر زیادہ عدم مساوات پولٹیکل اور سوشیل قوت مین بھی رہی۔ پس یہ کچھ بھی حیرت انگیز نہین ہو کہ بہت قدیم زمانے سے (یعنی جب سے کہ ہندوستان کی بابت ہماری واقفیت شروع ہوتی ہے) باشندگان ملک کا ایک بڑا گروہ جو حد درجہ غربت و فلاکت سے لُچ اور انتہا سے زیادہ بے سروسامان تھا (بیخبری کے عالم مین) ذلت و خواری مین پڑا اور متواتر مصائب سے شکستہ حال رہتا چلا آیا ہے اور اُسکی زندگی کا ماحصل صرف اسیقدر رہا ہے کہ کمینہ اطاعت کی اظہار مین اپنے سے اونچے لوگونکے سامنے سر نہوڑاتا رہے اور وہ صرف اسیقدر کام دے سکتا تھا کہ یا تو خود غلام بنجائے یا معرکۂ کارزار مین جاکے اِس لئے اپنی گردنین کٹوائے کہ اور لوگ غلام بنین۔

ہندوستان مین کسی مدت مدید کی بابت مزدوری کی اوسط شرح کا صحیح طور سے معلوم کرنا ناممکن ہے کیونکہ اگرچہ ہم مقدار کو رقم مین بیان کر سکتے ہین لیکن روپیہ کی قیمت (یعنی اُسکی قوت خریداری) مین بیحد و حساب کمی و بیشی رہتی آئی ہے جس کی علت مصارف پیداوار کے تغیرات ہوا کرتے ہین۔ مگر ہمارے پیش نظر مقصد کے واسطے تحقیقات کا ایک طریقہ ایسا ہی جس سے ایسے صحیح اور ٹھیک نتائج ظہور پذیر ہو سکتے ہین کہ وہ صحت مین اُن سب بیانات پر فائق ہون جو مزدوری کی شرحون کی مجموعی شہادتون پر مبنی ہوتے ہین۔ اور وہ طریقہ صرف یہ ہے کہ چونکہ کسی ملک کی دولت کی تقسیم مزدوری۔ لگان۔ منافع اور سود مین ہوتی ہے اور چونکہ سود بدرجۂ اوسط کا ایک صحیح پیمانہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ لازم آتا ہے کہ اگر کسی گروہ مین لگان اور سود دونون بڑھے ہون گے تو اُن کے یہان مزدوری ضرور گھٹی ہوئی ہوگی۔ پس۔ اب اگر ہم رائج الوقت سود کا روپیہ تحقیق

کر سکتے ہین اور یہ دریافت کر سکتے ہین کہ لگان مین پیداوار اراضی کا کسقدر حصہ کھپ جاتا ہے تو ہم مزدوری کی بابت بالکل ہی صحیح اندازہ کر سکتے ہین۔ کیونکہ مزدوری اُسیقدر ہوتی ہے جو باقی رہتا ہے[۲۲] یعنی وہ وہی رقم ہوتی ہے جو محنت کرنیوالے کے پاس لگان منافع اور سود ادا کرنے کے بعد بچتی ہے۔

اب یہ بات حیرت مین ڈالنے والی ہے کہ ہندوستان مین لگان اور سود کا نرخ ہمیشہ بہت بڑہا ہوا رہا ہے۔ منو کے قوانین مین (جو قریب سنہ ۹۰۰ قبل ولادت مسیح مین مرتب کیئے گئے تھے) روپیہ پر کم سے کم قانونی سود پندرہ فیصدی مقرر کیا گیا تھا اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ فیصدی اور اسے ایسا کُہنہ اور از کار رفتہ قانون نہین سمجھنا چاہیئے جو اب متروک ہو گیا ہو بلکہ بجائے متروک ہونے کے منو کے قوانین ابتک ہندوستانی اصول قوانین کے موقوف علیہ ہین اور ہمکو نہایت عمدہ سند سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ سنہ ۱۸۱۰ع مین روپیہ سے کام نکالنے کے بابت جو سود دیا جاتا تھا اُسکی تعداد ۳۶ اور ۶۰ فی صدی کے اندر اولتی بدلتی رہتی تھی۔

ہمارے پیش نظر جو اجزا ہین اُنمین سے اِس ایک کے حساب کی بابت ہمین اسیقدر کافی ہے۔ اب رہا دوسرا جز یعنی لگان۔ اُسکی بابت بھی ہمارے پاس ایسی ہی

[۲۲] جب دولت کا اصلی ذریعہ انسان کی محنت قرار پا گیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو دولت پیدا ہوتی ہے وہ تین گروہو مین تقسیم ہوتی ہے یعنی کارکن گروہ۔ کارفرما گروہ۔ اور سرمایہ دار گروہ مین۔ کارکن گروہ کو جو حصہ ملتا ہے وہ اُس کی مزدوری کے نام سے موسوم ہوتا ہے کارفرما گروہ کا حصہ منافع یا لگان کہلاتا ہے اور سرمایہ دار گروہ کے حصے کو سود کہتے ہین تو اب یہ ظاہر ہے کہ یہ سب سے پہلے مقدار دولت مین سے لگان اور سود نکال لیا جاتا ہے اور اِس کے بعد جسقدر بچتا ہے وہ کارکن گروہ کے پلے پڑتا ہے یعنی جسقدر دولت پیدا ہوئی اُسمین کارفرما اور سرمایہ دار لوگونکے دستبرد سے جو رقم بچتی ہے وہی مزدورونپر تقسیم ہوتی ہو۔

جنچی ہوئی اور قابل اعتبار علومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ مین جو لگان بابت تردد اراضی کاشتکار ادا کرتا ہے اُس کا تخمینہ اجمالی ریا بالمقطع یعنے ایک کھیت کو دوسرے کے ساتھ لیکے) حاصل پیداوار کا ایک رُبع ہے فرانس مین اوسطاً ثناب ایک ثلث ہے دراں حالیکہ ممالک متحدہ امریکہ اور شمالی امریکہ مین یہ بہت مشہور و معروف بات ہے کہ) اور بھی کم ہے۔ اور حقیقت مین وہان بعض حصص مین تو بالکل براے نام ہے لیکن ہندوستان مین قانونی لگان یعنی وہ کم سے کم شرح لگان جسے قانون نے تسلیم کیا ہے پیداوار کی نصف ہے اور اگرچہ یہ ظالمانہ آئین ہے لیکن غضب یہ ہے کہ سختی کے ساتھ اسپر عمل نہین کیا جاتا کیونکہ اکثر حالتون مین لگان اتنا بڑھا دیا ہے کہ نہ صرف یہی ہوتا ہے کہ کاشتکار کو پیداوار کے نصف سے کم ملتا ہو بلکہ بقدر کم اس کے ہاتھ لگتا ہے کہ آئندہ فصل کے بونے کے واسطے اس کے پاس بساڑہ (تخم ریزی کا سامان) بھی نہین رہتا اور وہ ہمیشہ محتاج ہی رہتا ہے۔

ان واقعات سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ بالکل بدیہی ہے۔ چونکہ لگان اور سود ہمیشہ بہت بڑھا ہوتا ہے اور چونکہ سود (جیسا ہونا چاہئیے) منافع کی شرح کے بموجب گھٹتا بڑھتا ہے اس لئیے یہ ظاہر ہے کہ مزدوری کو بہت ہی گھٹا ہونا چاہئیے۔ کیونکہ جب ہندوستان مین ایک مقدار معین دولت کی تھی جو لگان۔ سود۔ منافع۔ اور مزدوری پر تقسیم ہونیوالی تھی تو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اول الذکر تینون کا بڑھنا جبھی ہو سکتا ہے جبکہ چوتھا گھٹے۔ بالفاظ دیگر اس کے یہ معنی ہین کہ مزدوری پیشہ لوگون کو جو معاوضہ ملتا تھا وہ بمقابلہ صنف اعلیٰ والون کے معاوضہ کے نہایت ہی کم تھا۔ اگرچہ یہ لازمی نتیجہ قیاسی ہے لیکن اس کے واسطے کسی مزید تائید کی ضرورت نہین ہے۔ کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمانہ حال مین (جسکی بابت ہمارے پاس براہ راست شہادت موجود ہے) ہندوستان مین مزدوری کی شرح نہایت ہی گھٹی ہوئی رہی ہے اور باشندے

سدا اسے اسیر مجبور رہے اور ابتک مجبور ہین کہ اتنی قلیل رقم کے واسطے محنت کرین جو مشکل سے اُنکی ضروریات زندگی کے واسطے کافی ہوسکے۔

ہندوستان مین قومی غذا کی افراط اور ارزانی کا یہ اولین نتیجۂ اعظم ہے جو ظاہر ہوا ہے۔ لیکن یہ خرابی اسی جگہ ختم نہین ہوگئی ہے۔ ہندوستان مین (اسیطرح جیسے کسی اور ملک مین) غریبی اور مفلسی موجب ذلت وحقارت اور دولتمندی باعث اقتدار وقوت ہوتی ہے جب اور باتین برابر ہون تو اشخاص واحد کیطرح انسانی جماعتون کی بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ جسقدر زیادہ دولتمند ہوتی ہین اُسیقدر اُنکا اثر اقتدار زیادہ بڑھا رہتا ہو پس اسکی توقع ہی تھی کہ دولت کی غیر مساوی تقسیم قوت واقتدار کی غیر مساوی تقسیم کا سبب ہوگی اور چونکہ تاریخ مین اسکی کوئی مثال قلمبند نہین ہوئی ہے کہ کسی جماعت نے اقتدار و قوت مین حصہ پایا ہو اور اُسے بیجا طور سے استعمال نہ کیا ہو تو ہم یہ بات آسانی سمجھ سکتے ہین کہ اسکی کیا علت تھی کہ ہندوستان والے (جن کے لئے اُنکے ملک کی اُن طبیعی حالت کے طبیعی قوانین کے سبب سے افلاس مقدر ہوچکا تھا) ایسے نکبت وادبار مین گرفتار ہوئے جس سے وہ کبھی نکل ہی نہ سکے۔ مندرجۂ بالا بیانات سے جو اصول اسقدر منقح ہوگیا ہو کہ اب اُسمین کوئی شخص چون وچرا کرہی نہین سکتا اُسکے (ثبوت کے لیے نہین بلکہ صرف) وضاحت کے واسطے چند مثالین پیش کیجا سکتی ہین۔

ہندوستان مین عوام الناس کو شُودر کا لقب دیا گیا ہے اور اُنکی بابت ملکی قوانین مین چند تفصیلی وجزئی اور نہایت عجیب قاعدے معین کیئے گئے ہین۔ اگر اس نکبت زدہ گروہ کا کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اُسی جگہ پر بیٹھے جہان اُس سے اونچے درجے والے بیٹھتے ہین تو وہ یا جلا وطن کردیا جائے یا کوئی دردناک اور ذلیل سزا بھگتے۔ اگر وہ اپنے سے اونچے درجے والون کا بے ادبی سے ذکر مذکور کرے تو اُس کا منہ جلا دیا جائے اگر وہ درحقیقت اُن سے کچھ گستاخانہ پیش آئے۔ تو اُسکی زبان کاٹ ڈالی جائے۔ اگر وہ

کسی برہمن کو کچھ ستائے تو اُسکی گردن ماری جائے۔ اگر وہ اُسی مسند پر بیٹھ جائے جسپر کوئی برہمن بیٹھا تھا تو وہ عمر بھر کے واسطے لنجا کر دیا جائے۔ اگر محض معلومات دہاعل کے شوق مین کسی مقدس کتاب کو پڑھتے ہوئے سُن بھی لے تو اُس کے کانون مین کھولتا ہوا تیل ڈال دیا جائے۔ اور اگر کہین وہ اُسے یاد کر لے تو بس جان ہی سے مار ڈالا جائے۔ اگر وہ کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اُسکی سزا اُس سے کہین زیادہ دیجائے جو اُس سے اونچے درجے والون کے واسطے مقرر ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اُسکو مار ڈالے تو قاتل کے لئے اس قتل کی سزا اُسیقدر مقرر ہے جسقدر ایک کُتے یا بلی یا کوّے کے مارنے کی ہے۔ اگر وہ اپنی بیٹی کو کسی برہمن کے ساتھ بیاہ دے تو (اُسکے ایسی چھوت لگ جاتی ہے کہ) اس جرم کے لئے کوئی ایسا کفارہ جو دُنیا مین دیا جا سکتا ہے کافی نہین ہو سکتا۔ اور اس لیے یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ وہ برہمن اس خطا پر جہنم مین جائیگا کہ اُس نے ایسی عورت کو چھو لیا جو اُس سے بدرجہا کم ذات تھی حقیقت مین یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ مزدور کا محض نام بھی حقارت و ذلت کا مظہر ہوگا اور اُس سے فوراً اُسکی حیثیت و منزلت ٹھیک طور سے سمجھ مین آجائیگی اور محض اس لئے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ سب باتین اُس گروہ کی ماتحتی کے برقرار رکھنے کے واسطے کافی نہون فی الواقع ایک قانون بنا دیا گیا تھا کہ جسکی رو سے وہ لوگ دولت جمع کرنے سے ممنوع کر دیئے گئے تھے۔ اور اس لئے یہ شرط بھی لگا دی گئی تھی کہ اگرچہ کسی غلام کو اُس کا آقا آزاد بھی کر دے لیکن اُس کی گردن سے غلامی کا طوق نہ نکلے گا۔ اور وہ غلام ہی بنا رہیگا کیونکہ مقنن کا بیان ہے کہ "جو حالت اُسکی فطری ہے اُس سے کون شخص اُسکو نکال سکتا ہے"۔

سچ ہے۔ اُسے کون نکال سکتا ہے؟ مین نہین سمجھ سکتا کہ وہ قوت کہان تھی جس سے ایسی بڑی کرامات ظاہر ہوئی تھی۔ کیونکہ ہندوستان مین غلامی اور نہایت ہی ذلیل اور رذیل غلامی ایک قدرتی حالت تھی باشندگان ملک کی ایک بڑی جماعت کی۔ اور

یہ وہ حالت تھی جسمین اُنکو ایسے قوانین طبیعی نے مقدر کیا تھا جن کا مقابلہ کرنا ناممکن تھا
سچ یہ ہے کہ اُن قوانین کا زور اسقدر بے پناہ ہے کہ جہان کہین اُن کا عمل دخل ہوا
ہے وہان اُنھون نے (غلّہ یا دولت) پیدا کرنیوالی جماعتون کو دائمی ماتحتی مین رکھا ہی
اور کسی گرم مُلک کی تاریخ مین (جہان دولت بفراوانی جمع ہوگئی ہو) کوئی مثال اسکی نہین
ملتی کہ وہان کے باشندے اپنی قسمت کے نوشتے کو مٹا سکے ہون - کوئی مثال اسکی نظر
نہین آتی کہ اقلیمی حرارت نے غذا بافراط مہیا نہ کی ہو اور غذا کی افراط نے پہلے تو دولت
اور پھر پولٹیکل اور سوشیل اقتدار و قوت کی تقسیم غیر مساوی نہ کی ہو - جو قومین اِن حالات
مین پڑ گئی ہین اُنمین عوام الناس کسی شمار مین نہین ہین سلطنت کے نظم و نسق مین
اُنکی آواز سُنائی نہین دیتی اور وجود دولت کہ خود اُنکی مشقت سے پیدا ہوتی ہے اُسپر اُنکا
بس نہین چلتا - اُنکا کام صرف اسیقدر ہے کہ محنت کیے چلے جائین اور اُنکا فرض یہی
ہے کہ اطاعت کرتے رہین - اِس طور پر اُنمین کورانہ اور کمینہ اطاعت کی وہ عادتین
پیدا ہوگئین جنھون نے اُنکی ایک ایسی خاص قطع بنا دی کہ جس کا پتہ ہمکو تاریخ سے
ملتا ہے کیونکہ یہ بات بالکل شک و شبہ سے پاک ہے کہ اُنکی تمام پچھلی روئدادون اور
سرگذشتون مین کوئی مثال اسکی نہین ملتی کہ اُن لوگون نے کبھی اپنے حکمرانون سے سرتابی
کی ہو - اُنمین کبھی قبیلون کی باہمی میدانداری نہین ہوئی - نہ کوئی عام بلوا ہوا حتّٰی کہ
کسی عام سازش کا بھی پتہ نہین چلتا بیشک اِن شاداب و زرخیز ملکونمین بہت سے انقلابات ہوئے لیکن وہ
سب اوپر (یعنی طبقۂ اعلیٰ) سے شروع ہوئے نہ کہ نیچے (یعنی طبقۂ ادنیٰ) سے اُنمین جمہوریت کا جزو ہمیشہ
مفقود رہا ہی - بادشاہونکی جنگ جدل اور فرمانروا خاندانون کے باہمی نزاع و پیکار کی بارہا نوبت
آئی سلطنت مین بہتیرے انقلاب ہو گئے - محلات شاہی مین بہت سے ردّ و بدل ہوئے اور تخت شاہی پر معلوم کتنی
دفعہ تغیر ہوا - لیکن عوام الناس مین کوئی انقلاب نہونا تھا نہ ہوا - جو اُنکی قسمت کا لکھا تھا جسے
انسان نے نہین بلکہ یدِ قدرت نے لکھا تھا وہ نہ مٹنا تھا نہ مٹا - اور وہ اپنی اُسی کم بختی اور بدبختی

مین رہنے والے تھے سو رہے - اور جسوقت تک کہ یورپ نے تمدن مین سر نہین اُبھارا اُسوقت تک نہ تو دیگر قوانین طبعی نے اپنا عمل شروع کیا نہ دیگر نتائج ظہور پذیر ہوئے -
اول اول یورپ ہی مین مساوات کے قریب پہونچنے کی کوشش اور قوت و دولت کی تقسیم مین جو بے اندازغیر مساوات تھی (کہ جو قدیم تر ممالک مین ضعف و کمزوری کی اصلی بنیاد تھی) اُس کے برابر کرنے کا رجحان شروع ہوا - اور بطور ایک لازمی نتیجے کے یہ سہرا یورپ ہی کے سر بندھا ہے کہ ہر ایک شے جو تمدن کے نام کی شایان ہے وہین سے شروع ہوئی - کیونکہ صرف یورپ ہی مین اسکی کوششین کی گئین کہ قوم کے مختلف اجزاء ترکیبی مین موازنہ قائم رکھا جائے اور یورپ ہی مین سوسائٹی ایسے منصوبے کے بموجب ترکیب دیگئی کہ جو اگرچہ کافی طور سے وسیع نہ تھا لیکن اسمین اتنی گنجائش ضرور تھی کہ سوسائٹی مین جتنے مختلف درجات اور طبقات تھے اُن سب پر حاوی ہو سکتا تھا اور اس طور سے ہر طبقہ اور درجہ کو ترقی کی جگہہ دیکے کل مجموعہ کی پیشقدمی اور استقلال کو محفوظ اور برقرار رکھ سکتا تھا -[۲۳]

---

[۲۳] یعنی ایشیائی ملکو نمین ذات برادری کے جھگڑے اور پیشہ اور ہنر کی تقسیم نے اعلی اور ادنی مدارج ایسے قرار دیدیئے تھے کہ انسان کے واسطے ترقی کا میدان تنگ ہوگیا تھا اور آزادی کے ساتھ اپنے جوہر طبعی دکھانے کا موقع بہت کم رہگیا تھا اور اسوجہ سے بلحاظ دولت - بلحاظ ناموری وعزت اور بلحاظ ملکی اقتدار و قوت کے متعدد گروہ ایسے بنگئے تھے جن مین سے بعض بالکل ان نعمتون سے محروم اور بعض بلاشرکت غیرے اُنھین میراث جدوپدر بنائے ہوئے تھے - جو لوگ محروم تھے اُن کے واسطے یہ ناممکن تھا کہ کسی کوشش سے بھی وہ اُن نعمتون کو پاسکتے اور جو لوگ اُن سے بہرہ مند تھے وہ کسی حکمت سے بھی محروم نہین کیئے جاسکتے تھے - مثلاً ہندوستان مین ایک برہمن بچہ ودیادانت سمجھا جاتا تھا اور اسکی بداعمالی یا جہالت بھی اُس کے سر پر سے دستار فضیلت اُتار نہین سکتی تھی - یا ایک چھتری برن پیدائشی سورما اور نبرد آزما اور حکمران

جس صورت سے یورپ کے بعض مخصوصات طبیعی نے انسان کے اوہام و وساوس
کو دور کرکے اُسکی ترقی مین مدد دی ہو وہ اس باب کے خاتمے کے قریب بیان ہون گے
لیکن چونکہ اُس کے بیان مین بعض ایسے قوانین کی تنقیح کرنا ہوگی جنپر مین نے ہنوز نظر
نہین ڈالی ہے - لہذا - یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن تحقیقات کو ہمنے شروع کیا ہے
پہلے اُس کا تکملہ کرلین اور اس لیئے میرا یہ قصد ہے کہ مین اس بات کو ثابت کرون
کہ جو سلسلۂ استدلال ابھی ہندوستان پر منطبق کیا گیا ہے وہ یکسان طور سے مصر (۲۵) میکسیکو

جیسے سمجھا جاتا تھا چاہے اُسکی طبیعت مین یہ صفات
خلقی ہون یا نہون اسطرح ایک شودر ازلی غلام
اور رہا کرتا تھا اور وہ کسی کوشش سے بھی دُنیا
مین موقر اور معزز نہین ہوسکتا تھا - برخلاف
اس کے یورپ مین یہ جھگڑے اور قصّے کبھی نہ تھے
اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے حسب مرضی
کوئی پیشہ اختیار کرکے سربلند ہوسکتا تھا - پس
وہان نسب کے بہ نسبت جوہر ذاتی کی پرسش
زیادہ تھی - اور ہر شخص اپنے وہبی صفات اور کسبی
کمالات کے اعتبار سے دُنیا مین مقتدر ہوسکتا
اور نام و نمود پیدا کرسکتا تھا ۱۲ -

(۲۵) میکسیکو - جنوبی امریکہ کے منتہاے جنوب غرب
کا ملک ہے - یہان زمانہ قدیم مین تمدن نے ایک
خاص حد تک بہت اچھی ترقی کی تھی - اسکی تاریخ
سے ترقی کے دو دورون کا پتہ چلتا ہے - پہلا دور
ساتوین صدی عیسوی سے شروع اور بارھوین
صدی مین ختم ہوا - دوسرا دور ۱۳۰۰ع سے
شروع اور ۱۵۱۹ع کو ختم ہوا کہ جس وقت سے
اہل اسپین کا دور دورہ ہوگیا - یہان کے اصلی
باشندے جن کے دم سے تمدن نے رونق پکڑی
نرم مزاج صلح جو محنتی مستعد اور کارگزار تھے
اُنھون نے زمین کی کاشتکاری کی - زمین کے
نیچے اور اوپر عمارتین کھڑی کین شہر بسائے
عبادتگاہین تعمیر کین جن کے آثار و یادگار
ابتک ہسپانیۂ جدید مین ملتے ہین - وہ دھاتون
کا گلانا سخت سے سخت پتھرون کو کاٹنا اور
جلا کرنا مٹی کے برتن بنانا - اور مختلف قسم کے
کپڑے بننا جانتے تھے - وہ واقعات کے محفوظ
رکھنے کے واسطے خطوط تصویری سے کام لیتے
تھے - گرہنون کے اسباب و علل سے واقف تھے ۱۲ -

اور پیرو پر چسپان ہو سکتا ہے کیونکہ اسطرح ایک ہی سلسلۂ بیان مین ایشیا۔ افریقہ
اور امریکہ کے نہایت نمودار تمدنون کو شامل کر لینے سے ہم اس قابل ہو جائینگے کہ
دیکھ لین کہ کس طرح مندرجۂ بالا اصول مختلف اور دور افتادہ ممالک مین ٹھیک اُترتے
ہین اور تب ہمارے ہاتھ مین ایسی شہادت ہو جائیگی جو کافی طور سے اتنی جامع اور

ہلا اُنھون نے دھوپ گھڑیان بنائی تھین اور
سال شمسی کا حساب مقرر کیا تھا اُنکے مذہبی
خیالات و معتقدات نہایت وحشیپن کے ساتھ
تھے اور دادگستری کے لئے قانون کا بھی پابند
نہ تھا۔ دوسرے دور مین مذہب نے کسیقدر
خوفناک صورت اختیار کی اور ارکان مذہبی
مین بیم و ہراس کی لے بڑھگئی اور نہ صرف
مذہب مین بلکہ تمدن کی ہر شاخ مین وحشیپن
کے ساتھ ہی کچھ دہشت اور ہیبت کی آمیزش
ہوئی تھی۔ اِسی دوسرے دور مین شہر مکسیکو
آباد ہوا۔

جب اِس ملک مین اہل اسپین کا عمل دخل
ہوگیا اسوقت سلطنت مین جمہوریت کا عنصر
غالب ہوا۔ قوانین مین سختی کا برتاؤ کیا گیا۔
اگرچہ عدالتون کے دروازے کھل گئے۔

۵۳۶ پیرو۔ جنوبی امریکہ کی ایک عمدہ جمہوری
سلطنت جس پر تمدن کے دو دور گذر چکے
ہین اور فی الحال تیسرا دور ہے جو سولھوین صدی
کے اوائل سے (یعنی جب سے اہل اسپین کا تسلط
ہوا) شروع ہوا ہے۔ اس کے تمدن کا ابتدائی
عہد وہ تھا جس کی بدایت و نہایت کی بابت
کوئی صحیح علم نہین ہے لیکن اُس وقت یہان کے
باشندے بڑے بڑے شہرون مین شاد و آباد
تھے اور بلحاظ تمدن زبان اور مذہب کے اسقدر
ترقی کیے ہوئے تھے جس حدتک دورۂ ثانی
والے بھی نہ پہنچ سکے۔ اُنکی یادگارین جو باقی ہین
وہ اُنکی تعمیرات۔ اُن کی نقاشی اور اُنکی مصوری
کے کمال کا ثبوت دے رہی ہین۔ اِن عمارتون
مین وہ صنعت صرف کی گئی تھی کہ اُن کے
جانشینون نے اُسے تسلیم کیا اور اُنھین کو
نمونہ قرار دیا۔ سب سے بڑھکے حیرت انگیز یہ امر
ہے کہ اُنھون نے جہان عمارتین بنائی تھین
وہ مقام سطح سمندر سے بارہ تیرہ ہزار فٹ بلند ہے
اور اب کہ وہ بالکل برف سے ڈھکا ہوا ایک

مانع ہوگی کہ اُس کے ذریعے سے اُن بڑے قوانین کی جانچ کی جاسکے گی جن کی بابت (الغیر اس احتیاط کے) شاید یہ خیال پیدا ہو کہ ہین نے نہایت ناقص اور خفیف مواد اور مصالح سے ترتیب دیکے کچھ کلیات بنائے ہین۔

جن وجوہ سے افریقہ کی کل قومون مین صرف مصر والے متمدن ہوئے وہ بیان ہو چکے ہین اور یہ ظاہر کیا جا چکا ہے کہ وہ اسباب انھین مخصوص حالت طبیعی پر موقوف و منحصر تھے جنسے مُلک مصر اپنے گرد و پیش کے ملکون سے ممیز ہو رہا تھا۔ انھین خصوصیات طبیعی نے حصول دولت کو آسان کر کے نہ صرف وہان کے باشندون کے پاس مادّی سامان (ایسے سامان کہ جنھین وہ کسی اور صورت سے پا ہی نہ سکتے تھے) مہیا کیئے۔ بلکہ اُنھین جو صاحب عقل و حکمت گروہ تھا اُسکو ایسی فراغت اور دلجمعی بھی بخشی اور ایسا موقع بھی دیا کہ وہ اپنے مبلغ علم اور دائرہ آگہی کو وسیع کر سکین۔ درحقیقت یہ سچ ہے کہ باوجود اُن سب فوائد کے اُس نے کوئی بڑا قابل قدر کارنمایان نہین کیا لیکن اسکے وجوہ جو کچھ تھے وہ آگے چلکے بیان ہون گے۔ بہرطور۔ یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ افریقہ مین جتنی قومین آباد تھین اُنمین سے صرف باشندگان مصر نے خود اپنے آپ کو سب سے زیادہ سربلند کیا۔

چونکہ ہندوستان کیطرح مصر کا تمدن بھی سرزمین کی شادابی اور زرخیزی اور اقلیم کی شدت حرارت پر مبنی تھا اسوجہ سے دونون ملکون مین ایک ہی قوانین نے اپنا جلوہ دکھلایا اور قدرتی طور سے دونون جگہ یکسان نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ ہم دیکھتے ہین کہ دونون ملکون مین قومی غذا ارزان اور با فراط تھی اور اسی بنیاد پر دونون جگہ مزدوری کا بازار مزدورون سے پٹا پڑا رہتا تھا اور اسی سبب سے دولت اور اقتدار و قوت کی تقسیم غیرمساوی

؎ وحشت ہے عقلین اُنھین دیکھ کے حیران ہوتی ہین کہ ایسے مقام جہان انسان کا گزر مشکل ہے بنا نیوالون نے	یہ کارگری کیسے دکھائی تھی اور کسطرح زمانۂ قدیم مین یہ مقام پایۂ تخت رہا ہوگا۔ ۱۲

تھی اور بطور نتیجہ لازمی کے وہ تمام حالات پیش تھے جو ایسی عدم مساوات سے ضرورۃً
پیدا ہوتے ہین جس طور سے اس سلسلہ اسباب نے ہندوستان مین اپنا عمل کیا اسکی
تنقیح کی کوشش مین ابھی کر چکا ہون اور اگرچہ ملک مصر کی قدیم حالت کے مطالعہ کیلئے
ساز و سامان بہت ہی کم ہین لیکن تاہم وہ اسقدر کافی و وافی ہین کہ جنسے یہ ثابت ہو سکتا ہے
کہ دونون مقامون (یعنی ہندوستان اور مصر کے تمدنون مین کیسی عجیب مشابہت اور
مماثلت ہے اور وہ اصول اعظم جنھون نے دونون ملکونکی پولیٹکل اور سوشیل ترقی کی رہبری
کی ہے کسقدر متحد ہین

جب ہم اُن اہم ترین حالات کی تحقیق ابتک کرتے ہین جو مصر کے قدیم باشندون سے
علاقہ رکھتے تھے تو ہم دیکھتے ہین کہ وہ بالکل اُن حالات کے چربے تھے جنکو ہمنے ابھی ہندوستان
مین مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے اُنکی معمولی غذا کے مطالعہ پر نظر ڈالنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ جو نسبت چاولون کو ایشیا کے شاداب ترین حصون سے ہے وہی نسبت کھجورون
کو افریقہ سے ہے۔ دجلہ سے بحر اطلانٹک تک جتنے ملک ہین اُنمین سے ہر ایک مین کھجورون
کے درخت پائے جاتے ہین اور عرب اور نیز خط استوا کے شمال مین (قریب قریب پورے
افریقہ مین) کھجورون سے کرورہا مخلوق خدا کے لیئے روزانہ خورش مہیا ہوتی ہے۔ بیشک
افریقہ کے صحرائے اعظم کے اکثر حصص مین کھجور کا درخت پھل پھول لانے کے قابل نہین ہوتا
لیکن قدرتی طور سے وہ بہت بارآور اور سخت جان درخت ہوتا ہے۔ اسمین اس افراط
سے کھجورین پھلتی ہین کہ صحرائے اعظم کے شمال کی جانب اُنکو نہ صرف انسان بلکہ پالو جانور
تک کھاتے ہین۔ اسی طرح مصر مین (جہان یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خود رو اُگتا ہے) کھجورین
اس کثرت سے پیدا ہوتی ہین کہ باوجود باشندون کی خاص خوراک ہونے کے بہت ابتدائی
زمانے سے وہ اونٹون کو بھی عام طور سے کھلائی جاتی ہین اور یہی اونٹ ہی وہ باربرداری کا
جانور ہے جو عموماً اس ملک مین چلتا ہے۔

ان واقعات سے یہ واضح ہے کہ اگر مصر کو افریقہ کے تمدن کا بہترین نمونہ قرار دین اور ہندوستان کو ایشیا کے تمدن کا بہترین نمونہ۔ تو ہم یہ کہ سکتے ہین کہ افریقہ کے تمدن سے جو نسبت کھجوردن کو ہے بالکل وہی نسبت ایشیا کے تمدن سے چاولون کو ہے۔ اب یہ بات قابل لحاظ ہو کہ چاول بن جو اہم خصوصیات طبیعی ہین وہی کھجورین بھی پائی جاتی ہین۔ کیمیائی حثیت سے (یہ مسلم ہوچکا ہو کہ) دونون کے اجزائے ترکیبی مین جزء غذائی ایک ہے۔ یعنی ہندوستانی غلہ (چاول) کا نشاستہ اولٹ کر مصر کی شکر ہو گیا ہے[۲۷]۔ پھر بلحاظ موسمی قوانین کے اُن کا ارتباط واتحاد مساوی طور سے واضح ہے۔ کیونکہ چاولون کیطرح کھجورین بھی گرم ہی ملک کی پیداوار ہین۔ اور خطوط سرطان وجدی کے درمیان ہی (یعنی منطقۂ حارہ مین) وہ زیادہ بارآور ہوتی ہین۔ پھر بلحاظ اُنکی افراط اور سرزمین سے اُنکی تعلق کے قوانین کے دونونمین بہت قریبی مماثلت ہو۔ کیونکہ چاولون کیطرح کھجورین بھی زیادہ مشقت نہین چاہتین۔ اور جب پیدا ہوتی ہین تو افراط سے پیدا ہوتی ہین اور پھر جسقدر (مخلوق کی) پرورش اُن کے ذریعے سے ہوتی ہو اُسکے مقابلے مین وہ زمین کا بہت کم حصہ گھیرتی ہین۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ایک ایکڑ زمین مین دوسو سے زیادہ کھجورون کے درخت نصب کیئے جاتے ہین۔

یہ وہ عجیب وغریب مشابہتین ہین جو مختلف ملکونمین ایک ہی قسم کے طبیعی حالات سے قدرتی طور پر ظہور پذیر ہوتی ہین۔ ہندوستان کی طرح مصر مین بھی تمدن حاصل کرنیسے پیشتر (انسانون کو) ایک شاداب و زرخیز زمین ملی تھی۔ چنانچہ ایک طرف تو زمین کی زرخیزی نے یہ اعانت کی کہ دولت کے پیدا کرنے مین بہت سُرعت ہوئی اور دوسری جانب غذا کی افراط نے جس تناسب سے دولت تقسیم کی اُسے سنبھالا۔ مصر مین سب سے

[۲۷] یعنی جسطرح چاول مین جزء غذائی نشاستہ غالب ہو۔ اسیطرح کھجور مین جزء غذائی شکر غالب ہے۔ اور بدن انسان کی ترکیب و قوام مین نشاستہ یا شکر دونون قریب قریب ایک ہی کام دیتے ہین ہندوستان کی ملکی خصوصیات کے لحاظ سے یہان نشاستہ کی جیسی ضرورت ہو ویسی ہی مصر کی ملکی خصوصیات کے لحاظ سے وہان شکر کی حاجت ہے۔

زیادہ شاداب مقام سعید ہے اور ٹھیک یہی مقام ایسا ہے جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ علم و ہنر کا بہت عرصے تک مینہ برستا رہا۔ وہیں تھیبس۔ کارنک۔ لکسر۔ ڈندیرا۔ اور رائیڈ فو کے کھنڈر ہیں۔ پھر سعید (یا تھیبد۔ جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) ہی میں ایک غذا ایسی رواج پائے

۲۸ واضح ہو کہ اگلے وقتوں سے ملک مصر دو قسموں پر منقسم چلا آتا ہے۔ (۱) نشیبی مصر جسے عریف کہتے ہیں یعنی مزروعہ و سیر حاصل۔ (۲) بالائی مصر جسے السعید کہتے ہیں یعنی خوشحال اور خوش قسمت یہ دوسرا حصہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ خوش آب ہوا اور صحت بخش ہے۔

۲۹ تھیبس۔ یہ عرض البلد ۲۵ شمال میں واقع ہے۔ قدیم زمانے میں بھی جنوبی (یا بالائی) مصر کا صدر مقام تھا اور یہ اتنا بڑا شہر تھا جس کا طول ۹ ½ میل تھا اور جسکی آبادی ۲۶ میل کے دور میں تھی۔ اس کے ویرانوں میں جو دور تک چلے گئے ہیں نو شہر شامل ہیں جنہیں لکسر اور کارنک بھی ہیں جو دریائے نیل کے ساحل شرقی پر چلے گئے ہیں کیونکہ تھیبس دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد تھا اور دریا نے اُس کے چار حصے کر دیئے تھے۔ زمانہ قدیم میں اسکی ابتدائی آبادی کا حال تو بخوبی تحقیق نہیں لیکن اسمیں حکمرانان مصر کے گیارھویں خاندان کے عہد کی یادگاریں ہیں اور سن عیسوی سے ہزار پندرہ سو برس پیشتر یہ اتنا شاداب و آباد تھا کہ فراعنہ مصر کے پایۂ تخت ممفس سے فوق لیگیا تھا۔ ہومر (مشہور یونانی شاعر) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے زمانہ تک یہ ایک بڑا آباد شہر تھا چنانچہ ہومر نے اسے "شہر صد دروازہ" کہا ہے۔ کیونکہ اسمیں کوئی حصار نہ تھا اور اُسمیں آمد و رفت کی صدہا راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ اب اسمیں عرب فلاحین کے چند خاندان آباد ہیں۔ جنکی بسر اوقات سیاحوں کو زیارت کرانے اور پُرانی قبروں سے بزرگوں کے تبرکات نکال کے اُن کو بیچنے پر رہگئی ہے۔

۳۰ کارنک۔ فی الحال یہ ایک گانوں ہے اور اُس معبد کے نام سے موسوم ہے جس کے سبب سے اُسکی بڑی شہرت ہے۔ یہ مقام دریائے نیل سے نصف میل پر ہے اور وہاں قدیم معابد کے کھنڈروں کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے۔ ان کھنڈروں میں ایک دالان اتنا بڑا ہے۔ جس کا رقبہ ۱۷۰+۳۲۹ فٹ ہے۔ اس کے درمیانی

ہوئے ہی جو کھجورون اور چاولون سے کہین زیادہ سرعت کے ساتھ اپنی پودہ بڑھاتی ہے
یہ دھورا ہے جو ابھی تھوڑے دن اُدھر تک شمالی (یعنی بالائی) مصر کے لئے مخصوص تھا
اور جسکی تولید مثل (یعنی اپنے ہمجنس پیدا کرنے) کی قوت اتنی عجیب تھی کہ وہ محنت کرنیوالے کو

گزرگاہ بارہ ستونون پر قایم ہے جنمین سے ہرایک
۷۰ فٹ لانبا اور ۱۲ فٹ قطر کا ہے۔ اِس کے گرد
۱۲۲ ستون اور ہین جنمین سے ہرایک ۲۵ فٹ
لانبا اور ۲۷½ فٹ مدور ہے اور اسمین دو
مینار ہین جنمین سے ہرایک ۹۲ فٹ لانبا اور
۸ فٹ مربع ہے۔ اِن کھنڈرون سے قدیم مصر
کی تاریخ اور اُنکی روزمرہ معاشرت کے مرقعے
ایسے واضح طور سے پیش نظر ہوتے ہین جیسے اور
کہین نہین ملتے۔

۵۳۱ لکسر۔ یہ اصل مین الاکسر ہے۔ یہ دریائے
نیل سے ایک میل سے زائد فاصلہ پر ہے اور
چونکہ یہ کارنک کے معبدون کا تتمہ ہے اسوجہ سے
معمول کے خلاف اسکی عمارتین دریا کے رُخ پر
نہین ہین۔

۵۳۲ ڈنڈیرا۔ یہ دریائے نیل کے بائین (جنوبی)
ساحل پر ایک گانون ہے اِسی مقام پر مصر کی
دیوی وینس یعنی اتھر (زہرہ) کا ایک معبد ہے
جو ہنوز قائم ومحفوظ ہے۔ یہ معبد دریاے نیل سے
ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک ٹیکرے پر واقع ہے اس
معبد سے رومیون اور یونانیون کی ماتحتی مین
مصر کی مذہبی عمارتون کا جو طرز تھا اُس کا حال
بخوبی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس وقت فن تعمیر
اور فن نقاشی ومصوری کے نہایت اعلیٰ نمونے
نظر آتے ہین اسکے در و دیوار مین جو نقاشیان
ہین اُنہین بادشاہونکے مصروف بہ عبادت ہونے کے
مرقعے ہین۔ ستونون پر زہرہ کی تصویرین ہین اور
بالاخانہ پر کلیوپیٹرا اور بیٹالومی کی مورتین ہین اسکے
دو اور معبد ہین جو رومیون کے عہد کے معلوم
ہوتے ہین۔

۵۳۳ ایڈفو۔ یہ ایک بڑا گانون ہے اور جس معبد اعظم
کی وجہ سے شہرت پائے ہوئے ہے وہ ایک حد تک
اپنی اصلی حالت مین بجنسہ برقرار اور مصر قدیم
کی شاندار عمارتونکی یاد دلا رہا ہے۔ حالانکہ یہ
اُسوقت کا بنا ہوا ہے جب وہان فن تعمیر تنزل
کی حالت مین تھا پھر بھی اسکی صنعتون سے قدیم
مصریونکی دستکاری اور کمال ہنرمندی کا حال معلوم

ایک دانے کے عوض دو سو چالیس دانہ معاوضہ مین دیتا تھا۔ جنوبی (یعنی نشیبی) مصر مین سابقًا دھورا کا کوئی نام بھی نہ جانتا تھا۔ لیکن علاوہ کھجورون کے وہان کے باشندے ایک قسم کی روئی کنول گٹے کی پکاتے تھے[۳۴۳]۔ اور یہ درخت دریائے نیل کی سیرحاصل زمین سے خود بخود اُگتا تھا۔ یہ بہت ارزان اور سہل الحصول غذا ہوگئی اور اسکے ساتھ دوسرے درختون اور جڑی بوٹیون کی افراط مستزاد تھی کہ جنپر باشندگان مصر خاص کرکے بسر اوقات کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہان رسد اتنی بہتات سے تھی کہ مسلمانون کی یورش کے وقت صرف اسکندریہ کے شہر مین چار ہزار سے کم وہ لوگ تھے جنکی وجہ معاش لوگون کے ہاتھ سبزہ فروشی تھی۔

قومی غذا کی اس افراط نے واقعات کا ایک سلسلہ نتیجۃً رونما کردیا کہ جو اُس سلسلۂ واقعات سے بالکل مشابہ تھا جو ہندوستان مین پیش آئے تھے۔ عام طور سے افریقہ مین آبادی کے بڑھانے مین ایک طرف تو اقلیمی حرارت اعانت کرتی اور دوسری طرف زمین کی خرابی اسے روکتی بھی رہی۔ لیکن چونکہ سواحل نیل پر اس روک کا پتہ بھی نہ تھا (یعنی وہان زمین نہایت سیرحاصل تھی) اس سبب سے وہان وہ قوانین جو ابھی مذکور ہوچکے ہین بے روک ٹوک اپنا عمل کرنے لگے۔ انھین قوانین کا زور تھا کہ اہل مصر کو صرف یہی نہ تھا کہ سامان خورش ارزان تھا بلکہ انھین غذا کی حاجت بھی نسبتًا کم مقدار مین ہوتی تھی۔ اور یہ دوگونہ سلسلہ ایسا قائم تھا جس سے اُنکی تعداد اس حدتک بڑھی جس حدتک بڑھنا ممکن تھا۔ پھر طبقۂ ادنی والے اپنے بال بچون کو زیادہ تر آسانی سے

ہوتا ہو اُسکا بیرونی درجہ ۲۲۶ فٹ چوڑا ہو اور اُسکی در و دیوار پر بٹالومی کی عبادت کنان تصویرین ہین جو قیدیونکو قتل کرتا ہوا دکھایا گیا ہو۔ اسمین ایک دالان (جسمین سے ہوکے اصل معبد مین پہونچتے ہین) ۱۶۱ فٹ لانبا اور ۱۴۰ فٹ چوڑا ہو۔ دوسرے سرے پر جو برآمدہ ہو اُسمین اٹھارہ ستون ہین اور وہ ۸۲ فٹ چوڑا اور ۴۶ فٹ لانبا ہے۔

[۳۴۳] جیسے ان ممالک مین آم دانہ کی ٹکیان بناتے ہین۔

پرورش کر سکتے تھے کیونکہ درجات حرارت کے بڑھے ہوئے ہونے سے مصارف کا ایک
اور دروازہ بالکل بند تھا۔ یعنی گرمی اتنی پڑتی تھی کہ سن رسیدہ لوگون کو بھی بہت کم اور
ہلکے کپڑون کی ضرورت ہوتی تھی اور مزدوری پیشہ لوگون کے بچون کا تو یہ حال تھا کہ
وہ قریب قریب ننگے پھرتے تھے۔ اور بمقابلہ اُن سرد تر ملکون کے جہان معمولی صحت
کے برقرار رکھنے کے واسطے بھی گرم تر اور گران تر ملبوس لازمی ہوتے تھے یہ کیفیت
جو وہان تھی بالکل ہی عجیب تھی ڈائڈورس سکیولس ﴿۵۳۵﴾ (جسنے اُنیس سو برس اُدھر مصر کا سفر
کیا تھا) کہتا ہے کہ ایک لڑکی کے حد بلوغ تک پرورش کرنے مین کسی طرح بیس درہم سے
زیادہ صرف نہین ہوتے تھے۔ کہ جو انگریزی سکے مین مشکل سے تیرہ شلنگ کے مساوی
ہون گے۔ اور وہ اِسی بات کو ملک کے آباد ہونے کی ایک وجہ قرار دیتا ہے اور
انصاف یہ ہے کہ اُسکا خیال حق بجانب ہے۔

اب اگر ایک ہی جملہ مین اس سارے مضمون کو ادا کرنا چاہین تو کہہ سکتے ہین کہ
مصر مین آبادی اسوجہ سے یوماً فیوماً بڑھتی تھی کہ ایک طرف تو سرزمین باشندگان مُلک
کے لئے رسد کا سامان بفراوانی مہیا کرتی اور دوسری طرف اقلیمی حالت اُنکی مانگ (یا
خواہشات غذا) کو گھٹاتی رہتی تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ مصر نہ صرف افریقہ کے دیگر بلاد
سے بلکہ غالباً دنیائے قدیم کی تمامی بلاد سے زیادہ آباد تھا۔ بیشک اِس بارے مین ہماری

۵۳۵ ڈائڈورس سکیولس۔ یہ ایک نامور مورخ گذرا ہے جس کی تاریخ عالم چالیس جلدون مین ہے۔ اسمین ابتداے آفرینش سے سنہ ۶۰ قبل ولادت مسیح تک کے حالات تاریخی ہین۔ اب اس مین سے صرف ۱۵ جلدین اور کچھ اجزا زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہے ہین۔ اگرچہ اس مین بہت سی باتین غلط سلط اور عقل و قیاس کے مخالف ہین مگر پھر بھی جس قدر عمدہ واقفیت اِس سے حاصل ہوتی ہے وہ شاذ نادر کسی اور کتاب سے حاصل ہو سکتی ہے ۱۲۔

معلومات کسی قدر نا کافی ہین۔ لیکن جن ذریعون سے وہ معلومات حاصل ہوئی ہین اُنکی صحت و واقعیت مین کچھ بھی شک و شبہہ نہین ہے۔ ہیروڈوٹس[۱۳۵] (جس کا حال یہ ہے کہ جسقدر زیادہ اسکی بات کو سمجھو اُسیقدر زیادہ اُسکی صادق البیانی معلوم ہو) بیان کرتا ہے کہ امیسس[۱۳۶] کے عہد حکومت مین یہ کہا جاتا تھا کہ بیس ہزار شہر آباد ہین۔ غالبًا لوگ اِس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھین گے لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ڈائڈورس سکیولس (جسنے ہیروڈوٹس سے چار سو برس بعد مصر کا سفر کیا تھا اور) جس کے دل مین اپنے متقدم (یعنی ہیرڈوٹس) کی شہرت اور ناموری سے ایسا رشک و حسد سمایا ہوا تھا کہ وہ اُس کے بیانات کی تردید و تکذیب پر تُلا ہوا تھا وہ بھی اِس اہم معاملے مین اسکی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ صرف یہی نہین کہتا کہ اُس زمانے مین مصر مین ایسی گنجان آبادی تھی جیسی شاید کسی دوسرے مُلک مین ہو بلکہ (اُن روداد دن کی بنیاد پر جو اسوقت

---

[۱۳۵] ہیروڈوٹس۔ ایک مشہور و یگانۂ آفاق یونانی مورخ جسے ابو التاریخ کا خطاب زمانہ نے دیا تھا۔ اس نے یونان۔ افریقہ۔ ایشیا اور یورپ مین سیاحت کی تھی اور اسی سیاحت مین اُس نے اپنی بےمثل تصنیف کا مواد جمع کیا تھا۔ اِس کی تصنیف نو جلدون مین ہے اور قدما مین وہ نہایت معتبر و مستند ہے۔ چنانچہ وہ متعدد السنۂ یورپ مین ترجمہ ہو چکی ہے۔ ولادت قریب ۴۸۴ قبل ولادت مسیح

[۱۳۶] امیسس۔ یہ معمولی حیثیت کا ایک شخص تھا جو اپنے جوہر ذاتی کی وجہ سے پہلے تو ایک جنرل اور پھر ۵۶۹ قبل ولادت مسیح مین بادشاہ ہو گیا تھا اسنے یونانیون سے مراسم اتحاد و ارتباط پیدا کیئے ایک یونانی عورت سے شادی کی۔ یونان سے سلسلۂ تجارت قائم کیا اور اہل یونان کا ایک رسالہ اپنے باڈی گارڈ مین بھرتی کیا۔ فیثا غورث اور سولن نے اِس سے ملاقات کی تھی۔ اسس نے ۴۴ برس بادشاہت کی اور اپنے عہد حکومت مین اُس نے مصر کو بہت خوشحال بنایا۔ اور سنوارا تھا۔ اسی کے مرنے کے بعد مُلک کو اہل فارس نے فتح کر لیا۔

موجود تھین) وہ یہ بھی کہتا ہے کہ سابق مین وہ اتنا آباد تھا کہ دنیا کے آباد ترین ملکو نمین یگانہ و یکتا تھا اور اسمین اٹھارہ ہزار شہر بسے ہوئے تھے۔

قدیمی مصنفین مین یہی دو شخص تھے جو اپنے ذاتی علم و واقفیت کی رو سے مصر کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ اور اُنکی شہادت اسوجہ سے اور بھی زیادہ قیمتی ہے کہ درحقیقت وہ مختلف ذرائع سے حاصل کی گئی تھی۔ ہیروڈوٹس کی معلومات زیادہ تر ممفس[۳۸] مین حاصل ہوئی تھی اور ڈائڈورس کی لمقام تھیبس۔ اور اگرچہ ان دونون بیانات مین کتنا ہی اختلاف و تناقض کیون نہو لیکن باشندگان مُلک کی بہ سُرعت زیادتی اور حبس کمینہ و غلامانہ حالت مین وہ لوگ پڑے ہوے تھے۔ اُس کی بابت دونون متفق اللفظ ہین۔ حقیقت یہ ہی کہ صرف اُن عظیم الشان اور کثیر المصارف عمارتون کی (جو ابتک کھڑی ہوئی ہین) ظاہری ہیئت ایک ثبوت اُس قوم کی حالت کا ہے جس نے اُنھین تعمیر کیا تھا۔ ایسی بلند و بالا اور بھرپے سود عمارتون کے تعمیر کرنے کے واسطے لازم ہے کہ حکمرانون مین جور و تعدّی اور محکومون مین غلامی کا مادہ ہو۔ اگر یہ ایسے آزاد انسانون کا کام ہوتا جنھین اپنی محنت و مشقت کا واجبی صلہ انصاف اور دیانت سے ملتا ہوتا تو چاہے کتنی ہی بڑی دولت ہوتی اور کتنے ہی بیدریغ طریقہ سے وہ دولت لُٹائی جاتی وہ ان عمارتون کے مصارف کو کبھی کافی وانی نہوتی لیکن ہندوستان کیطرح مصر مین ایسے (یعنی انصاف اور دیانت داری کے ساتھ مزدور کو مزدوری

---

[۳۸] ممفس مصر کا مشہور و معروف شہر جو زمانہ قدیم مین اُس کا پایۂ تخت تھا۔ اِسے مینس نے (جو مصر کے اول حکمران خاندان کا پہلا بادشاہ تھا) آباد کیا تھا۔ اس شہر کے معابد نہایت عالیشان اور خوشنما تھے۔ سنہ ۶۳۹-۴۰ء مین اسے عمرو بن عاص (عاص؟) نے فتح کیا اور اُس کے آثار شکستہ سے فسطاط اور قاہرہ کو تعمیر کرایا۔ اب اسکے جو کچھ کھنڈر باقی ہین وہ بالکل زمین کے نیچے دبے پڑے ہین۔ ۱۲

دینے کے) خیالات نظر انداز ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہر امر کا رُجحان اس طرف تھا کہ سوسائٹی مین اعلیٰ طبقہ
والون کو بڑھاتی اور ادنیٰ طبقہ والون کو گراتی چلی جائے۔ اور ان دونون طبقون کے درمیان
ایک سدِ سکندری حائل تھی۔ اگر مزدوری پیشہ گروہ کا کوئی شخص اپنے معمولی کاروبار کو تبدیل
کر دیتا تھا یا اُسکی بابت یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ مُلکی معاملات کی طرف کچھ توجہ کر رہا ہے تو اُسے
نہایت سخت سزا دیجاتی تھی اور کسی حالت مین بھی ایک زراعتی مزدور کو یا ایک کاریگر
کو یا کسی ایسے شخص کو جو بادشاہ یا پیشوائے دین یا اہل سیف نہو یہ اجازت نہین دیجاتی تھی۔
کہ وہ زمین پر قبضہ کرے اور جائداد اراضی کا مالک بنے عوام الناس کی حالت باربرداری کے جانورون سے کچھ
ہی بہتر تھی اور اُن سے جسقدر توقع رکھی جاتی تھی اسی کی رکھی جاتی تھی کہ وہ برابر سخت
محنت کرتے چلے جائین اور ذرا بھی دم نہ لین۔ اگر وہ اپنے کام مین کچھ بھی تساہل کرتے تھے
تو اُن کے دُرّے لگائے جاتے تھے۔ اور یہی سزا اکثر اوقات خانگی ملازمون بلکہ عورتون تک کو
دیجاتی تھی۔ یہ اور اسیطرح کے اور معاملات اچھی طور سے سوچ سمجھ کے اختیار کیئے گئے تھے اور
اُس وسیع طریق معاشرت کے لئے بخوبی موزون تھے جو محض اس وجہ سے کہ اُسکی بنیاد
خود مختاری اور شخصیت پر قائم تھی ظلم و ستم ہی پر قائم رہ سکتا تھا۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ ساری قوم
کی محنت و مشقت قوم کے ایک چھوٹے سے حصے کے دست اختیار مین آگئی تھی اور اُسکی وجہ
سے یہ ممکن ہوگیا تھا کہ ایسی یادگار زمانہ عمارتین قائم ہوجائین جو بے غوری سے مطالعہ کرنیوالون
اور عام تماشائیون کے نزدیک اعلےٰ تمدن کا ثبوت دیتی ہین حالانکہ حقیقت مین یہ عالیشان
عمارتین ایسی حالت معاملات پر شاہد ہین جس مین سراسر نکبت و فلاکت تھی اور کچھ نہ تھا۔ اور
یہ حالت وہ تھی کہ جسمین ایک ناقص اور نامکمل تمدن کی کل ہنرمندی اور کاریگری اُنھین لوگون کو
گزند پہونچاتی تھی جن کو اُس سے نفع اُٹھانا چاہیئے تھا یعنی کہ عوام الناس نے جو ذریعے طلب منفعت

؎ یعنی جو لوگ صناع و دستکار اور کاریگر تھے وہ بجائے اسکے کہ اپنی ہنرمندی کا خاطرخواہ صلہ پاتے اور اُلٹے اِس عذاب مین گرفتار ہوتے تھے کہ جابر فرمانروا اُنھین تھوڑا معاوضہ دیکے دن رات محنت مین مصروف

کے پیدا کیئے تھے وہ اُلٹے اُنھین کے واسطے عذاب جان ہو گئے تھے۔

یہ کہ سوسائٹی کی ایسی حالت مین (جیسی کہ وہان تھی) انسانی مصائب اور تکالیف پر زیادہ لحاظ ہونا چاہیے تھا ایک ایسی بات ہے جس کی توقع رکھنا ہی بالکل فضول ہے تاہم اس بات سے ہم خود دنگ ہین کہ مصریین کس بے پروائی سے طبقۂ اعلیٰ والے ادنیٰ طبقے کے لوگون کی محنت اور اُنکی جانون کو بے دریغ ضائع اور برباد کرنے مین مشاق تھے۔ بیشک اس بارے مین (جیسا کہ اُن یادگارون سے جو کہ ہنوز باقی ہین بہت اچھی طرح ثابت ہوتا ہے) یہ لوگ فرد تھے اور اپنا ثانی نہ رکھتے تھے جسقدر یقین نہ آنے والی تضیع اوقات کی گئی ہے اُس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تین برس تک دو ہزار آدمی صرف ایک پتھر کو الفنٹائن سے سئیس[۱۱۵] تک لیجانے مین مصروف رہے تھے یا یہ کہ بحر احمر کی نہر مین ایک لاکھ بیس ہزار مصریون کی جانین کھپا دیگئی تھین اور یہ کہ اہرام[۱۱۶] مصری مین سے صرف ایک کی تعمیر کے واسطے تین لاکھ ساٹھ ہزار آدمیون کو بیس برس تک کام کرنا پڑا تھا۔

صر رکھتے تھے۔ فرمانرواؤن کے اس تعدی کی وجہ سے باوجود ہنرمند ہونے کے یہ لوگ ہمیشہ افلاس غلامی اور مظلومی مین پڑے رہے۔ نہ آزادی سے بسر کر سکے نہ فراغت اور خوشحالی سے زندگی گزار سکے۔ اُن کی قسمت مین ہمیشہ تنگدستی اور بدست و پائی ہی رہی۔

[۱۱۵] الفنٹائن۔ دریائے نیل کا ایک چھوٹا سا جزیرہ جو اسوان کے محاذ مین مصر اور نیوبیا کی سرحد پر ہے یہ عرض البلد شمال کے ۲۴ درجہ ۵ دقیقہ اور طول البلد شرقی کے ۳۲ درجہ ۵۴ دقیقہ مین واقع ہے۔

[۱۱۴] سئیس مصر مین ایک قدیم شہر تھا جو دریائے نیل کی ایک شاخ کے کنارے عرض البلد شمال کے ۳۱ درجہ ۴ دقیقہ مین واقع تھا۔ اب اسکے معبدون اور ایوان کے آثار و یادگار تک باقی نہین رہے ہین۔ البتہ یہان سے اکثر نفیس سنگی مورتین جو یورپ مین پہونچ گئی ہین۔ وہ محفوظ ہین ایک زمانے مین یہ مقام مذہبی پایۂ تخت کی حیثیت سے مرجع خلائق تھا۔ مصر کے چھبیسوین حکمران خاندان نے اسکو دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ لیکن اُسکے بعد ممفس کو یہ شرف حاصل ہوا۔ حکماء یونان مین سے سولن اور فیثاغورث نے اس شہر کی زیارت کی تھی اور افلاطون نے یہاں کے درسگاہون مین تعلیم پائی تھی۔

[۱۱۶] اہرام مصری۔ یہ مخروطی

اگر ہم ایشیا اور افریقہ کی تاریخ کو چھوڑ کے نئی دُنیا کی طرف مڑتے ہین تو مندرجہ بالا خیالات کی صحت و واقعیت کے تازہ ثبوت ہمکو ملتے ہین - اہل یورپ کے داخل ہونیسے پیشتر امریکہ کے جن مقامات مین کسیقدر تمدن تھا وہ مکسیکو اور پیرو تھے - اور اُنھین مین وہ پتلی سی چٹ بھی مستزاد کر دیجا سکتی ہے جو مکسیکو کے دکھن سے خاکنائے پناما تک چلی گئی ہے - اسی ملک مین (جو اب وسطی امریکہ سے نامزد ہی) یہ معلوم ہوتا ہے کہ باشندگان ملک نے اپنی سرزمین کی شادابی کی مدد سے محنت کر کے خود ہی کسیقدر علم حاصل کر لیا تھا - کیونکہ جو کھنڈر ابتک موجود ہین اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ میکانکس مین اسقدر درک اور فن عمارت مین آتنا سلیقہ رکھتے تھے جس کا حاصل کرنا ایک وحشی قوم کے لئے امکان سے خارج تھا - اس سے زیادہ اُن کی تاریخ کے بابت کچھ معلوم نہین ہے لیکن مثلاً کوپن[243] پیلنکی[244] اور اُکسمل[245] جیسے مقامون کی

شکل کی عمارتین ہین جو نئی اور پُرانی دونون دُنیاؤن مین پائی جاتی ہین - پُرانی دُنیا مین مصر اور نئی دُنیا مین مکسیکو وہ مقام ہے جہان یہ عمارتین نظر آتی ہین مصر کے اہرام دُنیا کے سات عجائبات مین شمار کئے جاتے ہین اور تعداد مین ستّر ہین جو رقبہ اور وسعت کے لحاظ سے بہت متفاوت ہین - اہرام مصری کی موضوع و مقصد کے بابت مدتون قیاسات قائم ہوتے رہے - اور اسپر بہت کچھ عقل آرائی ہوا کی کہ یہ عالیشان عمارتین کس غرض و غایت سے بنائی گئی تھین - بعضون نے یہ سمجھا کہ رصدگاہ کی ضرورت سے بنائی گئی ہونگی بعضون نے یہ قیاس لگایا کہ وہ ریگ کے طوفانون کے روکنے کے واسطے بنائی گئی ہونگی - بعضون نے اُنھین انبارخانے

اور بعضون نے خزانے سمجھا - بالآخر جنرل ہاورڈ وائیس نے دس ہزار پونڈ صرف کر کے یہ عقدہ حل کر دیا اور اسکی تحقیق انیق نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ اُن بادشاہون کے مقابر ہین جنھون نے چوتھے حکمران خاندان سے لیکر بارھوین حکمران خاندان تک کے سلسلے مین کچھ جاہ و جلال پیدا کیا اور عروج و اقبال کے منزل اعلیٰ مین قدم رکھا تھا[242]

۲۴۳ کوپن - کوایما لا (جو وسطی امریکہ مین ہو اُس) کا ایک برباد شدہ شہر جو اسی نام کے دریا کے کنارے تھا - اسکے کھنڈر تقریباً دو میل تک لب ساحل چلے گئے ہین - اُنھین مین ایک قدیمی معبد کے آثار شکستہ بھی ہین - جس کا طول ۶۲۴ فٹ ہو اور اس کے علاوہ بہت سی مخروطی شکل کی تعمیرین ہین جنمین سے ایک پر سو فٹ

عمارتون کے جو حالات ہمکو ملے ہین اُن سے یہ (قیاس) بہت زیادہ ممکن الوقوع معلوم ہوتا ہے کہ وسطی امریکہ ایک ایسے تمدن کا مستقر ہوگا جس کو تمام ضروری امور مین ہندوستان اور مصر کے تمدن سے مشابہ سمجھنا چاہیئے۔ یعنی اِس بارے مین مشابہ کہ دولت واقتدار و قوت کی

صد بلند ہے۔ اپر بتون کی مورتین نقش ہین جو مصر اور ہندوستان کی مورتون سے زیادہ مشابہ ہین۔

۴۴ پیلنکی۔ سترھوین صدی عیسوی کے وسط مین جب اہل اسپین نے مکسیکو کے صوبۂ چیاپس کے دشوار گزار اور گھنے گھنیرے جنگل کو طے کیا تو اُنھین وہان ایک قدیم شہر کے آثار و یادگار نظر آئے جن کے وجود سے سارا عالم بے خبر تھا۔ اسی کو اُن لوگون نے پیلنکی کے نام سے شہرت دی جو درحقیقت یہان سے قریب ایک موضع کا نام ہے۔ یہان ترشے ہوئے پتھرون کی دیوارین ہین جو گارے سے جوڑے اور خوبصورتی کے ساتھ بنائے گئے ہین دیوارون پر خط تصویر مین نہایت عمدہ کتبے ہین اور جا بجا نہایت اعلیٰ درجے کی نقاشی اور مصوری کی ہوئی ہے۔ لدائو کی چھتین ہین۔ عمدہ مینارے ہین جنمین دیوتاؤنکی تصویرین اور خط تصویر مین نوشتے اور کتابے ہین۔ صدہا برس سے یہ عہد سابق کی یادگارین گنجان جنگل مین چھپی ہوئی ہین حتی کہ جو لوگ یہان سے نصف میل کے فاصلے پر بھی رہتے تھے اُنھین بھی انکی خبر نہ تھی۔ یہان اکثر عمارتون مین نہایت بکثرت رنگ آمیزی کی ہوئی ہے۔ عمارتین اکثر ایک منزلی ہین۔ بعض دو منزلی سہ منزلی اور چومنزلی بھی ہین۔ اکثر معبد نہایت وسیع۔ خوشنما اور سیدھے بنے ہوئے ہین۔ سب سے بڑی عمارت جو یہان ہے وہ ایک سنگی چبوترے پر ہے۔ اِس کا طول ۳۱۰ فٹ عرض ۲۶۰ فٹ ہے اور اسپر جو عمارت ہے اُسکا طول ۲۰۰ فٹ اور عرض ۸۰ فٹ ہے اِسکی دیوارین ۲۵ فٹ بلند ہین۔ یہان کی مورتین بعض سیدھی کھڑی ہین اور بعض چار زانو بیٹھی ہوئی ہین۔ اور اُس کے گرد جسقدر پتھر جڑے ہین سب رنگے ہوئے ہین قصص پارینہ سے اسکا کچھ پتہ چلتا ہے کہ نہایت قدیم زمانے مین مکسیکو کا ایک پایۂ تخت ایسا تھا جسمین تمدن کی نہایت گرم بازاری تھی۔ عجب نہین وہ مقام یہی ہو۔

۴۵ مکسمل۔ یہان بھی نہایت شاندار عمارتون کے آثار شکستہ پائے جاتے ہین۔ انمین منقش مینار ہین جنکے صدر دروازون پر مورتین بیٹھی ہوئی ہین جو غالباً دیوتاؤن کے بت ہین۔ اِنکے چہرون پر آثار لطف و محبت نظر آتے ہین اور ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے ہین۔ مینارون کے دگرد اطراف و جوانب مین خط تصویر کے کچھ کتبے ہین۔

تقسیم وہان بھی غیر مساوی ہوگی اور عوام الناس کا کثیر الانفار گروہ نتیجتہً نہایت غلامی مین پڑا ہوا ہوگا۔

لیکن اگرچہ وہ شہادت جس سے ہم وسطی امریکہ کی حالت سابقہ کا اندازہ کرسکتے قریب قریب معدوم ہوچکی ہی تاہم مکسیکو اور پیرو کی تاریخون کے بابت ہم زیادہ خوش نصیب ہین کیونکہ ابتک متعدد اور قابل وثوق سامان ایسے موجود ہین جن سے اِن دونون مُلکون کی قدیم حالت اور اُنکی تمدن کی ماہیت اور وسعت کی بابت ہمکو رائے قائم کرنے کا موقع حاصل ہے۔ بہرکیف قبل اس کے کہ ہم اِس مسئلہ کو شروع کرین یہ زیادہ آسان ہوگا اگر ہم یہ بتادین گے کہ وہ کون قوانین طبیعی تھے جن کی وجہ سے یہ دونون امریکہ کے مرکز تمدن قرار پائے تھے۔ یا بالفاظ دیگر۔ کیا وجہ تھی کہ صرف انھین ملکونمین سوسائٹی ایک معیّن اور مقرر نظام سے قائم ہوگئی در انحالیکہ نئی دُنیا کا بقیہ حصہ نہایت جاہل اور وحشی لوگون سے آباد رہا۔ اِس قسم کی تحقیقات نہایت ہی دلچسپ ہوگی کیونکہ اُس سے ایک مزید ثبوت اُس غیر معمولی اور درحقیقت بے پناہ قوت کا بہم پہونچ جائیگا جس سے انسانی قسمت نواہیں فطرت کے تابع رہی۔

حاشیہ: یہان کی سب سے بڑی عمارت سہ منزلی ہے جس کی ہر منزل مین سامنے کے طرف ترشے ہوئے پتھر لگے ہین اور زاویہ خوشنمائی کے ساتھ گول کردیئے گئے ہین۔ پہلی منزل ۳۵۵ فٹ طویل ہے اور ۱۵ فٹ عریض اور ۳۰ فٹ بلند ایک چبوترا ہی دوسری منزل ۳۴۵ فٹ طویل ۲۵۰ فٹ عریض اور ۲۰ فٹ بلند ہی اور تیسری منزل ۳۰۰ فٹ طویل ۳۰ فٹ عریض اور ۱۹ فٹ بلند ہی۔ دوسری منزل کے وسط مین ایک نہایت نفیس زینہ بنا ہی جس کا عرض ۱۳۰ فٹ ہی۔ اسی پر چڑھکر مندر مین پہونچنا ہوتا ہی جسکا رو کار ۳۲۲ فٹ ہی لیکن بلندی ۲۵ فٹ سے زیادہ نہین۔ اِس مندر کا عظم وشان اُسکی اعلی درجے کی نقاشی کی وجہ سے بہت بڑھگیا ہی۔ اسکی دیوارون کے وسط مین ایک خوبصورت کارنس برابر بنی چلی گئی ہی اور اس کے اوپر دیوار دیکھنے صنعت نقاشی مصوری کے نہایت نفیس نمونے نظر آتے ہین۔ سپانکی اور رکوین کے برخلاف یہان چھت نگی محراب پر قائم نہین ہی۔ بلکہ چوبی ستونون پر قائم ہی جنکی لکڑی غالبًا صدہا کوس کے فاصلے سے لائی گئی ہوگی۔ اِن ستونو پر بھی خط تصویر مین کھدے ہین۔ ۱۲

سب سے پہلی حالت جس پر فوراً نگاہ پڑتی ہے یہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ کی طرح امریکہ مین بھی کل ابتدائی تمدن گرم ہی ملکوں مین قائم ہوئے۔ خاص پیرو کا پورا ملک جنوبی خطوط سرطان وجدی کے تحت (یعنے منطقہ حارہ جنوبی) مین تھا۔ اور وسطی امریکہ اور مکسیکو کا پورا ملک شمالی خطوط سرطان وجدی کے تحت (یعنے منطقہ حارہ شمالی) مین تھا۔ اب یہ امر کہ اقلیمی حرارت نے ہندوستان اور مصر کی پولٹیکل اور سوشیل انتظامات پر کسطرح عمل کیا اسکی تحقیق کی کوشش مین کر چکا ہون اور اس کوشش مین قابل اطمینان طور سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نتیجۃً باشندگان ملک کی ضرورتین اور حاجتین گھٹ گئی تھین۔ اور اس طور پر دولت اور اقتدار و قوت کی تقسیم بالکل غیر مساوی ہو گئی تھی۔ لیکن علاوہ اس کے ایک اور صورت بھی ہے جس سے کسی ملک کا اوسط درجۂ حرارت وہان کے تمدن پر اثر ڈالتا ہے اور اس بحث کو مین نے اسوقت کے واسطے اُٹھا رکھا تھا کیونکہ دیگر مقامات کے بہ نسبت اُسکی توضیح امریکہ مین زیادہ خوبی سے ہو سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ جس پیمانہ پر نئی دُنیا مین فطرت اپنا عمل کرتی ہے وہ اُس پیمانہ سے وسیع تر ہے جس پر وہ پُرانی دُنیا مین عمل کرتی ہے۔ اور چونکہ قواے فطرت زیادہ غالب رہنے والے ہوتے ہین۔ اس لئے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس مقام مین نسل انسانی پر اُس کے آثار فطری کا مطالعہ اُس سے زیادہ فائدہ مند ہوگا جتنا ایسے ملکون مین ہو سکتا ہے جہان وہ نسبتاً کم زوردار ہے اور جہان اسوجہ سے اُس کے حرکات کے نتائج کم نمایان ہین۔

اگر اس کتاب کا پڑھنے والا یہ بات اپنے ذہن نشین رکھے گا کہ قومی غذا کی افراط کی بابت یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اُسکا کیسا بڑا اثر ہوتا ہے تو وہ بہ آسانی سمجھ لیگا کہ آثار طبیعی کے دباؤ سے امریکہ کا تمدن لازمی طور پر اُنھین مقامات تک محدود رہا تھا جہان نئی دُنیا کے سُراغ لگانیوالون نے اُسے پایا تھا۔ کیونکہ سرزمین کی ترکیب کیمیائی اور طبقات ارضی کی خصوصیات کو علیحدہ رکھکے بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک ملک کی سرسبزی و شادابی صرف دو سببون یعنی حرارت اور

[۱]یعنی جب پُرانی دنیا والے نئی دنیا مین پہونچے تھے اُسوقت جو مقامات متمدن تھے بس وہی مقام وہ تھے جہان کبھی تمدن کا گزر ہوا تھا۔

رطوبت پر مبنی ہوا کرتی ہے - جہان انکی زیادتی ہوتی ہے وہان زمین زرخیز اور سیر حاصل ہوتی ہے اور جہان انکی کمی ہوتی ہے وہان زمین اوسر بنجر ہوتی ہے - کچھ شک نہین کہ عملی طور پر اس کلیہ کے ساتھ بعض استثناء لگے ہوئے ہین اور وہ استثناء ایسے کیفیات طبیعی سے پیدا ہوتے ہین جو اُسکے تحت مین نہین ہوتے لیکن اگر اور سب حالات یکسان ہون تو پھر یہ قاعدہ (کلیہ) ایسا ہوتا ہے کہ جو کسی حالت مین بدلتا نہین - اور وہ امور خطوط تساوی حرارت کے قائم کیئے

گئے نقشۂ دُنیا مین باعتبار تجربے کے خطوط کھینچے گئے ہین جو مختلف مقامات کے درجات حرارت ایک ہی وقت اور فصل مین ظاہر کرتے ہین - ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کن کن قطاع و بلاد عالم کی اوسط حرارت کس زمانے مین مساوی ہوتی ہے - آلۂ مقیاس الحرارت کے ذریعے سے جن آباد یا غیر آباد مقامون کے درجات حرارت مساوی نکلے ہین وہ ایک ہی خط مین ڈالے گئے ہین - اُنھین خطوط کو خطوط تساوی حرارت سے موسوم کرتے ہین -

واضح ہو کہ اقلیمی تغیرات چونکہ مبنی مین ہوائے محیط کے داب - حرارت - رطوبت اور کشش کہربائی پر اور انھین پر ہواؤنکا سال کے مختلف مہینون مین کسی سمت کو چلنا موقوف ہوتا ہے کیونکہ جو ہوائین کسی مقام پر چلا کرتی ہین وہ صرف ہوائے محیط کے حجم و داب وغیرہ کی چلا کرتی ہین جیسے مثلاً ہوا کا رُخ ہمیشہ زیادہ داب والے مقام سے کم داب والے مقام کیطرف ہوتا ہے یا جیسے اُن مقامات مین جہان سال کے ہر مہینے مین بارش ہوا کرتی اور بہت تھوڑے زمانے تک برف زمین پر جمی رہتی ہے

وہان سرزمین کا درجۂ حرارت قریب قریب ہوائے محیط کے درجۂ حرارت کے مساوی ہوا کرتا ہے - لیکن جہان سال کے ایک حصہ مین موسم مرطوب اور دوسرے حصے مین خشک ہوتا ہے اور برف ایک معتدبہ زمانے تک جمی رہتی ہے وہان سرزمین کا درجۂ حرارت ہوائے محیط کے درجۂ حرارت سے کم و بیش ہوتا ہے -

اِس تحقیقات سے بہت اہم نتائج پیدا ہوئے ہین - کیونکہ حرارت ہوائے محیط کی سبب ہوا کرتی ہے ہواؤنکے کسی رُخ چلنے کی - اور ہواؤنکا کسی رُخ پر چلنا سبب ہوا کرتا ہے بارش کا - اور بارش پر بہت کچھ دارمدار ہوتا ہے ملک کے فلاح و بہبود کا - چنانچہ - ہمبولٹ نے جب اسکی تحقیقات شروع کی کہ کس شرح سے اوسط درجۂ حرارت سطح سمندر کی بلندی کی نسبت سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے تو اس سلسلے مین اُسنے منطقۂ حارہ کے طوفان ہوا کی ایک کُنہ دریافت کی - اور اس کا پتہ لگایا کہ بلند تر عرض البلد مین موسمی اختلال کسطرح واقع ہوتے ہین ۱۲

جاننے کے بعد سے جغرافیائی علم نباتات کے متعلق ہمارے علم مین آئے ہین اُنکی بُنیاد پر ہم اسے فطرت کا وہ قانون کہ سکتے ہین جو نہ صرف اُن دلیلون سے ثابت ہو جن کا ماخذ طبیعت بناتات کا علم ہو بلکہ جو اُس تناسب کے بغور مطالعہ سے واضح ہوا ہے جس سے مختلف ملکونمین بناتات حقیقتًا تقسیم ہوئے ہین۔

برّاعظم امریکہ پر وسیع نگاہ ڈالنے سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ اس قانون کو کیسا تعلق اُس مبحث سے ہے جو پیش نظر ہے۔ اولاً بلحاظ رطوبت کے نئی دُنیا مین کل بڑے بڑے دریا مشرقی ساحل پر ہین اور مغربی ساحل پر کوئی ایک بھی نہین۔ اس عجیب معاملے کے اسباب وعلل معلوم نہین ہین لیکن یہ تو یقینی ہے کہ شمالی یا جنوبی امریکہ مین کوئی ایک بھی بڑا دریا بحر پاسفک (بحرالکاہل) مین نہین گرتا۔ حالانکہ اُس کے دوسرے رُخ پر متعدد دریا بہ رہے ہین جنمین سے بعض تو بڑے ذخّار دریا ہین اور سبھی تو ایسے ہین جو نہایت کارآمد ہین مثلاً نگرو۔ لاپلاٹا۔ سین فرانسکو۔ امیزان۔ اورنیکو۔ مسّی سپی۔ الاباما۔ سمٹ جان۔ پوٹوماک۔ سسکھانا۔ دلاوری۔ ہڈسن۔ سنٹ لارنس۔ اس وسیع سلسلۂ آبی سے مشرق کی طرف زمین علی الاتصال سیراب ہوتی رہتی ہو لیکن مغرب کی جانب شمالی امریکہ مین صرف ایک دریائے اُوریگان ہے جو کسیقدر نفع بخش ہو۔ پھر جنوبی امریکہ مین خاکنائے پناما سے لیکر آبنائے میگلان

اس علم کا موضوع عالم بناتات کی تقسیم زمان و مکان مین ہے۔ یعنی اس مین صرف اس بات سے بحث کی جاتی ہے کہ کون کون نباتات کن کن وقتون مین کہان کہان پائے جاتے ہین۔ جسوقت تک انسان کے ذہن مین یہ خیال سمایا ہوا تھا کہ عالم مین کوئی نظم وترتیب نہین ہے اور ہر شے بطور خود موجود ہو یا ہو جاتی ہو اُسوقت تک یہ بات کہ وہ کس قطعۂ ارض یا کس زمانے مین پائی جاتی ہے کچھ کارآمد نہ تھی لیکن مسئلہ ارتقا اور بتدریج ترقی کے ثبوت کے بعد سے جب ہر حیوان یا نبات کی ترکیب وساخت مین اُن حالات طبیعی کا اثر ثابت ہوا جسمین وہ موجود ہوا ہو اُسوقت یہ امر زیادہ قابل غور نظر آیا اور اب یہ بات تاریخ عالم مین نہایت اہم ہو کہ ایک خاص جنس کسوقت پہلے پہل ظاہر ہوئی کس مقام مین سب سے پہلے پیدا ہوئی اور کس قبہ مین آبادہ پائی جاتی ہو۔ ۱۲

تک کوئی بڑا دریا ہی نہین ہے

اب ہم شادابی و زرخیزی کے دوسرے خاص سبب یعنی حرارت پر نظر ڈالتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ شمالی امریکہ مین حالت بالکل برعکس ہی۔ ہم دیکھتے ہین کہ آبپاشی کے وسائل تو مشرق مین ہین لیکن حرارت مغرب مین ہے۔ درجات حرارت کا یہ اختلاف جو دونون سواحل مین پایا جاتا ہے غالباً کسی قانون موسمی سے علاقہ رکھتا ہے۔ کیونکہ کل شمالی نصف الارض مین براعظمون اور جزائر کے حصص شرقی بہ نسبت حصص غربی کے زیادہ سرد ہین۔ اب یا تو یہ امر کسی بڑے اور وسیع سبب پر مبنی ہو گا یا ہر ایک صورت خاص کے لئے کوئی علت مخصوص ہو گی (یہی دو شکلین ہین جنہین سے کوئی ایک ماننا پڑے گی) اس کا قطعی تصفیہ کرنا اپنی معلومات کی موجودہ حالت مین ہمسے ممکن نہین لیکن بہر طور جو امر قطعی ہے اُس سے کوئی انکار نہین کرسکتا اور امریکہ کی ابتدائی تاریخ پر اُسکا جو کچھ اثر پڑا ہے وہ بیحد عجیب ہے۔ اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ مکسیکو کے شمال مین اس براعظم کا کوئی حصہ ایسا نہین جس مین شادابی کے یہ دو بڑے سبب یکجا جمع ہو گئے ہون۔ چنانچہ ایک سمت کے ملکون مین تو حرارت کی کمی رہی اور دوسرے سمت کے ملکو نمین آبپاشی کی۔ اور چونکہ ان اسباب سے فراہی دولت مین خلل پڑگیا اس لئے سوسائٹی کی ترقی رُک گئی اور اُسوقت تک کہ سولھوین صدی مین یورپ کے علم کا پرتو امریکہ پر پڑا کوئی مثال اسکی نہین ملتی کہ بیسوین مقنطرہ (دائرۂ متوازی خط استوا) کے جانب شمال کے رہنے والون مین سے کسی نے بھی اُسقدر ناتکمل تمدن کا درجہ بھی طے کیا ہو جس درجے تک ہندوستان اور مصر کے باشندے بہ آسانی پہونچ گئے تھے۔ برخلاف اس کے بیسوین مقنطرہ کے جانب جنوب مین براعظم (امریکہ) کی وضع یکایک بدلی ہوئی نظر آتی ہی

۵۴۹ مقنطرہ۔ وہ دائرۂ متوازی اُفق کو کہتے ہین مگر یہان ہمنے مدارات یومیہ کے واسطے اطلاق کرلیا ہے۔ مدارات یومیہ وہ دوائر متوازی خط استوا ہین جن پر ستارے زمین کی روزانہ گردش کے سبب سے مشرق سے مغرب کی طرف حرکت کرتے نظر آتے ہین ۱۲۔

اور سمٹ سمٹا کے زمین کی ایک چھوٹی سی چپٹ بنجاتی ہے کہ جو خاکنائے پناما تک پہونچی
ہوئی ہے۔ یہی تنگنائے تھی جو مکسیکو کے تمدن کا مرکز بنی تھی۔ مندرجۂ بالا دلائل کے تقابل
سے یہ بآسانی واضح ہوگا کہ یہ حالت کیون پیدا ہوئی کیونکہ زمین کی ایک مخصوص وضع واقع
ہونے نے اسے بہت بڑا ساحل بنا دیا اور شمالی امریکہ کے جنوبی حصّے کو ایک جزیرے کی شکل
پر قائم کر دیا۔ اِس طور سے وہان ایک جزیرے کی سی آب و ہوا کی شان پیدا ہو گئی یعنے
رطوبت کی زیادتی شروع ہوئی جو سمندر کے بخارات آبی سے پیدا ہوئی۔ پھر چونکہ مکسیکو خطِ استوا
سے قریب واقع تھا اس لئے وہان حرارت بھی مِلگئی اور اُسکی وضع خاص نے زمین مین رطوبت
تو پہلے ہی سے مہیا کر رکھی تھی۔ اِس صورت سے شمالی امریکہ کا ایک یہی حصّہ تھا جس مین یہ دونون
سبب جمع ہو گئے اور اسی بُنیاد پر صرف یہی حصّہ تھا جو کسی حد تک متمدن تھا۔ اسمین کچھ شک نہین
کہ اگر کلیفورنیا اور جنوبی کولمبیا تک چلتے پھلتے ہوتے کہ وہان کی زمین بالکل بیہڑ بنجر ہو گئی ہوتی
یا ساحل شرقی کے دریاؤن سے وہ سیراب ہوتے یا اگر شرقی ساحل کے دریاؤنکے ساتھ غربی ساحل
کی گرمی موجود ہوتی تو انھین سے ہر ایک متحدہ صورت یہ نتیجہ پیدا کرتی کہ زمین مین وہ زرخیزی
آجاتی جو (جیسا کہ تاریخ عالم قطعی طور سے ثابت کر رہی ہے) ہر ایک قدیمی تمدن کا دیباچہ ہوتی
رہی ہے۔ لیکن شادابی اور سیرابی کے دو اجزائے ترکیبی مین ایک کی کمی امریکہ کے ہر حصّے
مین (بیسوین منطقہ کے شمال کیطرف) رہی لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس دائرہ کے اِدھر تمدن کو کوئی ٹھکانا
نہ ملا۔ اور اسکی بابت نہ ابتک کوئی شہادت ملی ہے اور نہ ہم وثوق کے ساتھ یہ اعتراف
کرسکتے ہین کہ نہ کبھی ملے گی کہ اُس کل برّ اعظم مین کوئی ایک قدیمی قوم بھی اِس قابل تھی کہ
فنون زندگی مین کچھ معتدبہ ترقی یا اپنے یہان ایک معین اور مستقل سوسائٹی کا نظم
درست کرتی۔

اس حد تک تو ہم نے ان کارکنان طبعی کا بیان کیا جو شمال امریکہ کی ابتدائی قسمتون کا
فیصلہ کرنے والے تھے۔ لیکن جنوبی امریکہ کے بارہ مین حالات و اسباب کا ایک جدا گانہ

سلسلہ اپنا عمل کرتا رہا ہے۔ کیونکہ جس قانون کی رو سے سواحل شرقی بہ نسبت سواحل غربی
کے سرد تر ہین وہ صرف یہی نہین ہے کہ جنوبی نصف الارض پر چسپان نہین ہوتا بلکہ اُسکی جگہ ایک
اور قانون نے لی ہے جو بالکل اُسکا عکس ہے۔ خط استوا کے شمال مین مشرق بہ نسبت مغرب کے
زیادہ سرد ہے لیکن خط استوا کے جنوب مین وہ زیادہ گرم ہے۔ اب اگر ہم اِس واقعہ کو اُس
حالت سے ملاتے ہین جس کا تعلق اُس وسیع سلسلۂ آبی سے ہے جو امریکہ کے حصّۂ شرقی کو حصّۂ
غربی سے ممیز کرتا ہے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جنوبی امریکہ مین حرارت اور رطوبت کی وہ یکجائی
پائی جاتی ہے جس کی شمالی امریکہ مین کمی ہے اور انجام یہ ہے کہ جنوبی امریکہ کا شرقی حصّہ اپنی
سیرابی اور زرخیزی کے سبب سے نہ صرف منطقۂ حارّہ مین بلکہ اُس سے بہت آگے بڑھ کے بھی
نہایت معروف و ممتاز ہے یعنی براؔزل[ف] کے جنوب مین بلکہ اُروگوے کی ایک حصّے مین وہ
شادابی ہے کہ جس کا شمالی امریکہ کے کسی ملک مین (اگرچہ وہ اُسی کے مطابق عرض البلد مین
کیون نہو) کہین پتہ نشان بھی نہین۔

مندرجۂ بالا کلیات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ چونکہ جنوبی امریکہ کا شرقی
حصّہ فیضان فطرت سے اسطرح معمور ہے اِس لئے جسطرح کے تمدن دیگر اقطاع عالم مین اسی قسم کے
حالات اور اسباب سے ظہور پذیر ہوا کئے ہین ویسے ہی ایک تمدن کا مستقر وہ بھی ہوگا لیکن اگر
ہم ذرا آگے بڑھ کے نظر ڈالین گے تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جو کچھ ابھی بتایا گیا ہے اُس سے کسی طرح اُن
تاثیرات طبیعی کا خاتمہ نہین ہو گیا ہی جنکا پرتو اس مسئلے پر پڑتا ہے اور یہ کہ ہمکو ابھی ایک تیسرے بڑے
کارکن (طبیعی) پر غور کرنا چاہیئے کہ جسنے اِن دونون کارکنان طبیعی کے فطری نتایج کو اعتدال پر قایم
رکھا ہے اور جس نے اُن مقامات کے باشندون کو جنکو (اگر دوسری حالت ہوتی تو) نئی دُنیا کے سب سے
بڑھ کے خوشحال باشندے ہونا چاہیے تھا جہالت اور وحشت سے نکلنے نہ دیا۔

ف براؔزل۔ جنوبی امریکہ کی نہایت وسیع مملکت ہے تمام ممالک اور مقامات کے مقابلے مین بلحاظ حالات طبیعی نہایت عجیب ہے۔ یہان نہ کوہ آتش فشان ہین نہ زلزلہ آتے نہ قحط پڑتے ہین۔ یہان سونے اور ہیرے کی کانین ہین۔ اور لوہا بھی نفیس قسم کا پایا جاتا ہے۔ ۱۔

یہ کارکن طبیعی جسکی طرف مین نے ابھی اشارہ کیا ہے ٹریڈ ونڈ[۵۱] (ہوائے موسمی) ہے اور یہ ایسا آثار عجیبہ (یا عجیب الفعل کارکن) ہے جس سے (جیسا کہ ہم ابھی ثابت کرین گے) یورپ کے معدکل تمدنون پر نہایت عظیم اور ضرر رسان اثر پڑا کیا ہے۔ یہ ہوا خط استوا سے ۲۸ درجہ جانب شمال اور ۲۸ درجہ جانب جنوب یعنی کل ۵۶ درجہ عرض البلد تک چلا کرتی ہے۔ اس بڑے قطعہ مین جسکے اندر بعض نہایت ہی شاداب ممالک عالم داخل ہین۔ یہ ہوا یا تو گوشۂ شمال و شرق سے یا گوشۂ جنوب و شرق سے سال بھر تک چلتی رہتی ہے۔ اِس باقاعدگی کے اسباب اَب اچھی طرح معلوم ہین اور یہ دریافت ہو گیا ہے کہ وہ کچھ تو خط استوا کے نیچے ہوا کے رد و بدل اور کچھ زمین کی حرکت ہین۔ ایک سطحی موج جو بلند تر عرض البلد سے خط استوا کی طرف چلتی ہے دوسری بالائی موج جو قطبین کی طرف چلتی ہے۔ اَب اگر زمین ساکن ہوتی تو شمالی نصف الارض مین شمالی اور جنوبی نصف الارض مین جنوبی ہوا ہمیشہ چلا کرتی۔ لیکن چونکہ زمین اپنے محور پر مغرب مشرق کی طرف گھومتی رہتی ہے اسلئے اختلال واقع ہوتا ہے چنانچہ خط استوا کے شمال مین ہوا کی کشش دو طرف سے ہوتی ہے۔ ایک اُسے جنوب کی طرف کھینچتی ہے دوسری مغرب کیطرف اور تحصیل قوتین کے قاعدہ (جسکی رو سے دو متقابل کششین پڑکے ہر شئے سمت وسطی اختیار کرتی ہی) کے بموجب وہ سمت وسطی یعنی گوشۂ شمال و شرق سے گوشۂ جنوب و غرب کیطرف چلتی ہے اسکو ٹریڈ ونڈ (جسکے اصلی معنی ہین ہوائے تجارتی) کہتے ہین کیونکہ اس ہوا سے بحری مسافرون اور تاجرون کو بہت نافع ہوپہنچتے ہین۔ اِس ہوا کا اصلی زور صرف بحر اٹلانٹک اور بحر الکاہل مین ہے۔ ۱۲

[۵۱] ٹریڈ ونڈ۔ واضح ہو کہ جسقدر ہوائین کسی ملک مین چلتی ہین وہ صرف درجات حرارت کے تغیرات کے سبب سے چلتی ہین۔ مثلاً اگر دو مقامون کے درجات حرارت کسی وجہ سے مختلف ہون تو گرم تر مقام کی ہوا بہ نسبت سرد تر مقام کی ہوا کے زیادہ ہلکی ہوگی لہذا وہ اوپر آجائیگی اور اُسکی جگہ سرد تر ہوا بوجہ کثافت کے نیچے اسی تبادلہ سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے اُسے ہوا کے چلنے سے تعبیر کرتے ہین پس درجات حرارت کے اس تغیر کی وجہ سے ہوا کی دو موجین (یا دھارے) پیدا ہوجاتے ہین۔ ایک سرد تر مقام سے گرم تر مقام کی طرف سطح زمین کے برابر اور دوسری گرم تر مقام سے سرد تر مقام کی طرف فضائے عالم کی سطح بالا پر جاتی ہے اور یہ دونون موجین اُس وقت تک چلا کرتی ہین جبتک اُنمین معادلہ قائم نہین ہوتی۔

اِسی اُصول پر منطقۂ حارہ مین دو موجین ہوا کی رہتی

مبنی ہین کیونکہ قطبین سے علی الاتصال ہوائے سرد خط استوا کی طرف جاتی ہے اور اُس سے شمالی نصف الارض مین شمالی اور جنوبی نصف الارض تک جنوبی ہوائین چلا کرتی ہین - لیکن زمین کی حرکت کے سبب سے یہ ہوائین اپنے بہاؤ کے اصلی رُخ سے پلٹا کھا جایا کرتی ہین - کیونکہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کی طرف گھومتی ہے - پھر چونکہ درحقیقت زمین بہ نسبت دوسرے حصون کے خط استوا کے قریب زیادہ تیزی سے گھومتی ہی لہذا اُسکی سرعت رفتار خط استوا کے قریب اتنی بڑھ جاتی ہے کہ قطبین سے موسمون کی جو تحریکات ہوتی ہین وہ اُن پر سبقت لیجاتی ہے - اور اُنکو دوسری سمت پر چلنے کے لئے مجبور کرکے وہ مشرق رو یہ بہاؤ شروع کرتی ہے جو ٹریڈ ونڈ (ہوائے موسمی) سے موسوم کی جاتی ہے - اَب جس بات سے ہمکو اِس وقت واسطہ ہے وہ ٹریڈ ونڈ (ہوائے موسمی) کی تشریح کرنا نہین ہے بلکہ صرف اِس بات کا بتا دینا ہے کہ کس طور سے یہ عظیم آثار طبیعی امریکہ کی تاریخ سے علاقہ رکھتا ہے -

یہ ہوائے موسمی جنوبی امریکہ کے ساحل شرقی سے اُٹھکے اور مشرق سے آگے بڑھکے بحر اٹلانٹک کو عبور کرتی ہے اور جب زمین پر آتی ہے تو اُن بخارات سے مملو ہوکے آتی ہے جو راہ مین جمع ہوجاتے ہین - یہ بخارات جب ساحل سے ٹکراتے ہین تو وقتاً فوقتاً بادل کی شکل مین نمودار ہوتے ہین اور چونکہ مغرب کی طرف اُنکی بہاؤ ہین (کوہستان) اینڈ کے عظیم الشان سلسلے کی وجہ سے ایک مزاحمت ہوجاتی ہے اور وہ اُس مزاحمت کو عبور کر نہین سکتے - لہذا وہ اپنی کُل رطوبات کو برازل پر نازل کردیتے ہین اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برازل مین اکثر نہایت برباد کُن طوفان برپا ہوجاتے ہین - بارش کی اِس افراط نے اُس وسیع سلسلے دریائی سے (جو شرقی حصّہ امریکہ کے واسطے مخصوص ہے) ملکے اور پھر حرارت نے متزاد ہوکے برازل کی سرزمین مین ایسا جوش نمو پیدا کردیا ہے کہ جسکی برابری دُنیا کا کوئی دوسرا حصّہ نہین کرسکتا چنانچہ برازل (جو قریب قریب اُسیقدر بڑا ہے جتنا کل یورپ ہے اُس) مین نباتات کی وہ افراط ہے جس کا یقین نہین ہوسکتا حقیقت مین وہان قوت نامیہ کا ایسا جوش ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے جیسے فطرت

اپنی قوت کے زعم مین جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ اِس وسیع ملک کا ایک بڑا حصہ نہایت گھنے گھنیرے اور پیچ در پیچ جنگلون سے چھایا ہوا ہے۔ اِن جنگلون کے عمدہ درخت جو بے نظیر خوشنمائی سے پھولتے ہین اپنی رنگا رنگی سے بہار کا ایک عالم دکھاتے اور اپنی پیداوار کو بیحد فیاضی کے ساتھ زمین پر بکھراتے رہتے ہین۔ انکی چوٹیون پر ایسی چِڑیان چہچہاتی ہوتی ہین جن کے پر و بال کی رنگینی و بوقلمونی دل لبھاتی ہو اور جنگلی خوش الحانیان درختون کے تاریک اور بلند گوشون سے سامعہ افروز ہوتی ہین۔ اِن درختون کے تنون کے نیچے تھالون کے اندر ایسی گھنی جھاڑیان اور بیلین زمین پر لوٹتی ہوئی اور شاخ در شاخ درخت تلے اوپر اُگے ہوئے ہوتے ہین۔ جن کے رنگ برنگ پتے عجیب بہار دیتے ہین۔ پھر اُن کے نیچے لکھوکھا مختلف نوع اور جنس کے کیڑے مکوڑے بھی ہوتے ہین عجیب غریب قطع کے حشرات الارض۔ ناگ اور ناگنین جانستان خوشنمائی کے ساتھ کوڑیالے بنے ہوئے۔ چھپکلیان اور گرگٹ گھڑی گھڑی رنگ بدلتے ہوئے اور ان سب کو مبدء فیاض کے اس عجیب کارخانے یا مودی خانے مین ازوقہ ملجاتا ہے اور غرض اِس عالم طلسمات مین کسی بات کی کمی نہ رہجائے انھین جنگلون کے حاشیون مین ایسی بڑی چراگاہین اور مرغزارین ہین جنمین حرارت و رطوبت نے یکجا ہو کے وحشیان صحرائی کے بیشمار و قطار جھنڈونکے واسطے روزی کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ یہ وحشیان صحرائی انھین سبزہ زارون مین چرائی کر کے موٹے تازے ہوا کرتے ہین۔ پھر قریب ہی کے میدانون مین (جو زندگی اور روئیدگی کی دوسری صورت سے مالا مال ہین) نہایت ہی خوفناک اور نہایت ہی چست و چالاک درندون کے منتخب مسکن ہین جنمین سے بعض ایک دوسرے کا شکار کرتے رہتے ہین اور جنگلی بابت (یہی معلوم ہوتا ہے کہ) کسی انسانی قوت سے اسکی توقع بھی نہین ہو سکتی کہ وہ اُنکا استیصال کر سکے ۔

یہ حالت ہے زندگی اور روئیدگی کی اُس افراط و فراوانی کی جس کے سبب سے برازل کو تمام دیگر ممالک عالم پر فضیلت حاصل ہے لیکن فطرت کے اِس شان و شکوہ کے اندر انسان کا کہین ٹھکانا نہین ہے اور جو عظم و شان اُس کے گرد و پیش ہے اُس کے شکوہ مین وہ دبا سکے

رہگیا ہے۔ کیونکہ جو قومین اُسکی مزاحمت کر رہی ہین وہ اتنی خطرناک ہین کہ وہ کبھی اس قابل نہوا
کہ اُن سے سر بر ہو سکتا اور اُن کے مجموعی غلبہ کے سامنے پامردی دکھاتا۔ اسی سبب سے باوجود
بیحد کثیر المنفعت ہونے کی برازل ہمیشہ بالکل ہی غیر متمدن رہا اور وہان کے باشندے خانہ بدوش
وحشی بنے رہے۔ اُنمین کبھی اتنی بھی سکت نہ تھی کہ قدرت کی فیاضی کی وجہ سے جو مزاحمتین
اُن کے لئے سدِّ راہ تھین اُنکو دور کر سکتے۔ کیونکہ جس طرح اور کل قومین سوسائٹی کے عالم طفولیت
مین کسی سعی بلیغ سے جی چُراتی ہین وہی حال یہان کے باشندون کا بھی ہے اور چونکہ وہ اُن
فنون سے نابلد ہین جن سے طبیعی مزاحمتون پر غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اس وجہ سے اُنھون نے
کبھی اُن مشکلات کے مقابلہ کرنے کی کوشش ہی نہ کی جو اُنکی ترقی معاشرت مین سدِّ راہ
تھین حقیقت مین وہ مشکلات ایسی سخت ہین کہ تین سو برس سے زیادہ زمانے سے یورپ کے
علم و دانش کے تمام ساز و سامان اسی سعی بیحاصل مین مصروف ہین کہ اُن (مشکلات) کو
دور کرین۔ چنانچہ برازل کے ساحل کے قریب یورپ سے لاکے تھوڑا بہت وہ تمدن پھیلایا
گیا ہے کہ جسے باشندگان ملک خود اپنی کوشش سے کبھی پا نہین سکتے تھے۔ لیکن ایسا تمدن
(جو بجائے خود ناقص و ناکمل ہو) کبھی مُلک کے اندرونی حصونمین نہین پہونچ سکتا اور رگ و پے
مین جاری نہین ہو سکتا۔ چنانچہ باوجود اس کے وہان ابتک وہی حالت پائی جاتی ہے جو
ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ باشندگان ملک جاہل ہین اور جاہل ہونے کی وجہ سے وحشی ہین۔ نہ
قید و بند کے پابند ہین نہ کسی ضابطہ و قانون کو تسلیم کرتے ہین۔ بلکہ اپنی اُسی پُرانی جاہلانہ وحشت
پر قائم ہین۔ اُن کے ملک مین اسباب طبیعی اسقدر عمل پیرا ہین اور وہ ایسی بے نظیر کشادہ دلی
سے اُنکی خدمت کر رہے ہین کہ ابتک تو یہ بات ناممکن معلوم ہوئی ہے کہ وہ لوگ اُن کے
متحدہ عمل کے اثرون سے عہدہ برآ ہو سکین۔ زراعت کی ترقی ناقابل گزار جنگلون کی
وجہ سے رُکی ہوئی ہے اور فصلین جو تیار بھی ہوتی ہین اُنھین بے حد و بیشمار کیڑے مکوڑے
ضائع کر دیتے ہین۔ پہاڑ اتنے بلند ہین کہ اُنپر کوئی چڑھ نہین سکتا۔ دریا ایسے ذخار اور پاٹ دار

ہین کہ اُنیرل بن نہین سکتے۔ غرضکہ ہر شے اسی پر آمادہ ہے کہ طبیعت انسانی کو آگے بڑھنے نہ دے بلکہ پیچھے ہی پلٹادے اور اُسکے بڑھتے ہوے حوصلہ کو دبا دے۔ اس طور پر فطرت کی قوتون نے انسان کی ہمت کو پست کر رکھا ہے اور سوا اس مقام کے اور کہین یہ بات پائی نہین جاتی کہ عالم طبیعی کے شان وشکوہ کے مقابلے مین ذہن انسانی اسقدر حقیر وخوار نظر آتا ہو۔ اور چونکہ طبیعت انسانی ایسے غیر مساوی تنازع سے ہمت ہارے ہوئے تھی اس وجہ سے صرف یہی نہین ہوا کہ اُسنے کچھ ترقی نہ کی اور جولانی نہ دکھائی بلکہ اگر خارجی مدد نہ ملتی تو بیشک وہ رجعت قہقری ہی کرتی۔ کیونکہ اَب بھی جبکہ یورپ کی ترقیان علی الاتصال وہان پہونچائی جاتی ہین خود اس مُلک مین اصلی ترقی کی کوئی علامت نظر نہین آتی۔ باوجودیکہ کثرت سے نو آبادیان قائم کی گئی ہین پھر بھی ہنوز زمین کے پچاسوین حصے سے بھی کم زیر زراعت ہے اور باشندگان ملک کے عادات واطوار ویسے ہی وحشیانہ ہین جیسے سدا سے چلے آتے ہین۔ اَب اگر اُنکی تعداد کو پوچھو تو یہ بات خاص طور پر قابل تذکرہ ہے کہ برازل مین جہان اسباب طبیعی سب سے زیادہ زبردست ہین۔ جہان حیوانات اور نباتات دونون نہایت افراط سے ہین۔ جہان کی زمین عمدہ ترین دریاؤن سے سیراب ہے۔ اور جہان کے سواحل نفیس ترین بندرون سے آراستہ ہین۔ وہان (اُس وسیع ملک مین کہ جو رقبہ مین ملک فرانس کا چھ گونہ ہے) ساٹھ لاکھ سے زیادہ آدمیون کی آبادی نہین ہے۔

یہ حالات کافی طور سے اسکی توجیہ کرتے ہین کہ کیا سبب ہے کہ برازل مین کسی نہایت ہی ناکمل تمدن کی کچھ بھی یادگارین نہین ہین۔ اور نہ کوئی شہادت اسکی موجود ہے کہ کسی زمانے مین بھی وہان کے باشندون نے اپنے آپ کو اُس حالت سے جسمین وہ اُسوقت پائے گئے تھے۔ جبکہ پہلے پہل اُنکا ملک دریافت ہوا تھا کسی بہتر حالت مین پہونچایا تھا۔ لیکن برازل کے مقابلے ہی مین ایک اور ملک ہے جو (اگرچہ اُسی برعظم مین اور ایک ہی عرض البلد کے تحت مین واقع ہے لیکن) دوسرے قسم کے حالات طبیعی کا محکوم ہے اور اسی بنا پر وہ مقام جُداگانہ قسم کے سوشیل

نتائج کا منظر رہا ہے۔ یہ مشہور و معروف سلطنت پیرو ہے جسمین کل جنوبی منطقۂ حارّہ کا ملک شامل تھا اور جو اُن حالات و اسباب سے جنکا ابھی بیان ہو چکا ہے) فطرتی طور سے جنوبی امریکہ کا وہ فرد فرید قطعہ تھا جسمین کوئی ایسی حالت جو تمدن کی حد تک پہونچتی ہو پائی جا سکتی تھی۔ برازل مین اقلیم کی حرارت کے ساتھ آبپاشی کا دوہرا سامان موجود تھا یعنی اولاً وہ مجمع الانہار (یا سلسلۂ دریائی) جو ساحل شرقی مین واقع ہو گیا تھا اور ثانیاً وہ کثیر رطوبت جو ٹریڈ ونڈ (ہوائے موسمی) کے ذریعے سے جمع ہو جاتی تھی۔ اسی یکجائی سے ایسی بے نظیر شادابی اور سیرابی پیدا ہوئی کہ جس نے اپنے بے انتہا جوش نمو سے (جہانتک انسان کو تعلق تھا) انسان کی ترقی کو روک کے اپنی علّت غائی کو پورا ہونے دیا۔ حالانکہ اگر یہ افراط نہوتی تو انسانی ترقی مین اُسی سے مدد پہونچتی کیونکہ (جیسا ہمنے وضاحت سے بیان کیا ہے) جب فطرت کی قوت پیداوار ایک حد معین سے آگے بڑھتی ہے تو غیر متمدن لوگون کی ناقص معلومات اُسے احاطہ نہین کر سکتی اور اُسے اپنے مفید مطلب بنا نہین سکتی۔ پھر چونکہ قوائے فطرت نہایت کارگزار ہوتی ہین اس لئے اگر کسی طور سے وہ ایسے حدود مین محدود کر دی جاتی ہین جن پر دسترس ہو سکتا ہے تو وہان ایسی صورت معاملات پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے ایشیا اور افریقہ مین پیش نظر ہو چکی ہے کہ جہان فطرت کی فیاضی نے دولت کی فراہمی کا (جسمین سے حصہ پائے بغیر ترقی کرنا ناممکن ہے) سامان کر کے سوشیل ترقی کو روکا نہین بلکہ اور اُسے آگے بڑھا دیا۔

پس اب اگر اُن حالات طبیعی کا تصفیہ کرنا ہو جنکی وجہ سے ابتدائے تمدن نے ایک راہ اختیار کی تو ہمکو صرف فطرت کی فیاضی پر نظر نہین کرنا چاہیئے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ وہ انسان کے قابو مین آنے کی صلاحیت کسقدر رکھتی ہے یعنی یہ کہ جسطرح ہم کل ساز و سامان کی مقدار و کمیت پر غور کرتے ہین اُسی طرح اس امر پر بھی نظر کرنا چاہیئے کہ اُس ساز و سامان کو استعمال مین لانے کے واسطے آسانی کس قدر حاصل ہے۔ اب اگر ہم یہ اصول مکسیکو اور پیرو کے ملکون پر منطبق کرتے ہین تو ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ مین بس یہی دو ملک ایسے تھے جہان یہ ترکیب نہایت حسن کے ساتھ

واقع ہوگئی تھی (یعنے وہان ساز و سامان بھی وافر موجود تھے اور اُن کو کام مین لانا بھی آسان تھا اور کچھ دشوار نہ تھا) کیونکہ اگرچہ وہان یہ ساز و سامان برازل سے بہت ہی کم تھے لیکن جسقدر تھے اُن پر قابو پا جانا بہت زیادہ سہل تھا۔ پھر اسیکے ساتھ ہی حرارت اقلیمی کے سبب سے اُن دیگر قوانین نے اپنا عمل شروع کیا جن سے کُل ابتدائی تمدن (جیسا مین نے ابھی ثابت کرنیکی کوشش کی ہے) بہت ہی متاثر ہوئے ہین۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ ابتک اُسپر کسی نے توجہ نہین کی ہے کہ بلحاظ عرض البلد کے بھی پیرو کی موجودہ حدّ جنوبی میکسیکو کی قدیم حدِ شمالی کے مطابق ہے۔ پھر ایک عجیب (مگر میرے نزدیک بالکل قدرتی) اتفاق یہ ہے کہ دونون سرحدین منطقہ حارہ کے طے ہونے سے پیشتر ہی مل جاتی ہین یعنی میکسیکو کی سرحد درجۂ ۲۱ شمالی عرض البلد ہے اور پیرو کی درجۂ ۲۱ جنوبی عرض البلد۔[۱۲۵]

یہ ہے وہ حیرت انگیز نظام جسے تاریخ ہمارے پیش نظر کرتی ہے بشرطیکہ ہم تاریخ کا مطالعہ وسعت نظر کے ساتھ کرین۔ اور اگر ہم میکسیکو اور پیرو کا مقابلہ پرانی دُنیا کے اُن ملکون سے کرین گے جن پر ہم نظر ڈال چکے ہین تو ہمکو یہ معلوم ہوگا کہ اُن سب تمدنون کی طرح جو یورپ کے تمدن سے مقدم ہوئی ہین اُنکی سوشیل آثار بھی وہان کے قوانین طبیعی کے تابع رہے ہین۔ سب سے پہلے مثلاً اُنکی قومی غذا کی خصوصیتین جو نمایان تھین وہ بالکل وہی تھین جو ایشیا اور افریقہ کے نہایت شاد و آباد مقامات مین تھین۔ کیونکہ اگرچہ نئی دُنیا مین پرانی دُنیا کے پرورش کنندہ (یا تغذیہ والی) نباتات مین سے بہت کم تھے لیکن اُنکی جگہ وہان بالکل اُنہین کے مشابہ ایسے میوؤن و ترکاریون نے لی تھی کہ جو کھجورون اور چاولون کے ہمجنس تھے۔

۱۲۵ واضح ہو کہ خط استوا سے جو ممالک برابر فاصلون پر شمال و جنوب مین واقع ہین اُنکی آب و ہوا اپنی کیفیت مین بالکل یکسان ہونا چاہیے۔ البتہ وقتون مین تقابل ہوگا۔ یعنی اگر ایک مقام پر گرمی ہے تو دوسرے مقام پر جاڑا ہوگا۔ ایک مقام پر خزان تو دوسرے مقام پر بہار ہوگی۔ جو ممالک خط استوا کے بالکل قریب یا عین خط استوا کے نیچے واقع ہین وہان آٹھ فصلین ہونا چاہیئے یعنے دو بہارین دو خزانین وغیرہ۔ ۱۲

یعنی یہ کہنا چاہیئے کہ اُن مین بھی وہی کثرت و افراط - وہی پیدائش مین سہولیت - اور وہی بیجد معاوضہ ملنے کی سب شانین تھین اور اسوجہ سے وہان بھی وہی سب سوشیل نتائج (جوارزان غذا سے حاصل ہوتے ہین) ظاہر ہوئے - مکسیکو اور پیرو مین اشیاء خوردنی مین سب سے زیادہ چھوٹی جوار کا چلن رہا ہے اور اُس کے بابت من جمیع الوجوہ ہم یہ تسلیم کرسکتے ہین کہ وہ براعظم امریکہ کے واسطے مخصوص تھی - وہ کھجور اور چاول کیطرح زیادہ تر ایک گرم اقلیم کی پیداوار ہے اور اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سات ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر اُگتی ہو لیکن چالیسوین منقطرہ سے آگے شاذ ہی نظر آتی ہے اور درجات حرارت کے تنزل کے ساتھ ہی اُسکی افراط بھی بسرعت گھٹتی چلی جاتی ہے - مثلاً نیو کلیفورنیا مین اُسکی اوسط پیداوار (یعنے ایک دانہ بونے سے جتنے دانہ پیدا ہوتے ہین) صرف ستریا اسّی گونہ ہے لیکن خاص مکسیکو مین بھی غلہ تین چار سو گونہ پیدا ہوتا ہو اور اگر اسباب مساعد ہون تو آٹھ سو گونہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے -

پس - جن لوگونکا ازوقہ ایسے غیر معمولی جوش نمو دلے درخت سے بہم پہونچتا تھا اُنکو اسکی بہت کم ضرورت تھی کہ محنت وجفاکشی کی طرف اپنی ہمت مصروف کرین - اور خواہ مخواہ مشقت کرکے اپنے ہاتھ پانون تھکائین - پھر - اسکے ساتھ ہی اُنکو اس کے پورے موقع حاصل تھے کہ اپنی تعداد بڑھاتے چلے جائین اور اِس طور پر اُن سب پولٹیکل اور سوشیل نتائج وثمرات کو جلوہ ظہور مین لائین جو بالکل اُن نتائج وثمرات کے مشابہ ہون جنکو ہمنے مصر اور ہندوستان کے تذکرہ مین بیان کیا ہے - ماوراءاس کے - وہان علاوہ جوار کے اور قسم کی غذائین بھی ایسی تھین کہ اُن پر بھی یہی خیالات چسپان ہوسکتے ہین - وہی آلو جس نے آئرلینڈ کی آبادی کے افزونی مین تحریک کرکے ایسے مضر نتائج پیدا کیئے تھے اُسکی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ اُس کا منبت (یا جائے پیدائش) ملک پیرو ہی تھا - اور اگرچہ اِس بات کی تکذیب ایک نہایت مستند شخص نے کی ہے - لیکن پھر بھی اسمین تو ذرا شک نہین کہ

وہ پیرو مین اُسوقت بکثرت پایا گیا تھا جبکہ پہلے پہل اُس ملک کو اہل یورپ نے دریافت کیا تھا بکسیکو مین اہل اسپین کے آنے سے پیشتر کوئی شخص آلو کا نام بھی نہین جانتا تھا۔ لیکن مکسیکو اور پیرو دونون مقامات کے باشندون کی بسراوقات زیادہ تر کیلے کی پیداوار پر تھی۔ اور یہ کیلا ایسا پھل ہے جس کی تولید نسل کی قوت ایسی عجیب و غریب ہے کہ اگر وہ واقعات جو ہمکو معلوم ہین اور جنکی صحت و واقعیت لاکلام ہین موجود نہوتی تو کسی کو اُس کا یقین ہی نہ آتا۔ یہ عجیب درخت امریکہ مین وہان کے قوانین موسمی سے نہایت قریبی تعلق رکھتا ہے کیونکہ جسوقت درجات حرارت ایک معین حد سے تجاوز کرتے ہین اُس وقت انسان کی پرورش کے واسطے وہ ایک نہایت مفید شے ثابت ہوتا ہے۔ اُسکی پرورش کنندہ قوتون کے بارے مین اسیقدر کہنا کافی ہے کہ اگر وہ ایک ایکڑ زمین مین بویا جائے تو پچاس آدمیون کی بسراوقات کے لئے کافی ہو۔ حالانکہ اگر یورپ مین اتنی ہی زمین مین گیہون بوئے جائین تو وہ صرف دو آمیون کیلیے کفایت کرین گے۔ اب اُسکی پیداوار کی افراط کے لحاظ سے دیکھو تو یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ (اگر اور سب حالتین یکسان ہون تو) اُس کی پیداوار آلو سے چوالیس[۴۴] گونہ اور گیہون سے ایکسو تینتیس[۱۳۳] گونہ زیادہ ہوتی ہے۔

اب یہ بات بآسانی سمجھ مین آجائیگی کہ کیا سبب تھا کہ کل اہم امور کے لحاظ سے مکسیکو اور پیرو کے تمدن ٹھیک ٹھیک مشابہ تھے ہندوستان اور مصر کے تمدن سے اِن چارون ملکو نمین اور جنوبی ایشیا اور وسطی امریکہ کے اور بھی ملکو نمین اِسقدر علم موجود تھا کہ جسے اگر یورپ کی معیار پر جانچین تو وہ بالکل حقیر و قابل تحقیر ثابت ہو لیکن اگر اُس کا مقابلہ اُس جہالت بحت سے کرین تو جو اُن کے ہمسایہ ملکون اور معاصر قومون مین پھیلی ہوئی تھی تو وہ نہایت ممتاز نظر آئے۔ لیکن ان سب مین یہ معذوری تھی کہ جو تھوڑا سا تمدن درحقیقت اُن کے قبضے مین تھا وہ اسے پھیلا نہین سکتے تھے۔ اور اُنمین ہر ایک ایسا امر جو جمہوری خیال کے قریب بھی ہو بالکل معدوم تھا۔ ہر جگہ طبقہ اعلیٰ والونمین وہی ایک خود مختارانہ اور شخصی قوت چھائی ہوئی تھی اور طبقہ ادنے والونمین

ایک ہی قسم کی غلامی و اطاعت۔ کیونکہ یہ کل تمدن (جیسا ہم ابھی صاف صاف دکھا چکے ہین) چند اسباب طبیعی سے اثر پذیر ہوئی تھی اور وہ اسباب اگرچہ دولت کی فراہمی کے واسطے موافق تھے لیکن دولت کو ٹھیک طرح سے تقسیم کرنے کے واسطے موافق نہ تھے اور چونکہ ہنوز انسان کا علم طفولیت کے عالم مین تھا اس وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ ان کارکنان طبیعی کے مقابلے مین کوئی جد و جہد کیجاتی یا عالم کے نظم و ترتیب پر جو اثر یہ کارکنان طبیعی پیدا کیا کرتے ہین (اور جنکے کھوج لگانے کی کوشش مین سنے کی ہے) اُن سے وہ باز رکھے جاتے۔ میکسیکو اور پیرو مین صنعت و حرفت نے (اور خاصکر اُس صنعت و حرفت نے جو دولتمند گروہون کے عیش و آرام مین معین ہوتی ہے) نہایت فروغ پایا چنانچہ طبقۂ اعلیٰ والون کے مکانات آرائش کے سامانون اور عمدہ کارگیری کے برتنون سے سجے ہوئے اور اُن کے کمرون مین نفیس پردے لٹکے ہوئے ہوتے۔ اُنکی ملبوس اور ذاتی بناؤچناؤ کی چیزین ایسی گرانبہا ہوتی تھین کہ جن کی قیمت سُن کے حیرت ہو جاتی تھی۔ اُن کے جواہرات نہایت پُرآب و تاب اور نفیس و نادر شکل و صورت کے ہوتے تھے۔ اُنکی قیمتی قباؤن مین بہت ہی نایاب پر ٹکے ہوتے تھے کہ جو سلطنت کے دور دراز مقامات سے جمع کر کے لائے جاتے تھے۔ اور یہ سب امور اِس بات کی شہادت دیتے تھے کہ وہان دولت بے اندازہ ہے اور وہ دولت نمود اور نمائش مین بے دریغ لُٹائی جاتی ہے۔ لیکن اِس مصروف آرائش و آسائش طبقہ کے نیچے عوام الناس کا دوسرا طبقہ تھا اور اُسکی جو کچھ حالت تھی اُسکا تصور بآسانی ہو سکتا ہے۔ پیرو مین کل محاصل سرکاری یہی گروہ ادا کرتا تھا کیونکہ عمائد اور علماء ملت ٹکسون سے مستثنے تھے۔ چونکہ سوسائٹی کی ایسی حالت مین عوام الناس کے واسطے یہ ناممکن تھا کہ وہ دولت جمع کرتے اِس لئے وہ مجبور تھے کہ اپنی ذاتی محنت سے دولت پیدا کرین اور حکومت کے کُل اخراجات کے متکفل ہون۔ پھر اسیکے ساتھ ملک کے فرمانروا یہ بخوبی جانتے تھے کہ ایسے نظم حکومت کے ساتھ شخصی آزادی کے خیالات میل نہین کھاتے اِس لئے اُنھون نے ایسے قوانین وضع کیے تھے کہ

جن کے ذریعے سے نہایت ہی خفیف خفیف امور مین بھی آزادی افعال کی روک تھام کردیگئی تھی۔ عوام الناس قوانین کی زنجیرونمین اِس درجہ جکڑدیئے گئے تھے کہ وہ بغیر حکام وقت کی اجازت کی نہ اپنے مسکن تبدیل کرسکتے تھے نہ اپنے کپڑے بدل سکتے تھے۔ ہرایک شخص کے واسطے قانون ہی نے وہ کاروبار بتادیا تھا جو اُسے کرنا چاہیئے تھا۔ وہ لباس بتادیا تھا جو اُسے پہننا چاہیئے تھا۔ وہ عورت بتادی تھی جس سے اُسے شادی کرنا چاہیئے تھی۔ اور وہ مشاغل تفریح سجھادیے تھے جنمین اُسے اپنا دل بہلانا چاہیئے تھا۔ باشندگان مکسیکو کے یہان بھی صورت حال ایسی ہی کچھ تھی یعنی ایک ہی طرح کے حالات طبیعی سے ایک ہی طرح کے نتائج امور معاشرت مین پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ۔ نہایت ضروری امر خاص مین یعنی باشندون کی حالت کے معاملے مین مکسیکو اور پیرو بالکل ایک دوسرے کا چربا یا مثنےٰ تھے۔ کیونکہ اگرچہ اُمور اختلافی بہت جزئی تھے لیکن اِس بارے مین دونون بالکل یکسان اور ریک رنگ تھے کہ دونون ملکونمین دوہی طبقہ تھے اور طبقۂ اعلیٰ جابر اور طبقۂ ادنیٰ غلام تھا۔ یہ وہ حالت تھی جو مکسیکو مین اُسوقت پائی گئی تھی جبکہ اہل یورپ نے اُس کا سُراغ لگایا تھا۔ اور یقیناً اسی حالت کی طرف وہ لوگ اپنے بہت ابتدائی زمانے سے مائل تھے۔ رفتہ رفتہ کرکے یہی امور ایسے ناقابل برداشت ہوگئے تھے کہ ہم نہایت قطعی شہادت کی روسے یہ جانتے ہین کہ عوام الناس مین (جفائین جھیلتے جھیلتے اور سختیان اُٹھاتے اُٹھاتے) جو عام ناراضی اور بددلی پھیل گئی تھی وہ فاتحان اسپین کی ترقی مین معاون ہوکے ایک سبب منجملہ اُن اسباب کے ہوگئی تھی جن سے سلطنت مکسیکو کے زوال مین تعجیل ہوئی۔

جس قدر یہ جانچ پڑتال آگے بڑھتی ہے اُسیقدر زیادہ حیرت انگیز مشابہت اُن ملکون کے تمدنون کی معلوم ہوتی ہے جو نفس انسانی کی ترقی کے معاملے مین عہد یورپ سے پیشتر پھلے پھولے ہین۔ یورپ کے بڑے بڑے ملکونمین ایک نیشن (قوم) کی تقسیم ذاتونمین ناممکن تھی لیکن نہایت قدیم زمانۂ مصر و ہندوستان مین اور بظاہر فارس مین ایسی تقسیم موجود تھی۔ اور یہی ایک کارروائی

ایسی تھی جس پر سختی کے ساتھ پیرو مین عملدرآمد کرایا گیا تھا - اور یہ امر کہ ایسی کارروائی اُسوقت کی سوسائٹی کی حالت کے لحاظ سے کسقدر موزون تھی اسبات سے ثابت ہوتا ہے کہ مکسیکو مین بھی جہان ازروے قانون ذات پات کوئی چیز نہ تھی یہ ایک مسلّم رواج ہوگیا تھا کہ ہر بیٹے کو اپنے باپ کا پیشہ اختیار کرنا چاہیئے - یہ ایک شان تھی اُس رُکی تھمی اور کنسرویٹیو (قدامت پرست) طرز خیال کی جس نے (جیسا کہ ہم آگے چلکے دیکھین گے) اُن سب ملکون کو مُمیز کر رکھا ہے جہان طبقۂ اعلیٰ والون کے ہاتھون مین کل اقتدار رہا ہے اور اسی طرز خیال کی مذہبی شان وہ تھی جو قدامت سے اُس قلبی تقدس آمیز (یا بزرگ داشت) اور انقلاب سے اُس نفرت و بیزاری کے خیال مین ظاہر ہوئی تھی کہ جسے امریکہ پر جن لوگون نے کتابین لکھی ہین اُنھین سب سے بڑے مصنف نے نہایت خوبی سے یہ دکھایا ہے کہ ایک مشابہت درمیان مکسیکو اور ہندوستان کے باشندون کے ہے اسمین اتنا اور اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ جن حضرات نے مصر قدیم کی تاریخ کو مطالعہ کیا ہے اُنھون نے وہان کے باشندون مین بھی اسیطرح کا رُجحان پایا ہے - وِلکنس (جس کے بابت یہ مشہور رہے کہ اُسنے مصر کے آثار اور یادگارون پر نہایت توجہ صرف کی تھی) لکھتا ہے کہ وہ لوگ اور تمام قومون سے زیادہ اپنی عبادت کے تبدیل نہ کرنے مین ضدی تھی اور ہیروڈوٹس جس نے مصر مین دو ہزار تین سو برس پیشتر سیاحت کی تھی ہمکو یقین دلاتا ہے کہ وہ لوگ اپنے قدیم رسمونکو تو قائم رکھتے تھے مگر کبھی نئی رسمین اختیار نہین کرتے تھے - ایک اور طرح سے اگر دیکھا جائے تو اُن دور اُفتادہ ممالک مین جو مشابہت تھی وہ مساوی طور سے دلچسپ تھی - کیونکہ بدایتہً وہ اُن اسباب سے پیدا ہوئی تھی جن پر ہم غور کر چکے ہین کہ وہ دونون مین قدر مشترک تھے - مکسیکو اور پیرو مین چونکہ طبقۂ ادنیٰ والے بالکل طبقۂ اعلیٰ والون کے قبضے و اختیار مین تھے اس وجہ سے وہان بطور لازمی نتیجہ کے وہ فضول تضیع محنت ہوئی جسے ہم مصر مین معائنہ کر چکے ہین اور جسکی شہادت اُن مندرون اور محلون کے کھنڈرون مین بھی نظر آسکتی ہے جو ابتک ایشیا کے مختلف حصص مین پائے جاتے ہین -

باشندگان مکسیکو اور باشندگان پیرو دونون نے بڑی بڑی عالیشان عمارتین کھڑی کین اور یہ عمارتین اُسیقدر بیکار و فضول تھین جس قدر مصر کی عمارتین تھین اور ایسی عمارتین کسی ملک مین اُس وقت تک قائم نہین ہو سکتی ہین جبتک کہ اُس مُلک مین محنت و مشقت کا صلہ کافی نہوا ور اُسکا استعمال بیجا نہ کیا جائے اِن خود نمائی کی یادگارون کی صحیح لاگت تو معلوم نہین ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ بہت اور بے انداز ہوگی کیونکہ امریکہ والے لوہے کے فوائد اور استعمال سے بے خبر ہونے کے سبب سے اِس قابل نہ تھے کہ اُن وسائل کو کام مین لاسکین جن کے ذریعے سے بڑی بڑی عمارتون کے بنانے مین محنت بہت کچھ بچ جاتی ہے - بہر نوع - کچھ ایسے جزئی امور محفوظ رکھے گئے ہین جن سے اِس مسئلے کا کچھ کچھ اندازہ ملجاتا ہے - مثلاً اُن کے بادشاہون کے قصور و ایوان کو دیکھتے ہین تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ پیرو مین ایک شاہی محل کی تعمیر مین بیس ہزار آدمی پچاس برس تک مصروف رہے ہون گے اور مکسیکو کے قصر شاہی کی تعمیر مین دو لاکھ آدمیون سے کم کی محنت صرف نہوئی ہو گی - یہ سراپا حیرت واقعات ہین جو (اگر اور کُل شہادتین نیست و نابود بھی ہو جائین تب بھی) ہمکو اِس قابل کرتی ہین - کہ ہم اُن ملکون کی حالتون کا اندازہ کر سکین جن مین ایسے خفیف اغراض کے واسطے اتنی زیادہ قوت صرف کیجاتی تھی -

مندرجہ بالا شہادت جو ایسے وسائل سے فراہم کی گئی ہے جن کے صحیح ہونے مین کچھ کلام ہو نہین سکتا یہ ثابت کرتی ہے کہ اُن عظیم قوانین طبیعی کا زور کیا تھا جنھون نے یورپ سے باہر نہایت آسودہ و خوشحال ملکونمین دولت فراہم کرنے مین تو اعانت مگر اُس کے نشر و تقسیم کی ممانعت و مزاحمت کی - اور جن کے سبب سے طبقۂ اعلیٰ والون نے سوشیل اور پولٹیکل قوت و اقتدار کے ایک نہایت اہم جزو کو اپنا حق سمجھ لیا اور انجام یہ ہوا کہ اُن سب تمدنون مین عوام الناس کے گروہ کثیر نے قوم کی ترقیون سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا اور اس وجہ سے چونکہ ترقی کی بنیاد نہایت ہی تنگ تھی اِس لئے خود وہ ترقی بالکل مخدوش اور

بے ثبات تھی۔ پھر جب خارج سے کچھ اسباب ناموافق پیدا ہوگئے۔ تو اُس وقت پورے سلسلے کا درہم برہم ہوجانا ایک نتیجۂ لازمی تھا۔ ایسے ملکونمین چونکہ سوسائٹی مین باہم نزاع رہتی ہے اسوجہ سے اُسمین اتنی شکت نہین ہوتی کہ قائم رہ سکے اور اسمین کچھ شک نہین کہ جسوقت اصلی بربادی پیش آئی تھی اُس سے بہت پہلے یہ یک رُخے اور بیقاعدہ تمدن روبہ تنزل ہوچکے تھے۔ حتیٰ کہ اُنکی نکبت نے بیرونی حملہ آورون کی پیش قدمی مین مدد دی اور اُن قدیم سلطنتون کی بساط اُلٹنے مین اُنکی دستیاری کی جن پر اگر حکومت زیادہ عاقلانہ طریقہ کی ہوتی تو وہ آسانی سے بچ جاتین اور اپنے حال پر قائم رہتین۔

یہانتک تو ہمنے اُس طریقہ کو بتایا ہے جس سے یورپ سے باہر کے بڑے بڑے ملکون کے تمدن اپنے اپنے مقامات کے غذا۔ اقلیم اور سرزمین کی تاثیرات سے متاثر ہوا کئے ہین۔ اَب یہ باقی رہا ہے کہ مین اُن دیگر کارکنان طبیعی کی تاثیرات پر غور کرون جنکو مین نے بحیثیت مجموعی مناظر فطرت سے تعبیر کیا ہے اور جن سے اُس اثر کی بابت بعض وسیع اور محیط تحقیقاتون کی طرف خیال رجوع ہوگا جو عالم خارجی اس طور پر کرتا ہے کہ انسانون مین بعض قسم کے طرز خیال کا رحجان پیدا کرکے مذہب۔ فنون لطیفہ اور علوم ادبیہ (یعنی مختصر الفاظ مین نفس انسانی کے خاص خاص شیون ومظاہر) کو ایک سانچے مین ڈہال دیتا ہے۔ اَب اِس کا تحقیق کرنا کہ یہ کیونکر واقع ہوتا ہے ایک ضروری تتمہ اُس تحقیقات کا ہے جو ابھی ختم ہوئی ہے کیونکہ جس طرح ہم ابھی دیکھ چکے ہین کہ اقلیم۔ غذا۔ اور سرزمین خصوصیت کے ساتھ دولت کے اجتماع اور تقسیم سے واسطہ رکھتے ہین۔ ٹھیک اسی طرح ہم یہ بھی دیکھین گے کہ مناظر فطرت خیالات کے اجتماع اور تقسیم سے واسطہ رکھتے ہین۔ اول الذکر حالت مین ہمکو انسان کے مادی فوائد اور معاملات سے سروکار ہوتا ہے اور آخرالذکر حالت مین اُس کے عقلی فوائد ومعاملات سے۔ اول الذکر کے تحلیل وتجزی اُس حد تک ہوچکی ہے جتنی میرے امکان مین تھی بلکہ غالباً اُس حد تک جتنی کہ موجودہ حالت معلومات اجازت دیتی ہے لیکن آخرالذکر (یعنے مناظر فطرت اور نفس

انسانی کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اُس) مین ایسے وسعت بے پایان والے تخیلات مضمر ہین
اور اُس کے واسطے اتنی شہادت کثیرہ ہر گوشہ وزاویہ سے درکار ہے کہ مجھے خود معلوم
نہین اُس کا حشر کیا ہوگا مین ہرگز یہ دعویٰ نہین کرتا کہ مین اتنا بھی کرسکونگا جسے ایک جامع
ومانع تحلیل یا تجزی کے قریب قریب کہہ سکین اور نہ مجھے اُمید ہے کہ مین اِس سے کچھ بھی
زیادہ کرسکونگا کہ وہ جو ایک پیچیدہ اور رہنوز غیر منکشف (یا سربستہ) کارروائی جاری ہی
جس سے عالم خارجی نے نفس انسانی پر ایسا اثر ڈالا ہے کہ اُس کی قومی ترقیون مین سدِّراہ
ہوئی ہے اور اکثر اوقات اُس کی پیش قدمی کو روک دیا ہے) اُس کے بعض قوانین کو
کلیات کے تحت مین لے آؤن۔

جب اِس لحاظ سے مناظر فطرت پر نظر ڈالی جاتی ہے اُسوقت وہ دو قسمون مین منقسم
معلوم ہوتے ہین۔ پہلی صنف مین وہ ہین جنمین یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ قوت تخیل پر زیادہ اثر ڈالتے
ہین اور دوسری صنف مین وہ ہین جو (اُس ملکہ کو جسے عرف عام مین فہم انسانی کہتے ہین یعنی)
محض عقل کے استدلال منطقی کو اپنا مخاطب بناتے ہین کیونکہ اگرچہ یہ صحیح ہو کہ ایک کامل اور
سلیم الطبع نفس مین قوت تخیلیہ اور عقل دونون اپنا اپنا کام کرتی ہین اور ایک دوسرے
کی معین ومددگار ہوتی ہین لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اکثر مواقع پر عقل انسانی اتنی کمزور ہوتی ہے
کہ وہ نہ قوت تخیلہ کو زیر کرسکتی ہے نہ اُسکی خطرناک بیراہہ روی کو روک سکتی ہیں۔ روز افزون
تمدن کا رجحان اسطرف ہے کہ اِس عدم تناسب (یا بے اعتدالی) کا علاج کرے اور قوائے
استدلالیہ کو وہ قدرت تفویض کرے جو سوسائٹی کے عالم طفولیت مین کلیتہً قوت تخیلہ کو حاصل
ہوتی ہے۔ اَب یہ بات کہ آیا اسکی کوئی وجہ ہے کہ اسکا اندیشہ کیا جائے کہ جو کایا پلٹ ہو رہی
ہے بے اندازتو آگے نہ بڑھ جائے گی اور یہ کہ قوائے استدلالیہ موقع پاکے کہین قوت تخیلہ
کو پامال تو نہ کر ڈالین گے۔ یہ سوال نہایت قابل غور وخوض امور سے متعلق ہے لیکن اپنی
معلومات کی موجودہ حالت مین غالبًا ہم اِسے حل کر نہین سکتے۔ بہرکیف نہ یہ یقینی ہے کہ ایسا

واقعہ ابتک کبھی پیش نہین آیا ہے۔ کیونکہ آب اُس زمانے مین بھی جبکہ قوت تخیلہ اسقدر قابو
مین ہے جتنی کبھی قرون ماضیہ مین نہین ہوئی تھی پھربھی اُسنے بہت کچھ قوت اور قدرت حاصل
ہے اور یہ بات بآسانی صرف اُن توہمات سے ثابت ہوتی ہے جو ہرایک ملک مین اب بھی
دائرسائر ہین بلکہ قدامت (یا زمانۂ قدیم) کی بابت اُس شاعرانہ تقدس مآبی کے خیال سے بھی
ثابت ہوتی ہے جو اگرچہ عرصے سے زوال پذیر ہے پھربھی آزادی کا خون اور قوت ممیزہ
کی آنکھین بے نور کر رہا ہے اور تعلیم یافتہ جماعت کی جدت طرازی کا گلا گھونٹ رہا ہے۔
پس جہانتک کہ آثار فطری کا تعلق ہے یہ واضح ہے کہ جس شے سے ہول و دہشت یا
استعجاب و حیرت کے خیالات برانگیختہ ہوتے ہین یا جس شے سے نفس انسانی مین کسی مجہول الکنہہ
ہستی مطلق کا تصور پیدا ہوتا ہے اُسمین ایک خاص میلان قوت تخیلہ کے مشتعل کرنے اور
زیادہ تر دھیمے اور سوچے سمجھے افعال انسانی کو اپنے تحت مین لانے کا ہوتا ہے۔ ایسی صورتون
مین جب انسان اپنا مقابلہ فطرت کی قوت و شوکت سے کرتا ہے تو نہایت حسرت کے ساتھ
اُسے خود اپنی ہیچمیرز ہیچکارہ ہونے کا ادراک۔ اور اپنی مغلوبیت کا خیال اُسپر مستولی ہوتا ہے
ہرطرف سے بیحد و بیشمار مزاحمتین اُسے گھیر لیتی اور اُسکی ذاتی مرضی کو محدود و مقید کردیتی
ہین۔ اُسکی طبیعت ایک اَن بوجھے اور سمجھ مین نہ آنے والے کے تصور سے مرعوب ہوکے اُسکی
پروا نہین کرتی کہ اُن جزئیات کو بہ تفصیل دیکھے جس سے اس دلفریب شکوہ و شان نے ترکیب
پائی ہے۔ پھر دوسری طرف۔ جہان فطرت کے کام حقیر و ناتوان ہین وہان انسان کو اپنے
خیال پر اطمینان و اعتبار حاصل ہوتا ہے۔ وہان اُسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی قوت
پر بھروسہ کرسکتا ہے۔ گویا وہ ہرطرف آزادی سے ہاتھ پاؤن چلا سکتا اور ہرسمت مین اپنا
سکہ بٹھا سکتا ہے۔ اور چونکہ وہ آثار زیادہ تر اُسکی دسترس سے باہر نہین ہوتے ہین اسوجہ سے
اُس کے لئے یہ بھی آسان ہوتا ہے کہ اُنکے اوپر تجربے اور آزمائشین کرے۔ یا بہ تفصیل و تشریح
اُن پر غور کرے اور اِس غور و فکر سے جس طبیعت مین تحقیق و جستجو کی کاوش ہوتی ہو اُسکی

ہمت بڑھتی ہے اور وہ اس امر پر آمادہ ہو جاتی ہے کہ مناظر فطرت کی بابت کلیات قائم کرے اور اُن کلیات کو ایسے قوانین سے پیوند دے جنکے وہ تابع اور محکوم ہوتے ہین۔

جب ہم اس طور سے نفس انسانی پر (جس حیثیت سے کہ وہ مناظر فطرت سے متاثر ہوتا ہے) نظر ڈالتے ہین تو بیشک ہکو یطرفہ ماجرا نظر آتا ہے کہ کل بڑے بڑے ابتدائی تمدن یا تو منطقۂ حارّہ کے اندر یا بالکل اُس سے متصل واقع ہوئے تھے اور وہین یہ مناظر فطرت نہایت ارفع واعلیٰ اور نہایت مہیب ہیئت سے واقع ہین اور وہین (علی العموم) فطرت ہر ایک حیثیت سے انسان کے واسطے نہایت ہی ہولناک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایشیا۔ افریقہ اور امریکہ مین عالم خارجی بہ نسبت یورپ کے کہین زیادہ خوفناک ہے اور یہ بات صرف اُن مستقل اور معین آثار (جیسے پہاڑ یا اور بڑے بڑے قدرتی حدود فاصل) تک موقوف نہین بلکہ اتفاقی اور ناگہانی آثار (جیسے زلزلے۔ طوفان۔ آندھیان اور وبائین کہ جنمین سے ہر ایک اُن ملکونمین اکثر وقوع پذیر ہوتے اور نہایت تباہی لاتے ہین) کے بارے مین بھی صحیح اُترتی ہے۔ یہ متواتر اور سنگین خطرات ویسے ہی اثر پیدا کرتے ہین جیسے اثر فطرت کی شوکت وشان پیدا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے کہ دونون مین اسکا میلان ہوتا ہے کہ قوت تخیلہ کی تحریک کو ترقی دین۔ وجہ یہ ہے چونکہ قوت تخیلہ کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ نامعلوم امور سے سروکار رکھے تو ہر ایک واقعہ وحادثہ جس کی توجیہ نہین ہوئی ہے اور جو اہم ہے وہ ہمارے قوائے تخیل کو براہ راست اشتعالک دینے والا ہے۔ چونکہ منطقۂ حارّہ مین اس قسم کے حوادث اور سب مقامات کے بہ نسبت زیادہ واقع ہوتے ہین اس لئے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ منطقۂ حارّہ مین قرینۂ غالب یہی ہے قوت تخیل کے ہاتھ میدان رہے۔ اِس اُصول کی عملی کارگزاری چند مثالون سے واضح ولائح ہوجائے گی اور ناظرین کو اُن دلائل کے واسطے تیار کردے گی جو انھین مثالونپر مبنی ہین۔

وہ حوادث طبیعی جو انسان کی امن وعافیت مین خلل ڈالتے اور اُسے مضطر کرتی ہین اُنمین

سب سے زیادہ حیرت خیز زلزلے ہین۔ اِس حیثیت سے کہ اُنہین جانین کتنی ضائع ہوتی ہین اور
اِس لحاظ سے بھی کہ وہ بالکل یکایک اور بالکل بے شان وگمان واقع ہوتے ہین۔ اور اسبات
کے باور کرنے کے وجوہ موجود ہین کہ زلزلون کے آنیسے پیشتر ہمیشہ فضاے عالم مین کچھ انقلابات
ہوتے ہین کہ جو فوراً نظام اعصابی پر اثر ڈالتے ہین اور اِس طور سے اُنہین یہ میلان طبعی ہوتا
ہے کہ قوائے عقلی مین فتور پیدا کردین۔ بہرنوع یہ چاہے جو کچھ بھی ہو اسمین تو کچھ شک ہو نہین سکتا
کہ بعض خاص قسم کی عادات اور سلسلۂ خیالات کے طیار کرنے مین اُن کا کیا اثر پڑتا ہے۔
اُن کے سبب سے جو ہیبت طاری ہوتی ہے وہ قوت تخیلہ کو تکلیف دہ درجے تک برانگیختہ
کرتی ہے اور جب وہ قوت فیصلہ کو جادۂ اعتدال سے منحرف کرچکتی ہے تو اُس وقت وہ
انسان کا رُجحان تصورات وہمی کی طرف پیدا کردیتی ہے۔ اِس سے بھی بڑھکے جو بات عجیب
ہے وہ یہ ہے کہ جسقدر ان حوادث مین تکرار۔ اور اعادہ ہوتا ہے وہ بجائے اِس کے کہ
ان تصورات وہمی کو باطل ثابت کرے اُنھین اور مضبوط کرتا رہتا ہے۔ پیرو مین جہان
اور کُل ملکون کے بہ نسبت زلزلے اکثر آیا کرتے ہین ہر مرتبہ جب زلزلہ آتا ہے وہ عام حسرت و
نامرادی کو اور بڑہا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض صورتو نمین اتنی ہول پیدا ہو جاتی ہے کہ جو روکے
نہین رُکتی۔ اِس طور سے انسانی صحبت متواتر ایک خلجان۔ بیم و ہراس۔ اور ریزدلی کی حالت
مین پڑجاتی ہے۔ اور جب انسان ایسے سخت خطرے دیکھتے ہین کہ جن کو نہ وہ ٹال سکتے ہین
نہ سمجھ سکتے تو اُنکے قلوب پر خود اپنی ناقابلیت کا یقین اور اپنی سامانون کی غربت وبیمایگی کا
خیال نقش ہو جاتا ہے جسقدر یہ خیال دلمین گھر کرتا ہے اُسیقدر قوت تخیلہ بیدار اور مصروف
بکار ہوتی ہے اور اُسیقدر مافوق الفطرۃ مداخلت کا عقیدہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے جب
انسانی قوت کام نہین دیتی تو مافوق انسانی (یعنے قوت انسانی سے بالاتر) قوت جگھ لے لیتی
ہے۔ اور پردۂ اسرار کی چیزین جو نظر نہین آتین اُن کے وجود کا عقیدہ قائم ہوجاتا ہے اور
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانون مین خوف و دہشت اور مجبوری وبیچارگی کے وہ خیالات

پیدا ہو جاتے ہین جن پر کل توہمات باطلہ مبنی ہین اور جن کے بغیر کسی وہم یا وسواس کا پتہ بھی نہین لگ سکتا۔

اسکی مزید مثال یورپ مین بھی ملسکتی ہے جہان نسبتہً ایسے آثار بہت ہی شاذ و نادر ہین لیکن وہان بھی اور دوسرے بڑے بڑے ملکون کی بہ نسبت ملک اطالیہ اور جزیرہ نماے اسپین و پرتگال مین زلزلے اکثر واقع ہوتے ہین اور آتش فشان مادونکا خروج اکثر ہوا کرتا ہے اور ٹھیک یہی مقام وہ ہین جہان توہمات بیجا بہت دائر سائر رہے ہین۔ اور وہم پرست گروہون کو بہت رسوخ و اقتدار حاصل رہا ہے۔ یہی ملک وہ تھے جہان علماء ملت نے سب سے پہلے اپنے سکے بٹھائے جہان مذہب عیسوی مین بدترین خرابیان پیدا ہوئین اور جہان سب سے زیادہ عرصہ ممتد تک توہمات باطلہ نہایت مضبوطی سے قدم جمائے رہے۔ اسی کے ساتھ ایک حالت اور اضافہ کیجا سکتی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آثار طبیعی کو قوت تخیلہ کے غلبہ و تفوق سے کیا تعلق ہے۔ عام طور سے کہا جائے تو یہ کہہ سکتے ہین کہ فنون لطیفہ زیادہ تر قوت تخیلہ سے سروکار رکھتے ہین اور علوم تجربیہ (سائنس) عقل سے۔ اس جگہہ یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ کل اعلیٰ درجے کے باکمال مصوّر اور قریب قریب کل بڑے بڑے نقاش جو زمانہ حال کے یورپ نے پیدا کیئے ہین وہ سب یا تو جزیرہ نمائی اسپین کے تھے یا جزیرہ نماے اطالیہ کے۔ اب بلحاظ علوم تجربیہ کی بھی اسمین شک نہین کہ اطالیہ مین بعض اشخاص ممتاز قابلیت کے گذرے ہین۔ لیکن جب وہان کے مصورون اور نقاشون اور شاعرون کے ساتھ وہان کے علماے علوم عقلیہ کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو اُن لوگون کی تعداد اتنی کم ٹھہرتی ہے کہ دونون مین کوئی نسبت ہی نہین معلوم ہوتی۔ اب اسپین و پرتگال کو لیجیئے تو ان دونون ملکونکی ادب و انشا نمایان طور سے شاعرانہ ہے اور وہان کے مدرسون سے بعض ایسے مصور نکلے ہین جو دُنیا مین یگانہ روزگار تھے۔ برعکس اس کے انھین مقامات مین نرے کھُرے قوائے استدلالیہ کی ترقی دینے مین ایسی بے التفاتی کیگئی کہ کل جزیرہ نمانے ازل سے لیکر اسوقت تک کوئی ایک نام بھی

علوم طبیعی مین کمال پیدا کرنے والے کا تاریخ مین ایسا یادگار نہین چھوڑا جو اعلیٰ درجے کا شمار ہوا ہو اور کوئی ایک آدمی بھی وہان ایسا نہ نکلا جس نے معلومات یورپ کی ترقی مین کوئی عصر جدید شروع کیا ہو۔

جس طور سے کہ مناظر فطرت (جبکہ وہ نہایت ہولناک ہوتے ہین) قوت تخیلہ کو برانگیختہ کرتے اور توہمات باطلہ کو پیدا کر کے علم کی سدِ راہ ہوتے ہین وہ دو ایک مزید واقعات سے اور زیادہ وضح ہو سکتا ہے۔ ایک جاہل گروہ مین براہ راست ایک رُجحان اس جانب ہوتا ہے کہ کل سنگین خطرات و مصائب کو ما فوق الفطرۃ مداخلت پر محمول کرے اور جب اس طرح سے ایک مضبوط مذہبی خیال بھڑک اُٹھتا ہے تو متواتر یہ واقع ہوتا ہے کہ نہ صرف وہ مصیبت جھیل لیجاتی ہے بلکہ حقیقت مین اُس مصیبت کی پرستش کیجاتی ہے۔ مالابار کی جنگل کے بعض ہندوؤن کی یہی حالت ہے اور جس شخص نے وحشی جرگون کے حالات مطالعہ کیئے ہین اُسکو اسی قسم کی اکثر مثالین نظر آئی ہون گی حقیقت مین اسکا یہانتک اثر ہے کہ بعض ملکونمین باشندگان ملک عظمت آمیز خوف و دہشت کے خیال سے وحوش صحرائی اور خوفناک حشرات الارض کو مارنے سے احتراز کرتے ہین اور جسقدر ایذا رسانی اِن موذی جانورون کے ہاتھون ہوتی ہے وہ اُنکے اس بقا و تحفظ کی بدولت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ بے دغدغہ مارے مارے پھرتے ہین۔

اس طریق پر اگلے منطقۂ حارہ والے تمدنون کو ایسی بیحد و بیشمار مشکلات سے سابقہ پڑا ہے جس سے منطقۂ معتدلہ کے رہنے والے خبر بھی نہین ہین کہ جہان یورپ کا تمدن عرصے سے پھل پھول رہا ہے منطقہ حارہ والے تمدنونمین دشمن انسان جانورونکی خونخواریان۔ ابر و باد کے طوفان۔ زلزلون۔ اور اسی قبیل کے دیگر آفات و بلیات کی دست درازیان علی التواتر وہان کے باشندون کے نقش خاطر ہوتی رہتی ہین اور اُن سے قوم کی سیرت و خصلت مین ایک خاص شان پیدا ہو گئی ہے کیونکہ اُن لوگونکو جن مصیبتون کا سامنا کرنا پڑتا تھا اُنمین جان جوکھون کا ادنے مرتبہ یہ تھا کہ زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ اور اصلی خرابی یہ تھی کہ طبیعتون مین وہ [illegible] گیا تھا

کہ جس نے قوت تخیلہ کو عقل پر فائق کر دیا تھا اور لوگو نمین بجائے تحقیق و تفتیش کی کُریدکے تقدس کا خیال دلنشین اور اُن کے نفوس مین یہ میلان پیدا کر دیا تھا کہ اسباب طبیعی کی تحقیق و جستجو کو تو نظر انداز کرین اور کل حوادث کو مافوق الفطرۃ دست اندازی کے عمل سے منضم کر دین۔

جسقدر حال اُن ملکونکا ہمکو معلوم ہوا اُسکی ہر بات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رُجحان کتنا کارگذار رہوگا۔ چند نہایت شاذ مستثنیات سے قطع نظر کر کے دیکھو تو بمقابلہ منطقۂ معتدلہ کے منطقہ حارہ کے موسمو نمین صحت و تندرستی نہایت نازک حالت مین ہوتی ہے اور بیماریان عام۔ پھر۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے اور بیشک یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ انسان جتنا موت کے خوف سے مافوق الفطرۃ امداد کا خواہان و جویان ہوا کرتا ہے اتنا اور کسی بات سے نہین ہوتا۔ عالم آخرت کے بارے مین ہماری جہالت ایسی تام ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہین اگر مضبوط سے مضبوط دل بھی اُس تاریک و بے جانے بوجھے مستقبل کے یکایک سر پر آجانیسے سکتے مین ہو جائے۔ اِس معاملے مین عقل بالکل ساکت ہے اور اِسی وجہ سے قوت تخیلہ حد سے زیادہ اپنی بلند پروازی دکھاتی ہے جب اسباب فطری کا عمل ختم ہو چکتا ہے اُسوقت (یہی خیال کیا جاتا ہے کہ) مافوق الفطرۃ اسباب کا دورہ شروع ہوتا ہے۔ اِسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جس شے سے کسی ملک مین مہلک بیماریون کی تعداد بڑھ جاتی ہے اُسمین فی الفور ایک میلان توہمات باطلہ کے استوار کرنے اور عقل کو زیر کر کے قوت تخیلہ کو بالا کر دینے کا ہوتا ہے۔ یہ اُصول اسقدر عالمگیر ہے کہ دُنیا کے ہر حصے مین وہ بیماریان جو مخصوص طور سے مہلک ہین اور علی الخصوص وہ جن کا ظہور یکایک اور بے نشان و گمان ہوتا ہے اُنکو عوام الناس ایزدی مداخلت پر محمول کرتے ہین۔ ایک زمانے مین یورپ والے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہر ایک وباء عام قہر ایزدی کی ایک شان ظہور ہوتی ہے اور اگرچہ یہ رائے اب عرصے سے مٹ رہی ہے لیکن نہایت متمدن ملکو نمین بھی ہنوز بالکل معدوم نہین ہوگئی ہے۔ بیشک اس قسم کا توہم وہین زیادہ قوی ہوتا ہے جہان یا تو علم طب کی معلومات نہایت پچھڑی ہوئی حالت مین ہونگی

یا بیماریان زیادہ کثرت سے ہونگی - جن ملکونمین یہ دونون شرطین پائی جائینگی وہین توہمات باطلہ کے ڈنکے بجتے ہونگے اور جہان کہین کوئی ایک شرط بھی پائی جائے گی وہان بھی یہ رُجحان ایسا ہی بے پناہ ہوگا - میری دانست مین کوئی وحشی گروہ ایسا نہین ہے کہ جو نہ صرف غیر معمولی بیماریون کو بلکہ اکثر معمولی بیماریون کو بھی (جنمین وہ مبتلا ہوتے رہے ہین) اپنے نیک یا بد معبودون پر محمول نہ کرتا ہو -

اب اس مقام پر ہم ایک اور نمونہ اُس ناموافق تاثیر کا پاتے ہین جو اگلے تمدنون مین عالم خارجی نے نفس انسانی پر کی تھی کیونکہ ایشیا کے جن ملکونمین اعلیٰ درجے کی شائستگی تک نوبت پہونچگئی تھی وہی ملک مختلف اسباب طبعی کی وجہ سے یورپ کے اکثر متمدن حصص سے بڑھچڑھ کے مضر صحت و تندرستی ہین اور تنہا اسی واقعہ نے قومی سیرت و خصلت پر معتدبہ اثر ڈالا ہوگا - زیادہ تر اس لئے کہ اُسکی تائید اُن دیگر حالات سے ہوئی ہوگی جنکو مین بیان کرچکا ہون اور جو سب کے سب ایک ہی رُخ پر مائل ہین - اسمین اتنا اور اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی وبائین جن سے متعدد قرون مین یورپ تباہ ہوا کیا ہے بیشتر ممالک شرقیہ سے شروع ہوئی تھین کیونکہ وہی مقامات اُسکے فطری مولد ونشا ہیں اور وہین وہ اکثر [illegible] تابع ہوئی ہین حقیقت مین جسقدر سخت بیماریان فی الحال یورپ مین موجود ہین اُنمین سے بمشکل کوئی ایک ایسی ہوگی جو وہین پیدا ہوئی ہو اور اُنمین سے جتنی بدترین قالتین ہین وہ منطقہ حارہ کے ملکون سے پہلی صدی عیسوی مین اور اُسکے بعد آکے پھیلی ہین -

ان واقعات کا خلاصہ بیان کرتے وقت اتنا اور کہا جاسکتا ہے کہ یورپ سے باہر کے تمدن مین کل قدرت نے بالاتفاق سازکرلیا تھا کہ قوائے تخیل کے اقتدار کو بڑھائین اور قوائے استدلالیہ کے زور کو گھٹائین - جو مواد اور مصالحہ فی الحال موجود ہے اُس سے یہ ہوسکتا ہے کہ اُس وسیع قانون کے انتہائی نتائج تک تتبع کیا جائے اور یہ دکھایا جائے کہ یورپ مین اس قانون کی مخالفت ایک اور قانون کر رہا ہے جو اُسکا بالکل عکس ہے اور اُسکی

وجہ سے یورپ مین آثار فطری کا میلان بحالت مجموعی اِس جانب ہے کہ قوت تخیلہ کو محدود اور قوائے عقلی کو زوردار کرے اور اس طور سے انسان مین خود اپنے دست رس کے سامانون پر اعتماد کا خیال منقش کیا جائے۔ اور اُسکی معلومات کے بڑھنے مین سہولت پیدا کرکے اُس دلیرانہ، محققانہ اور حکیمانہ شوق کی ہمت افزائی کی جائے جو برابر بڑھ رہا ہے اور جس پر کل آئندہ ترقی کا دار و مدار ہونا چاہیئے۔

یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ مین تفصیل کے ساتھ اُس طریقہ پر بحث کرسکون گا جس طریقے سے بوجہ ان خصوصیات کے تمدن یورپ نے اپنے پیشینہ تمدنون سے ایک جُداگانہ روش اختیار کی ہی۔ اسکے واسطے اسقدر علم اور دماغ کی اتنی رسائی درکار ہوگی کہ جس کا مشکل سے کوئی ایک شخص واحد ادعا کرسکتا ہے کیونکہ کسی بڑے اور عام امر واقعی کا تصور کرلینا اور بات ہے اور اُس امر واقعی کی سُراغ رسانی اُس کے کُل فروعات مین کرنا اور اُسے شہادت سے ایسا ثابت کردکھانا کہ جس سے معمولی ناظرین کی بھی تسکین خاطر ہوجائے بالکل اور بات ہے۔ وہ لوگ جو اِس قسم کے غور و فکر کے عادی ہین اور اتنی قابلیت رکھتے ہین کہ یہ سمجھ سکین کہ تاریخ انسان مین محض واقعات کی سلسلہ بندی کے علاوہ کچھ اور بھی ہے وہ بیشک سمجھ جائین گے کہ ان پیچیدہ مباحث مین جسقدر وسیع تر کوئی کلیہ قائم کیا جائیگا اُسیقدر زیادہ اُسمین ظاہری مستثنیات نکلنے کا موقع ہوگا اور یہ کہ کسی تھیوری (نظریہ) کے تحت مین جسقدر وسعت ہوگی اُسیقدر بیشمار مستثنیات اُسمین ہون گے اور پھر بھی وہ نظریہ بالکل صحیح اور واقعہ کے مطابق رہیگا۔ پس جن دو اصولی قضایا کو (مجھے امید ہے کہ) مین نے ثابت کردیا ہے وہ یہ ہین کہ اولاً کچھ آثار فطری ایسے ہین جو قوت تخیلہ کو برانگیختہ کرکے طبیعت انسانی پر عمل کرتے ہین اور ثانیاً یہ کہ وہ آثار فطری یورپ سے باہر اُس سے بہت زیادہ اور متعدد ہین جتنے کہ یورپ مین ہین۔ اگر یہ دونون قضایا مسلم ہوگئے ہین تو بداہتہً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن ملکون مین قوت تخیلہ کو اشتعال لگ پہونچی ہے وہان (بشرطیکہ دیگر اسباب سے درحقیقت اُنمین اعتدالی

کیفیت نہ پیدا ہوئی ہو) بعض معین اثر ضرور پیدا ہوئے ہون گے۔ اب یہ بات کہ یہ متناقض اسباب موجود تھے یا نہ تھے یہ اصل نظریہ کی صحت و صداقت کے بارے مین قابل لحاظ نہین ہے۔ کیونکہ وہ اُن دو قضایا پر مبنی ہے جو ابھی بیان ہو چکے ہین۔ اگر حکیمانہ طور سے نظر ڈالی جائے تو (معلوم ہو کہ) یہ کلیہ جو بنا ہے وہ کامل ہے اور بجائے اس کے کہ یہ کوشش کیجائے کہ مزید توضیحات سے وہ اور مصدق کیا جائے یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی حالت پر قائم رہنے دین کیونکہ جتنے واقعات جزئیہ ہین وہ غلط طور سے بیان کیے جا سکتے ہین اور یہ یقینی ہے کہ اُنکی تردید وہ لوگ ضرور کرین گے جو اُن نتائج کو (جنکی تصدیق وہ کرتے ہین) پسند نہین کرتے۔ لیکن اس غرض سے کہ پڑھنے والا اُن اُصول سے مانوس ہو جائے جنھین مین نے پیش کیا ہو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے واقعی عمل کی بعض مثالین دیجائین اور اسی بنا پر مین مختصر طور سے اُن تاثیرات پر نظر ڈالتا ہون جو اُنھون نے تین بڑے صیغون یعنی علوم و فنون۔ مذہب اور صنعت و حرفت پر ڈالی ہین۔ ان سب صیغہ جات مین سے ہر ایک مین مین یہ دکھانیکی کوشش کرون گا کہ اُنکی خاص خاص شاخین مناظر فطرت ہی سے متاثر ہوئی ہین اور تحقیقات کی سہولت کی غرض سے مین ہر ایک جہت کی دو سب سے زیادہ نمایان مثالین لے لون گا اور یونان کے مظاہر عقلی کا مقابلہ ہندوستان کے مظاہر عقلی سے کرون گا کیونکہ یہ دونون ملک وہ ہین جن کی بابت کافی دوافی سامان موجود ہے اور جنمین طبیعی تقابل بہت ہی حیرت خیز ہے

اب اگر ہم ہندوستان کے قدیم ادب و انشا کو دیکھتے ہین تو ہم اُس کے بہترین زمانے مین بھی نہایت یادگار شہادت قوت تخیلہ کی بے انداز ہندپردازی کے پاتے ہین سب سے پہلے ہمکو اس واقعہ پر حیرت ہوتی ہے کہ وہان نثر نگاری پر مشکل ہی سے کچھ توجہ صرف کیگئی ہے اور کل اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز نظم ہی کی تالیف و تصنیف مین اپنی ہمت صرف کرتے رہے کیونکہ قومی طرز خیال کے واسطے نظم ہی زیادہ موزون تھی۔ اُنکے قریب قریب کل تصانیف فنون متعددہ یعنی نحو و صرف۔ قانون۔ تاریخ۔ طب۔ ریاضی جغرافیہ اور مابعد الطبیعیات

مین منظوم ہین اور اُنکی نظم ایک باقاعدہ عروض کی تابع ہے۔ اسکا یہ نتیجہ ہے کہ وہان نثر نگاری کو بالکل متروک و مردود کر کے شعرگوئی مین کمال پیدا کرنے پر تمام تر ہمت صرف کیگئی اور انجام یہ ہوا کہ زبان سنسکرت اسقدر متعدد اور پیچیدہ اوزان دکھلا سکتی ہے کہ جتنی شاید یورپ کی کسی زبان مین بھی کبھی نہ ہوئی ہون گی۔

ہندوستان کے ادب و انشا کی اس نوعیت خاص کے ساتھ ہی مضمون کے لحاظ سے بھی ایک خاص حالت ہے کیونکہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ اُس ادب و انشا مین ہر شے ایسی ہے جو برملا موقع پر عقل کو جھنکائیان دیتی ہے۔ وہ تخیل جو اس درجہ مضمون خیز ہے کہ گویا اک رنگ ہوسی ہر موقع پر عقل کو راستہ بتاتی ہے۔ اور یہ بات خاص کر کے اُن تصنیفات مین پائی جاتی ہے جو امتیاز کے ساتھ (نفس الامر مین) قومی ہین۔ جیسے رامائن۔ مہابھارت اور پوران۔ لیکن ہم اُنکی تصانیف فن جغرافیہ اور فن پنجانگ (فن سنین وشہور و المناسبۃ) مین بھی یہی واقعات دیکھتے ہین حالانکہ یہ ایسی ہین جنہین اور ونکی بہ نسبت قوت تخیلہ کی بلند پروازی کی گنجائش کا تصور بھی نہین ہوسکتا۔ نہایت مستند کتابون سے بعض بیانات بطور مشتے نمونہ از خروارے اس ضرورت سے پیش کیئے جاسکتے ہین کہ اُن سے یورپ کی عقل و فراست کی بالکل جداگانہ حالت کا تقابل کیا جاسکے اور پڑھنے والے کو اس کا کچھ کچھ اندازہ ہوجانے کہ ایک متمدن قوم مین بھی سریع الاعتقادی کس حد تک بڑھ سکتی ہے۔

جن مختلف طریقون سے قوت تخیلہ نے حقیقت و واقعیت سے روگردانی کی ہے اُن سب مین سے کسی نے اتنا نقصان نہین پہونچایا ہے جتنا زمانہ سلف کی بابت ایک مبالغہ آمیز تعظیم و تکریم نے پہونچایا ہے۔ قدامت کے بارہ مین یہ تقدس اور عظمت آبائی کا خیال ایسا ہے جو دانشمندی کے ہر ایک اصول مسلمہ کے بالکل برخلاف ہے اور یہ صرف اُس شاعرانہ تخیل کا ایک ظہور ہے جو کسی نامعلوم اور بعید شے کی بابت گلکاریان کیا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ قدرتی بات ہے کہ جن زمانون مین عقل انسانی نسبۃً بالکل بیکار تھی اُن وقتون مین یہ تخییل شاعرانہ اس سے کہین

زیادہ قوی ہوگی جتنی وہ اَب ہے اور اسمین بھی بہت کم شک ہو سکتا ہے کہ یہ تخیل روز بروز کمزور ہوتی چلی جائے گی اور یہ کہ جسقدر وہ کمزور ہوتی جائے گی اُسیقدر ترقی کا خیال جڑ پکڑتا جائیگا اور زمانۂ گذشتہ کی بابت تعظیم وتکریم کے خیال کے عوض زمانۂ آئندہ کی نسبت امید ویقین کا خیال پیدا ہوگا۔ لیکن زمانۂ سابق مین یہ تعظیم وتکریم کا خیال بہت غالب تھا اور اُس کے بیشمار آثار و یادگار ہر ایک مُلک کے ادب وانشا اور مطبوع خاطر عقائد مین نظر آسکتے ہین۔ مثلاً یہی خیال تھا جس نے شاعرونمین ایک عہد زرین۔ ست جگھ، کا تصور پیدا کیا کہ جسمین ملک امن وامان کی برکتون سے مالامال تھا جسمین بُرے جذبات انسانی رُکے تھمے ہوئے تھے اور جرائم ومعاصی کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ پھر یہی خیال تھا جس نے اہل مذاہب مین انسان کے ابتدائی زمانہ کی نکوصفاتی اور سادہ مزاجی کا اور اُس بلند حالت سے پھر تنزل ہو جانیکا تصور پیدا کیا اور پھر یہی اُصول تھا جس نے یہ عقیدہ پھیلادیا کہ اگلے وقتون مین انسان نہ صرف زیادہ نکوکار یا شاد وخرم رہتے تھے بلکہ جسمانی حیثیت سے بھی اُن کے قوے بہت مضبوط ہوتے تھے۔ یہ کہ اسی ذریعے سے وہ بہت تنومند اور طویل القامت ہوتے اور اُس سے کہین زیادہ عمرین پاتے تھے جتنی ہملوگونکو میسر ہو سکتی ہین جو اُنکی مسخ شدہ اولادین ہین۔

اِس قسم کی رائین ہین جنھین عقل کے علی الرغم قوت تخیلہ نے قبول کر لیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسی رایون کی قوت ہر ملک مین وہ معیار ہے جس کے ذریعہ سے ہم قوائے تخییل کے غلبہ وتفوق کا اندازہ کر سکتے ہین۔ اَب جو ہم ہندوستان کے ادب وانشا کو اس معیار پر کستے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نتائج استخراج کیئے گئے ہین وہ حیرت انگیز طور سے صحیح اُترتے ہین۔ زمانۂ قدیم کے عجائب وغرائب کارہائے نمایان جن کے ذکر سے ادب سنسکرت مالامال ہے ایسے طول طویل اور پیچیدہ ہین کہ اگر اُنکا صرف مجمل خاکہ بھی بیان کیا جائے تو صفحہ کے صفحہ رنگنا پڑین۔ لیکن اِن نادر دلمنہ قصص وحکایات کی ایک صنف ایسی ہے جو قابل توجہ ہے اور جس کو مختصر طور پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ میری مراد اُن

غیر معمولی عمرون سے ہی جو (یہ خیال کیا جاتا ہے کہ) اگلے وقتون کے لوگ پاتے تھے۔ دنیا کے ابتدائی زمانہ مین نسل انسانی کی بڑی بڑی عمرین پانے کا عقیدہ محض ایک لازمی نتیجہ اُن خیالات کا ہے جنکی رو سے اگلے زمانے والے عام طور سے آجکے زمانے والون سے افضل و فائق تھے۔ اور اسکی مثالین بعض عیسائی اور اکثر عبرانی تصانیف مین بھی ہم پاتے ہین لیکن ان تصانیف مین جو بیانات ہین اُنکا مقابلہ جب اُن بیانات سے کیا جاتا ہے جو ہندوستان کے ادب و انشا مین محفوظ ہین تو وہ بالکل مصنوعی اور حقیر معلوم ہوتے ہین۔ اس معاملے مین (اسیطرح جیسے اور ہر ایک معاملے مین) ہندوؤن کی قوت تخیلہ اسقدر آگے بڑھگئی ہے کہ اور کوئی اُنکے گرد پا کو بھی نہین پہونچ سکتا چنانچہ یکسان قسم کے بیشمار واقعات مین ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہین کہ زمانۂ قدیم مین معمولی انسانون کی مدت حیات اسّی ہزار برس ہوتی تھی اور یہ کہ مقدس و برگزیدہ لوگ ایک لاکھ برس سے زیادہ کی عمر پاتے تھے۔ انہین سے بعض کچھ پہلے اور بعض کچھ پیچھے مرتے تھے لیکن زمانۂ قدیم کی نہایت خوشحالی و شادمانی کے اوقات مین اگر ہم سب طبقہ والون کو ایک مین شمار کرلین تو ایک لاکھ بیس برس کی عمر کا اوسط پڑتا تھا۔ ایک بادشاہ جس کا نام یودہشٹر تھا اُسکی بابت اتفاقیہ طور سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے ستائیس ہزار برس حکومت کی اور ایک بادشاہ جس کا نام الارکا تھا اُس نے چھیاسٹھ ہزار برس حکومت کی۔ لیکن ان لوگون نے عنفوان شباب ہی مین شربت مرگ نوش کیا کیونکہ اگلے شاعرون کی متعدد مثالین ایسی موجود ہین جنھون نے پانچ پانچ لاکھ برس کی عمرین پائی تھین لیکن سب سے زیادہ تعجب انگیز اور یادگار حالت تاریخ ہندوستان کے اُس نہایت درخشان جوہر کی ہے جسکی ذات مین شاہی اور درویشی شانین ایک ساتھ جمع ہوگئی تھین۔ یہ سربرآوردہ شخص نہایت عمدہ اور معصوم زمانے مین پیدا ہوا تھا اور اُس نے اپنے ملک مین بہت ہی بڑی عمر پائی کیونکہ جس وقت اُس کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا تھا اُسوقت اُسکی عمر بیس لاکھ برس کی تھی پھر اُس نے ۶۳ لاکھ تیس ہزار برس سلطنت کی اور پھر سلطنت کو چھوڑ کے ایک لاکھ برس اور زندہ رہا۔

زمانۂ قدیم کی بابت جو بیحد و بے نہایت تقدس مآبی کا خیال ہو اُسی کی وجہ سے ہندو لوگ ہر عمدہ اور ہر اہم بات کو نہایت ہی قدیم زمانے سے منسوب کرتے ہین اور اُسکا زمانۂ وقوع ایسا بتاتے ہین جو بالکل محو حیرت کر دینے والا ہوتا ہے۔ اُنکا مجموعۂ اعظم قوانین جو منو کے قوانین (یعنے منوسمرتی) کے نام سے موسوم ہی وہ تین ہزار برس سے بھی کم زمانہ کا ہے لیکن ہندوستان کا مورخ (سنین وشہور بتانیوالا) بجاے اس کے کہ اس سے راضی ہو اُسکو ایسے عہد سے منسوب کرتا ہے جس کا تصور کرنا بھی یورپ کے ایک باشندے کی طبیعت کے واسطے نہایت دشوار ہوگا۔ کیونکہ اعلیٰ ترین مُلکی (یعنی ہندی) مصنفین کے قول کے موجب یہ مجموعۂ قوانین (یعنے منوسمرتی) اب سے د دارب برس پیشتر انسان پر الہام کیا گیا تھا۔

جو محبت اہل ہند کو زمانۂ قدیم سے ہی یا ایک غیر متناہی ہستی مطلق کی جو دھن اُنکو لگی ہوئی ہی اور زمانۂ حال سے جو لاپروائی اُنکی طبیعتو نمین پائی جاتی ہے اُسی کے یہ سب کرشمے ہین اور وہی اُنکی عقل و فراست کے ہر شعبہ مین جلوہ دکھا رہی ہے۔ نہ صرف اُن کے علوم و فنون (ادب و انشا) مین بلکہ اُن کے مذہب اور اُنکی صنائع و بدائع مین بھی یہ رُجحان سب پر غالب ہے اور جس اُصول کا اُن کے یہان دور دورہ ہے وہ یہی ہے کہ عقل زیر اور قوت تخیلہ بالا رہے۔ اُنکے احکام فقہی ہین۔ اُن کے دیوتاؤنکی خصلتو نمین حتیٰ کہ اُن کے شوالون اور مندرون کی تعمیر مین ہمکو یہ نظر آرہا ہے کہ عالم خارجی کی عظیم الشان اور ہولناک مظاہر نے کسطرح باشندگان ملک کے قلوب مین اُن شاندار اور خوفناک بتون کا تصور راسخ کر دیا تھا جن کو اُنھون نے ایک نمایان شکل سے ہویدا کرنا چاہا اور جن کے سبب سے اُنکی قومی تہذیب و شایستگی مین سر برآوردہ خصوصیات قائم ہوئے۔

اس وسیع طرز عمل کو جس نگاہ سے ہم دیکھتے ہین اُسی طرح اگر ہم یونان کی بالکل برعکس حالت کو بھی دکھیین گے تو دونون کے تقابل سے اصلی حالت زیادہ واضح ہو جائے گی۔ یونان کو ہم ایسا ملک پاتے ہین جو بالکل ہندوستان کا عکس ہے۔ یعنی قدرت کے وہی کام جو ہندوستان

ہین محو حیرت کردینے والے اور عظیم الشان ہین وہ یونان مین کہین زیادہ چھوٹے - کم زور اور ہر صورت سے انسان کے لئے کم باعث خوف وخطر ہین - ایشیائی تمدن کے بڑے مرکز (یعنے ہندوستان) مین نسل انسانی کی ہمت و قوت گرد و پیش کے آثار سے محدود بلکہ سہمی ہوئی سی ہے اور علاوہ اُن خطرات کے جو کل ممالک حارہ مین ہین وہان ایسے بلند و بالا پہاڑ ہین جنکی چوٹیان آسمان سے باتین کرتی معلوم ہوتی ہین اور اُنکے پہلوؤن سے ایسے قہار دریا نکلے ہین جن کو کوئی صنعت و حرفت اُن کے بہاؤ کی راہ سے پلٹا نہین سکتی اور اُن کے پاٹ اتنے بڑے ہین کہ اُنھین کوئی پُل پاٹ نہین سکتا - پھر وہان دشوار گزار رَن بھی ہین اور ملک کے ملک لق و دق جنگل پڑے ہوئے ہین اور اُن کے علاوہ بیحد خشک اور بے نہایت دشت و بیابان ہین اور یہ سب انسان کو اُسکی اپنی کمزوری اور فطری قوتون کو قابو مین لانے کی باہت اُسکی اپنی نا لائقی اور ہیچمیرزی کا سبق دیتی ہین - ملک سے باہر اور ہر جانب بڑے بڑے سمندر ہین جنمین ایسے بلا کے طوفان اُٹھتے ہین کہ جو طوفان یورپ مین اُٹھتے ہین وہ اُن سے کہین زیادہ تباہ کُن ہوتے ہین اور اُن کا زور شور ایسا فوری ہوتا ہے کہ اُنکی تباہی سے بچاؤ کی صورت نکالنا محال ہو جاتا ہے اور جیسے اُن ملکونمین سب چیزین انسان کی چستی و چالاکی کو غارت کرنے پر تلی ہوئی تھین گنگا کے دہانے سے لیکے جزیرہ نمائے ہند کی انتہائی حد جنوبی تک پورے سلسلۂ ساحلی مین نہ کوئی ایک بھی وسیع اور محفوظ بندرگاہ تھا نہ چھوٹا بندر کہ جس مین پناہ ملتی حالانکہ یہ وہ چیز ہے جسکی ضرورت دُنیا کے کسی دوسرے حصے سے زیادہ وہان تھی -

لیکن یونان مین مظاہر فطرت اسقدر بالکل مختلف ہین کہ وہان زندگی کی حالتین بھی بالکل بدلی ہوئی ہین - ہندوستان کی طرح یونان بھی ایک جزیرہ نما ہے لیکن درانحالیکہ ہندوستان مین (جو ایشیائی ملک ہے) ہر شے بڑی اور مہیب ہے یونان مین (جو یوروپی ملک ہے) ہر شے چھوٹی اور کمزور ہے - تمام یونان کی وسعت اتنی ہے جتنی سلطنت پرتگال کی ہے یعنی اب جسے ہندوستان کہتے ہین اُس کا تقریبًا چالیسوان حصہ یونان ہے - چونکہ

وہ ایسے مقام پر واقع ہے جہان ایک پتلے سے سمندر کے ذریعے سے پہونچ ہو سکتی تھی اس لئے
وہان مشرق مین ایشیاء کوچک سے مغرب مین اطالیہ سے اور جنوب مین مصر سے بآسانی رسل و
رسائل ہو سکتی تھی۔ وہان ممالک حارہ کے تمدنون کی بہ نسبت ہر قسم کے خطرات کہین کم تھے وہان
آب وہوا زیادہ صحت بخش۔ زلزلے نادر الوقوع اور طوفان کم برباد کرنیوالے تھے اور جنگلی جانور
بھی کچھ زیادہ نہ تھے۔ اور دوسرے اعظم امور کے لحاظ سے بھی یہی قانون جاری تھا۔ چنانچہ
یونان مین جو پہاڑ سب سے اونچا ہے وہ کوہ ہمالیہ کے ایک ثلث سے بھی کم بلند ہے اور
اسی وجہ سے وہان کے پہاڑ اتنے اونچے نہین کہ اُنپر ہمیشہ برف جمی رہے۔ دریاؤن کے لحاظ
سے نہ صرف اسیقدر ہے کہ وہان کوئی بڑے چوڑے چکلے دلچسپ دریا ایسے نہین ہین جیسے
ایشیا مین پہاڑون سے بہ رہے ہین بلکہ خصوصیت کے ساتھ وہان فطرت اسقدر ضعیف و سست
ہے کہ چند ناؤن ندیون کے سوا نہ شمالی یونان مین کوئی دریا ملتا ہے نہ جنوبی مین اور یہ نالے
ندیان ایسی ہین جنھین آسانی سے عبور کر سکتے ہین اور اکثر اوقات گرمی کے موسم مین وہ
بالکل ہی خشک ہو جاتی ہین۔

آثار مادی کے اِن حیرت انگیز اختلافات ہی نے جو دونون ملکونمین ہین دونون ملکون
کے تصورات ذہنی کے سلسلے مین بھی اختلافات پیدا کر دیئے۔ کیونکہ جسوقت کل تصورات
جو ذہن انسان مین پیدا ہوتے ہین اُنمین سے کچھ تو اُن فوری اور برمحل تحریکات سے پیدا
ہوتے ہین جو نفس انسانی مین ہوتی رہتی ہین اور کچھ اس طور سے پیدا ہوتے ہین کہ عالم خارجی
اُنھین طبیعت انسانی کو سُجھا دیتا ہے۔ تو آب یہ بالکل ایک قدرتی بات ہے کہ جب ایک علت
(یعنے عالم خارجی) مین اتنا بڑا تغیر ہوگا تو وہ نتائج (یعنی اُن تصورات مین جنھین عالم خارجی
سجھاتا ہے) مین بھی تغیر پیدا کر دے گا۔ ہندوستان مین گرد و پیش کے آثار (طبیعی) کا میلان
اس طرف تھا کہ ہول اور دہشت پیدا ہو۔ لیکن یونان مین (انھین آثار طبیعی کا) میلان اس
جانب تھا کہ اعتبار و اطمینان پیدا ہو۔ ہندوستان مین انسان سہما ہوا تھا۔ یونان مین اُسکی ہمت

بڑھی ہوئی تھی - ہندوستان مین ہر طرح کی مزاحمتین اِسقدر متعدد - ایسی سہمناک اور بظاہر اتنی
غیر موجّہ (یا سمجھ سے باہر) تھین کہ زندگی کے مراحل صرف اِسی صورت سے حل ہوسکتے تھے
کہ علی التواتر ما فوق الفطرة اسباب و ذرائع کی براہ راست وساطت سے استمداد کی جائے -
اور چونکہ یہ (ما فوق الفطرة) اسباب عقل کے حدود اختیارات سے باہر تھے اس لئے قوت تخیلہ
کے کل سروسامان اکثر اوقات اُن (اسباب) کے مطالعے مین صرف کردیے جاتے تھے - چنانچہ اسیوجہ
سے خود قوت تخیلہ پر کثرت کار سے بیحد دباؤ پڑا ہوا تھا جسکی پوری رفتار اندیشناک ہوگئی - اُس نے
عقل و خرد پر چھاپہ مارا تھا اور کوئی شے اعتدال پر باقی نہ رہی تھی - یونان مین اس کے برعکس
حالات و اسباب نے برعکس نتائج بھی پیدا کیے تھے - وہان ہندوستان کے بہ نسبت فطرت
بہت کم خطرناک - بہت کم خلل انداز اور بہت کم پُراسرار تھی - لہذا - یونان مین طبیعت
انسانی پر بہت کم رُعب چھایا ہوا تھا اور وہ بہت ہی کم وہمی و وسواسی تھی - اسلئے وہان
اسباب فطری کا مطالعہ شروع کیا گیا اور طبعیات کی پہلی بُنیاد پڑی - پھر رفتہ رفتہ جب انسان کو
خود اپنی قوت کا احساس و ادراک ہونے لگا تو اُسنے حوادث روزگار کی تحقیقات کی فکر اِس
جرأت و دلیری سے کی کہ جس کا اُن ملکون مین کہین پتہ نشان بھی نہ تھا جہان فطرت کا دباؤ انسان
کی آزادی کو اُبھرنے نہین دیتا تھا اور ایسے تصورات سجھاتا تھا جن سے علم میل نہین کھاتا تھا -

اِن اُفتاد خیالات کا جو اثر قومی مذہب پر پڑا وہ ہر ایسے شخص پر نہایت واضح ہوگا جسنے
ہندوستان کے مروجہ عقائد کا مقابلہ یونان کے مروجہ عقائد سے کیا ہوگا - ہندوستان کے
قصص الاصنام (دیو بانی) دیگر ممالک حارہ کی طرح خوف و دہشت اور نہایت مبالغہ آمیز دہشت
پر مبنی ہین اور اس خوف و دہشت کے عالمگیر ہونے کی شہادت ہندوؤنکی مقدس کتابون مین
اُنکی روایات و حکایات مذہبی مین - بلکہ اُن کے دیوتاؤن کی شکل و صورت مین بھی بکثرت
ملتی ہے - اور یہ سب چیزین طبیعت انسانی پر ایسا گہرا نقش بناتی ہین کہ نہایت ہی مقبول
اور مطبوع خاطر ہوتا جن کا عام طور سے چلن ہے) علی العموم وہی ہین جنسے بیم و ہراس کی شکلین

بہت قریبی تعلق رکھتی ہین - مثلاً شیوجی کی پرستش اور دیوتاؤن کے بہ نسبت زیادہ رواج پائے ہے - اور اسبات کے یقین ماننے کی وجہ موجود ہے کہ شیوجی کی پرستش اتنے قدیم زمانے سے مروج ہے کہ برہمنون نے اُسے اصلی باشندگان ہند سے ورثتہً پایا تھا - بہرنوع - یہ دیوتا نہایت قدیم اور نہایت مقبول خاص و عام ہین حتی کہ برہما اور وشنو کے ساتھ ملکے خود شیوجی ہندوؤنکا ترسول قائم کرتے ہین - بس - اب ہمکو اس امر پر متعجب نہونا چاہیئے کہ اسی دیوتا (یعنے شیوجی) کے ساتھ خوف و دہشت کی ایسی شکلین والبتہ ہین کہ جنکا تصور بھی ممالک حارد کی تخیل کے سوا اور کسی کو ہو نہین سکتا - ہندوستانی طبیعت کے سامنے شیوجی ایک نہایت مہیب وجود ہین جنکے گرد سانپونکی ایک کنڈلی بنی ہوئی ہو - اُنکے ہاتھ مین انسان کی کھوپڑی ہو اور وہ گلے مین آدمیونکی ہڈیون کا ایک مالا پہنے ہوئے ہین - اُنکی تین آنکھین ہین اور اُنکے مزاج کی خشمناکی اس سے ظاہر ہوتی ہو کہ وہ چیتے کی کھال اوڑھے ہوئے ہین - وہ ایک پاگل آدمی کیطرح آوارہ و سرگردان پھرتے ہوئے ثابت کئے جاتے ہین اُنکے بائین شانے پر ایک خونخوار ناگ اپنا پھن پھیلائے ہوئے پڑا ہی ایک عجیب و ہیبت زدہ تخیل کی اِس بھیانک اختراع (یعنے شیوجی) کی ایک بیوی دُرگا نام ہے جو کبھی کالی کے نام سے اور کبھی کسی اور نام سے موسوم کیجاتی ہے - اُسکا بدن گہرے نیلے رنگ کا ہے - اُسکی ہتیلیان لال ہین کہ جو اُسکی جلادی اور خون آشامی کی کبھی نہ بجھنے والی خواہش پر دلالت کرتی ہین - اُسکے چار ہاتھ ہین جنمین سے ایک ہاتھ مین کسی دیو کی کھوپڑی ہے - اُسکی زبان باہر نکلی ہوئی اور منہ سے لٹکی پڑتی ہے - اُسکی کمر مین اُس کے مقتولین کے ہاتھ ہین - اور اُس کے گلے کی آرائش کے لئے ایک بھیانک قطار مین آدمی کی کھوپڑیان برابر لٹکی ہوئی ہین -

اب اگر ہم یونان کی طرف مڑتے ہین تو یہ دیکھتے ہین کہ وہان مذہب کے عالم طفلی مین بھی اس قسم کے امور کی کہین ہوا نہین لگی تھی کیونکہ یونان مین اسباب ہیبت کے کمتر ہونے کی وجہ سے اظہار خوف و دہشت بھی کمتر مروج تھا - اسی سبب سے اہل یونان کسی طور سے اپنے مذہب مین بیم و ہراس کے وہ خیالات ملانے پر مائل نہوئے جو اہل ہند کے

واسطے بالکل قدرتی تھے۔ ایشیائی تمدن کا رجحان اس طرف تھا کہ انسان اور اُسکے معبودونکے درمیان فاصلہ کو اور بڑہا دے اور یونانی تمدن کا رجحان اس جانب تھا کہ اس فاصلۂ درمیانی کو گھٹا دے اور عابد و معبود کو ایک دوسرے سے قریب کردے۔ اسی سبب سے ہندوستان مین جتنے دیوتا تھے اُن سب کے ساتھ سطوت و جلال بھی لگا ہوا تھا مثلاً وشنو کے چار ہاتھ تھے۔ برہما کے چار سر تھے۔ وقس علیٰ ہذا۔ لیکن یونان کے دیوتا ہمیشہ ایسی شکلو نمین ظاہر کیئے جاتے تھے جو بالکل انسانی شکلین ہوتی تھین۔ اُس ملک مین ایسے مصور کی پرستش بھی نہوتی جو دیوتاؤن کو کسی اور شکل مین ظاہر کرنا چاہتا۔ وہ اُنھین انسانون سے زیادہ تنومند اور قوی ہیکل زیادہ حسین اور خوبصورت بنا سکتا تھا لیکن بناتا اُنھین انسان ہی تھا۔ پس جو مشابہت درمیان دیوتا اور انسان کے یونانیون کے مذہبی خیالات کو جوش مین لاتی تھی وہ ہندوؤن کے خیالات کے لئے سم قاتل تھی۔ کیونکہ یہان دیوتا اور انسان مین کوئی مناسبت یا مشابہت ہوتی ہی نہ تھی۔

ان دونون مذہبون کے صنعتی مظاہر مین جو اختلاف و تباین تھا اُسی کے پاشنہ کو ب ٹھیک اُسی قسم کا اختلاف و تباین دونون کے مذہبی روایات و حکایات مین بھی تھا۔ ہندوستان کی کتابونمین تخیل کا سارا زور دیوتاؤن کے خوارق عادات اور کرامات کے بیان مین صرف کردیا گیا تھا اور جسقدر زیادہ کوئی کارنمایان کھلا کھلا محال تھا اُسیقدر زیادہ مسرت کے ساتھ وہ اُنکی طرف منسوب کیا جاتا تھا لیکن یونانی دیوتا صرف انسان کی شکل و صورت ہی نہین رکھتے تھے بلکہ انسانی صفات سے بھی متصف ہوتے انسانی کاروبار مین مصروف رہتے اور انسانی مذاق رکھتے تھے۔ ایشیائی لوگ جنھین فطرت کی ہر شے موجب ہراس و دہشت تھی تعظیم و بندگی کے ایسے خوگر ہوگئے تھے کہ اُنھین اپنے کامون کو اپنے دیوتاؤن کے کامون سے ملا سکنے کی کبھی جرأت و ہمت ہی نہ پڑتی تھی۔ یورپ والے مادّی دُنیا کو بیخوف اور بے ضرر بلکہ معطل سمجھ کے ایسی بھری کا دم بھرتے تھے کہ جس سے اگر وہ ممالک حارہ کے کسی ملک مین ہوتے

توضرور) باز رہتے - یہی سبب ہے کہ یونانی دیوتا اسقدر ہندو دیوتاؤن سے متغائر ہین کہ جب ہم ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا ہم ایک دنیا سے دوسری دنیا مین پہونچ گئے ہین - یونانیون نے طبیعت انسانی پر غور وفکر کرکے کلیات اخذ کیئے اور اُنھین کو اپنے دیوتاؤن پر چسپان کردیا - مثلاً عورتون کی سردمہری ڈیانا مین متشکل کی گئی - عورتون کا حسن اور اُنکی بہیمیت وینس مین - عورتون کا غرور ونخوت جُونو مین اور عورتون کے باطنی کمالات وہنرمندی منروا مین - پھر دیوتاؤن کے معمولی مشاغل زندگی مین بھی اِسی اُصول کا تتبع کیا گیا - نیپچون ایک جہازران تھا - ولکن ایک لوہار تھا - اپالو کبھی تو ایک بانسری بجانیوالا تھا کبھی ایک شاعر اور کبھی چرواہا - اب کیوپڈ کو لیجئے تو وہ ایک لاأبالی (یا آشفتہ سر) چھوکرا تھا جو اپنے تیر وکمان سے کھیلا کرتا تھا - جوپیٹر (عطارد) ایک عاشق مزاج اور نیک دل بادشاہ تھا اور مرکری (مریخ) بے امتیازی سے یا تو ایک معتبر قاصد کے طور سے پیش کیا جاتا تھا یا ایک معمولی اور مشہور چور کیطرح -

ٹھیک یہی رُجحان قوائے انسانی کو مافوق انسانی قوتون سے ہمسر کر دینے کا ایسا ہے جو یونانی مذہب کی ایک اور خصوصیت مین ہویدا ہوا ہے - میرا یہ مطلب ہے کہ ہم یونان ہی مین پہلے پہل مشاہیر پرستی یعنی فانی انسانون مین اُلوہیت کی شان پیدا کرنے کا سامان دیکھتے ہین جو اُصول بیان ہو چکے ہین اُن کے بموجب ممالک حارہ کے کسی تمدن مین یہ ہو ہی نہین سکتا تھا کیونکہ وہان مناظر قدرت نے انسان کے دل مین اُسکی اپنی نا قابلیت کا خیال بار بار جما دیا تھا - پس - یہ ایک قدرتی بات تھی کہ ہندوستان کے قدیمی مذہب کا جزو وہ (یعنے مشاہیر پرستی) ہو ہی نہین سکتی تھی - نہ یہ بات مصریون کے علم مین تھی - نہ اہل فارس کے نہ (جہانتک مین واقف ہون) عربون کے - لیکن یونان مین چونکہ انسان عالم خارجی سے کم زیر ہوا تھا اور اُسے بہت کم کسی نے اپنے پنجے مین دبوچا تھا اِس وجہ سے اپنی قوتون کو زیادہ خیال کیا کرتا تھا اور جسطرح دوسرے مقام پر اُس کا بھرم جاتا رہا تھا ویسا وہان نہین ہوا - مآل کار یہ تھا کہ تاریخ

یونان کے بہت ابتدائی حصّہ مین فانیون (یا فانی ذاتون) کی الوہیت (یا مداومت) کی کوشش
وہان کے ملکی مذہب کا ایک مسلمہ جزو تھی۔ اور اہل یورپ کے نزدیک یہ کوشش اسقدر
قدرتی معلوم ہوئی کہ بعدازان رومی کلیسا نے اِسی رسم کو نہایت کامیابی سے تازہ کیا۔ اور
اگرچہ آب بالکل جُدا گانہ قسم کے حالات و اسباب بُت پرستی کی اِس شکل خاص کو تبدیج مٹا رہے
ہین لیکن اسکا وجود اِس حیثیت سے قابل لحاظ ہے کہ منجملہ اُن متعدد مثالون کے ہے جو یہ
ظاہر کرتی ہین کہ کس طور سے یورپ کے تمدن نے اُن سب ملکون کے تمدن سے الگ راہ
اختیار کی ہے جو اُس سے پیشتر ہو گزرے ہین۔

یہ صورت تھی جس سے یونان مین ہر شے اُسی طرف مائل تھی کہ انسان کا بول بالا رہے
اور ہندوستان مین ہر شے انسان ہی کو نیچا دکھانے پر تلی ہوئی تھی۔ اب اگر اِن سب باتون کا
خلاصہ کیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یونان والے تو انسان کی قوتون کی بابت زیادہ عظمت
کا خیال رکھتے تھے۔ اور ہندوستان والے مافوق انسانی قوتون کے بابت۔ یونان والے اُن
اشیا سے سروکار رکھتے تھے جو جانی بوجھی اور ممکن الحصول تھین اور ہندوستان والے
اُن چیزون سے وابستہ تھے جو بے جانی بوجھی اور پُر اسرار تھین۔ اور اسی طرح کی متوازی
دلیل سے یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ قوت تخیلہ جسے ہندو لوگ فطرت کی شان و تجمل سے مرعوب ہو کے
اپنے قابو مین نہ لا سکے اُس کے سارے کس بل قدیم یونان کے چھوٹے سے جزیرہ نما مین نکل گئے
دُنیا کی تاریخ مین اول اول یونان ہی مین قوت تخیلہ کسی حد تک عقل سے محدود اور معتدل
کی گئی تھی۔ کچھ یہ بات نہ تھی کہ اُسکی مضبوطی و استواری مین خلل ڈالا یا اُس کا زور گھٹایا گیا تھا
بلکہ اُسے بے بال و پر کر کے عقل کا مسخر اور تابع فرمان کر لیا تھا۔ اُسکی بے اعتدالی روک دی گئی
تھی اور اُسکی حماقتون کی تشہیر کر دی گئی تھی لیکن یہ کہ اُسکا جوش قائم رہا تھا اس کے کافی و
وافی ثبوت اہل یونان کے اُن طبعزادون اور اختراعات سے ملسکتے ہین جو ہمارے وقتون تک
قائم و برقرار چلی آتی ہین۔ بس۔ وہان جسقدر نفع اُٹھانا چاہیئے تھا وہ بدرجۂ کمال حاصل ہوا

کیونکہ عقل انسانی کی تفحص اور تحقیق کی قوتون کی نشو ونما اچھی طرح کی گئی اور اسیطرح قوت تخیلہ کی عظمت اور شاعرانہ جذبات بھی برباد نہ کئے گئے۔ اب یہ بات کہ میزان مستوفی برابر اُتری تھی یا نہین یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے لیکن یہ تو یقینی امر ہے کہ یونان مین جیسی میزان ٹھیک اُتری تھی اتنی کسی ماسبق تمدن مین نہ اُتری تھی۔ مین خیال کرتا ہون کہ اسمین بہت کم شبہہ ہوسکتا ہے کہ باوجود اُس سب کے جو ہوچکا تھا پھر بھی قوائے تخیل کے لئے بہت کچھ قدرت و اقتدار باقی رہا تھا اور یہ کہ نرے عقلی قولے پر کافی توجہ نہ جب کیگئی تھی نہ کبھی اور کی گئی۔ با اینہمہ۔ یہ بات اِس واقعۂ عظمی پر موثر نہین ہے کہ یونانی علوم وفنون اِس بارے مین سب سے اول ہین کہ وہان یہ نقص کسی قدر رفع کیا گیا تھا اور وہان بالقصد اور مسلسل طور سے یہ کوشش جاری رہی تھی کہ ہر قسم کی رائین اسطرح کسوٹی پر لگاکے دیکھی جائین کہ وہ عقل انسانی کے مطابق ہین یا نہین اور اِس طریقے سے اُنھون نے انسان کی اِس حق (ہماہمی) کو پایۂ ثبوت پر پہونچا دیا تھا کہ جو معاملات اہم اور بیحد مہتم بالشان ہین اُنکا تصفیہ بطور خود کردے۔

مین نے ہندوستان اور یونان کو مندرجۂ بالا تقابل کے دو ارکان کے طور پر منتخب کیا ہی اور یہ اسوجہ سے کہ اِن ملکون کی بابت ہماری معلومات نہایت وسیع ہین اور اُنکی تدوین بہت ہی ہوشیاری سے کی گئی ہے۔ لیکن ممالک حارہ کے دیگر تمدنون کی بابت جو کچھ بھی ہم کو معلوم ہے وہ اُن خیالات کی تائید وتصدیق کرتا ہے جو مین نے مناظر فطرت سے منسوب کیئے ہین بھی وسطی امریکہ مین بہت کچھ کھود کھاد کی گئی ہے اور جو چیزین وہان برآمد ہوئی ہین وہ ثابت کرتی ہین کہ ہندوستان کی طرح وہان بھی ملکی مذہب ایک سلسلہ تھا کامل اور بے پناہ خوف ودہشت کا۔ نہ وہان نہ مکسیکو مین۔ نہ پیرو مین۔ اور نہ مصر مین لوگون نے اپنے دیوتا ؤنکو انسانی شکلون مین متشکل کرنا یا اُنھین صفات انسانی سے متصف بنانا چاہا۔ اُن کے مندر بھی بڑی بڑی عمارتین ہین جو اکثر اعلیٰ درجے کی صنعت وہنرمندی سے تعمیر کی گئی ہین لیکن اُن سے صاف صاف یہ خواہش ٹپک رہی ہے کہ وہ طبیعت انسانی کو مرعوب اور ہیبت زدہ بنانا چاہتی ہین اور

یہ عجیب حیرت انگیز تقابل اُن چھوٹی چھوٹی اور سادہ عمارتوں سے پیش کرتی ہین جو اہل یونان
نے اپنے اغراض مذہبی کے لئے تعمیر کی تھین - اس طور سے ہم دیکھتے ہین کہ طرز تعمیر مین بھی
وہی اُصول اپنا جلوہ دکھا رہا ہے - یعنے ممالک حارہ کے تمدن کے مہیب خطرات ایک نامحدود
شے کا تصور پیدا کرتے تھے اور یورپ کے تمدن کا خطرات سے خالی ہونا ایک محدود شے کا
تصور پیدا کرتا تھا - اگر اس بڑے اختلاف و تباین کے نتائج کا کھوج لگایا جائے تو اسبات
کا بیان کرنا ضروری ہوگا کہ ایک نامحدود - ایک خیالی - ایک ترکیبی اور ایک قیاسی شے کے
تصورات کسطرح ملے ہوئے ہین اور وہ کسقدر عکس ہین ایک محدود - ایک تشکیکی - ایک تحلیلی
اور ایک استقرائی شے کے تصورات سے - لیکن اگر مین اسکی کامل تشریح کرنا چاہون گا تو مجھے
اس مقدمۂ کتاب کے حد سے تجاوز کرنا پڑیگا اور غالبًا یہ کوشش میرے اپنے مبلغ علم سے
آگے بڑھ جائیگی - اور اسیب مجھے لازم ہے کہ یہ جو ایک نامکمل خاکہ مین نے کھینچا ہے اُسے
پڑھنے والے کی عقل سلیم پر چھوڑ دون - مجھے یقین ہے کہ اس نامکمل خاکہ سے آئندہ غور و خوض
کرنے کا مواد معلوم ہو جائے گا اور (اگر مین یہ امید کر سکون تو) شاید مورخون کے واسطے
ایک نیا میدان سامنے ہو جائیگا کیونکہ اُنھین (تاریخ لکھتے وقت) یہ بات یاد آجائیگی کہ ہر
مقام پر قدرت کا ہاتھ ہمارے اوپر ہے اور یہ کہ طبیعت انسانی کی تاریخ صرف اسی طرح سمجھ میں
آسکتی ہے کہ اُسے مادی دُنیا کی تاریخ اور اُسکے مظاہر سے مربوط اور پیوند کرتے ہین -